ایمان کے باغات

جلد سوم

تالیف لطیف
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر
مکتبہ شریفیہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

تصریحات

نام کتاب: ایمان کے باغات (جلدسوم)

مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
و پیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
و جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کتابت: محمد دلشاد رشیدی، کھیڑہ افغان 9358199948

تصحیح: مولانا فرید احمد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا

تعداد: گیارہ سو/۱۱۰۰

صفحات: ۳۴۰

جلد: سوم

قیمت: ۳۲۰/روپے

پہلا ایڈیشن: ۱۴۴۳ھ

ناشر

مکتبۂ شریفیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست عناوین

حضرت لقمانؑ کا تذکرہ	۱۱
امانت کی ادائیگی	۱۲
چند حکمت کی باتیں	۱۴
المفتی بین جمرتین	۱۵
نصائح قرآنیہ بزبان لقمانؑ	۱۶
اہل اللہ کی صحبت نہایت ضروری ہے	۱۸
اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنے کا طریقہ	۲۰
فخر کی ممانعت	۲۵
قیمتی پیالہ	۲۸
حکایت	۲۸
اسلام اور احسان	۳۰
اسلام واخلاص پر بشارت	۳۲
اسلام میں مکمل داخلہ مطلوب ہے	۳۳
دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین قبول نہیں ہے	۳۴
اللہ پاک کے یہاں پسندیدہ دین اسلام ہے	۳۵
توحید کا باغ (یعنی آیۃ الکرسی)	۳۸
فضیلت آیۃ الکرسی وسورۂ بقرہ	۴۱

فہرست عناوین

مزید فضیلت احادیث کی روشنی میں	۴۲
فضیلتِ توحید	۴۷
کرسی سے کیا مراد ہے؟	۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام سچے مسلمان تھے	۵۰
اللہ پاک ایمان والوں کے دوست ہیں	۵۱
تمام نبیوں سے آپ ﷺ پر ایمان کا اقرار لیا گیا تھا	۵۲
اہلِ ایمان کیلئے قرآن کی زریں تعلیمات	۵۲
تمام انسانوں کو ایمان کی دعوت	۵۳
ایک بہترین تجارت	۵۶
اسلامی شاعری اور اس کی بلندی	۵۸
راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب	۵۹
توحید کی اقسام	۶۰
شیخ کامل کا کام مرید کے کام کو سہل کرنا ہے	۶۱
آدمی توحید کی کرسی پر کب بیٹھتا ہے	۶۲
حقیقت ایمان	۶۳
ہدایت اللہ کے ذکر سے آتی ہے	۶۵
انصار اللہ بن جاؤ	۷۰

فہرست عناوین

رام دیو بن گیا شادی دیو یعنی اللہ کا دیو	۷۴
حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مسلمان تھے	۷۷
مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کی ممانعت	۷۹
اہل کتاب ایمان والوں کو غلط راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں	۸۰
اہل کتاب سے دوستی و محبت مت رکھو	۸۱
اہل کتاب میں اچھے لوگوں کی قرآن تعریف کرتا ہے	۸۳
ایمان والو! کفار کی اطاعت نہ کرو	۸۴
یہود و نصاریٰ کے راستہ سے بچو	۸۵
ایمان والو! کفار کی طرح مت ہو جاؤ	۸۶
بنی اسرائیل کی ایک اور خباثت، توریت کے علاوہ کتابوں کا انکار	۸۷
اہل کتاب کو ایمان اور تقویٰ کی دعوت	۸۸
جو بھی ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرے گا اس کو کامیابی ملے گی	۹۰
اہل کتاب کو ایمان نہ لانے پر زجر و توبیخ	۹۱
ایمان والوں کو اتحاد سے رہنا ضروری ہے	۹۳
اس امت کی فضیلت اور اس کے اسباب	۹۴
اہل ایمان پر اللہ کا احسان (بعثت رسول ﷺ)	۱۰۰
ایمان کے بدلہ کفر نہ خریدو	۱۰۲

فہرست عناوین

ایمان والو! دشمن کے مقابلہ میں مضبوط رہو	۱۰۳
ایمان والوں کے لئے بشارت عظمیٰ	۱۰۴
ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو	۱۰۵
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا مبارک انجام	۱۰۸
ایمان والوں کو دشمن سے مقابلہ کیلئے تیار رہنے کا حکم	۱۱۲
اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے	۱۱۳
شعائر الٰہی کی بے ادبی نہ کرو	۱۱۴
توکل علی اللہ کی برکات	۱۲۳
خُلّت کیلئے امتحان بھی ہوتا ہے	۱۲۴
قرآن کریم اللہ پاک کا نور ہے	۱۲۷
ایمان ہی ہدایت قلبی ہے	۱۳۳
عورتوں اور بچوں کی دشمنی سے بھی بچو	۱۳۵
دشمنی کے انداز	۱۳۷
صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہ کا مشورہ	۱۳۸
ایک پُر لطف حکایت	۱۳۹
ازواج ہی کو تنبیہ	۱۵۱
عبرت	۱۵۴

فہرست عناوین

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک	۱۵۵
رستم کا خواب	۱٦۸
رستم کی حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ گفتگو	۱٦۹
رستم کے ساتھ حضرت ربعی کی ایمان افروز گفتگو	۱۷۰
ہاتھیوں کا علاج	۱۷۲
حضرت ابو محجن ثقفیؓ کی بہادری	۱۷۳
رستم کا انجام	۱۷۵
حضرت عثمان بن مظعونؓ کی کیفیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت	۱۸۰
اذان کی حکمتیں اور فضیلتیں	۱۸۸
حبشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح	۲۰۴
کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں	۲۰٦
شراب و قمار کی وعیدات	۲۰۸
نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت	۲۱۰
ممنوعاتِ احرام سے بچو	۲۲۳
فضائل حج	۲۲۸
خالص اللہ کیلئے حج کرو	۲۳۸
اقسام حج	۲۴۱

فہرست عناوین

عوام کا حج	۲۴۲
ایک دیوانہ کا حج	۲۴۳
فضائل بدریین	۲۵۷
خیانت کی اقسام	۲۶۱
تقویٰ کی برکت	۲۶۵
زبردست نصیحت	۲۶۵
تقویٰ کے فوائد	۲۶۷
حکایت	۲۶۹
دشمن سے مقابلہ کے وقت ذکر اللہ	۲۶۹
بلا د اسلام فی حق الکافرین علی ثلاثۃ اقسام	۲۷۸
بشارت کبریٰ	۲۸۵
ایمان اور سچ کے حصول کا طریقہ	۲۸۶
حکایت	۲۹۳
ایمان دراصل دل کی کیفیت کا نام ہے	۳۲۴
سچے ایمان والے کون ہیں	۳۲۶
لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے	۳۳۱
قرآن اور پیغمبر کی سچائی کی ایک دلیل	۳۳۳
پہلے تبلیغ کس کو	۳۳۴

اہلِ ایماں کیلئے لے کے پیام آیا ہوں

وطن میں لے کے محبت کا میں جام آیا ہوں

شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی قدس سرہ

ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کیلئے عظیم بشارت ہے جیسا کہ اللہ پاک نے سورۂ لقمان میں چند ہی آیات کے بعد فرمایا:

اِنَّ الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا	بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَـمِـلُـوا الـصّٰـلِـحٰتِ لَهُمْ	اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے
جَنّٰتُ النَّعِيْمِ o خٰلِدِيْنَ فِيْهَا	نعمت کے باغات ہیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ
وَعْـدَاللّٰـهِ حَـقًّا وَّهُوَ الْعَزِيْزُ	رہیں گے یہ اللہ پاک کا سچا وعدہ ہے وہ
الْحَكِيْمُ o (سورۂ لقمان آیت: ۸،۹)۔	زبردست حکمتوں والا ہے۔

جب خود حکیم ہیں تو ان کا پورا کلام بھی حکمت پر مشتمل ہے۔

آگے اللہ پاک نے فرمایا:

وَلَـقَـدْ اٰتَيْـنَا لُقْمٰنَ	اور ہم نے لقمانؑ کو علقمندی اور حکمت
الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ	عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر ادا کریں اور جو شکر گذاری
يَّشْـكُـرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ	کرے گا تو اس کی شکر گذاری کا فائدہ اسی کو ہوگا
وَمَـنْ كَـفَـرَ فَـاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ	اور جو کفر کرے گا پس بے شک اللہ پاک بے
حَمِيْدٌ o (سورۂ لقمان آیت: ۱۲)۔	پرواہ ہے اور ہر حال میں قابل تعریف ہے۔

فائدہ: اللہ پاک کا شکر کرنا ان پر ایمان لانا ہے اور کفر کرنا ان پر ایمان نہ لانا ہے جو ایمان لائے گا اس نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا ان کا حق پہچانا اور جس نے کفر کیا اس نے اپنے رب کا حق نہ پہچانا اس کو آخرت میں بہت خطرناک سزا ملے گی۔

حضرت لقمانؑ کا تذکرہ

اکثر علماء کے نزدک حضرت لقمانؑ پیغمبر تو نہیں ہیں مگر ایک اعلیٰ درجہ کے متقی پاکباز انسان تھے جن کو اللہ پاک نے بڑی عقل وفہم اور علم وعمل، ایمان ویقین، تدبر وفکر، حکمت وفراست کے خزانوں سے نوازا تھا داؤدؑ سے پہلے انہیں کے فیصلہ کا فتویٰ چلتا تھا، جب داؤدؑ نبی بنا دئے گئے تو انہوں نے فتویٰ دینا ترک کر دیا جب ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو فرمایا اب مجھ سے زیادہ اہل اللہ کے نبی مبعوث ہو چکے ہیں اور میری کفایت کر لی گئی پھر میں کیوں نہ باز رہوں (روح البیان ص:۳۷، ج:۷)۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ان کو نبوت اور حکمت کے درمیان اختیار دیا تھا انہوں نے نبوت کی بھاری ذمہ داری قبول نہ کر کے حکمت اور اس کی اشاعت کو قبول کیا اور بعض حضرات نے حکمت کو بمعنی نبوت لیا ہے جیسے عکرمہ وشعبیؒ ہیں، حضرت لقمانؑ کی حکمت کی باتیں اور وصایا عرب وعجم کے تمام طبقات میں مشہور اور رائج تھیں ان میں سے کچھ باتوں کو اللہ پاک نے اپنے مقدس کلام میں بھی جگہ دی ہے جس سے حضرت لقمانؑ کی علم وحکمت، عقل وفہم کا کمال ومرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت کی ہے اور ان کے کلمات میں سے آٹھ باتیں بطور خاص اخذ کی ہیں۔

(۱) جب تم نماز میں مصروف ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو (۲) اگر تم کھانے پینے میں لگو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو کہ حرام ومکروہ حلق میں نہ جائے (۳) اگر تم دوسرے کے مکان میں ہو تو اپنی آنکھ کی حفاظت کرو اس کے اہل خانہ اور مال پر غلط نظر نہ

ڈالو (۴) جب تم لوگوں کے درمیان بیٹھوتو اپنی زبان کی حفاظت کرو کوئی غلط نہ نکل جائے جس سے نقصان اٹھانا پڑے (۵) دو باتوں کو خوب یاد کرو اور دو باتوں کو بھول جاؤ (۶) وہ دو باتیں جو یاد رکھنے کے لائق ہیں اللہ پاک کو اور اپنی موت کو اور جو دو بھول جانے کے لائق ہیں (۷) یعنی اپنے ان احسانات کو جو دوسروں پر کئے گئے ہیں (۸) اور دوسروں نے تمہارے ساتھ جو برائی کی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں جو شخص تمام چیزوں کو جانے اور اپنے اللہ کو اپنے رب کو اپنے حقیقی معبود و محبوب کو نہ جانے وہ حکیم کہے جانے کے لائق نہیں ہے اس لئے اس نے سب سے جلیل و عظیم اور سب سے افضل و اعلیٰ ذات کو ہی نہیں پہچانا۔

امانت کی ادائیگی

حضرت لقمانؑ تشریف فرما تھے اور اپنی مجلس میں حکمت کے صدا بہا موتی جھاڑ رہے تھے، ایک شخص آیا اس نے کہا کہ تم وہی تو ہو جو پہلے بکریاں چرایا کرتے تھے فلاں فلاں جگہ ،فرمایا بالکل صحیح ہے ، کہنے لگا اب تم اس مقام پر کیسے پہنچ گئے جواب ساری دنیا اور میں دیکھ رہا ہوں ، فرمایا سچائی نے اور فضول باتوں سے خاموشی برتنے کی برکت نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے، حضرت لقمان کافی کافی دیر تک خاموش رہتے تھے اور غور وفکر کرتے رہتے گہرائی کے ساتھ معاملات کا حل نکالتے ، راستوں میں نہ تھوکتے نہ فالتو کھنکھارتے اور نہ غیر مناسب استنجا کرتے اور نہ غیر مناسب جگہ غسل کرتے نہ فالتو ہنستے اور اپنے بیٹے سے فرماتے تھے کہ اے بیٹا حکمت نے مساکین کو بادشاہوں کہ جگہ بٹھا دیا جب تم کسی مجلس میں پہنچو تو سلام

کر کے داخل ہواور ایک طرف بیٹھ جاؤ اور جب تم کو بات کرنے کا اشارہ نہ ہو مت بولو اگر لوگ اللہ پاک کے ذکر میں مشغول ہوں تو تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور اگر وہ لایعنی باتوں میں مشغول ومصروف ہوں تو تم وہاں سے ہٹ جاؤ۔

ایک بار حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹا میں خاموش رہنے پر کبھی شرمندہ نہ ہوا، کلام اگر چاندی ہے تو سکوت سونے جیسا ہے، اے بیٹا اللہ پاک کی عبادت کو اپنی بہترین تجارت بناؤ نفع بلاخرچ کے وصول ہوں گے، اللہ سے ڈر اور لوگوں کو مت دکھا کہ تو اللہ سے ڈرتا ہے اور نیک ہوگیا کہ وہ تیرا اکرام کریں گے حالانکہ تو اندر سے اس لائق نہ ہوگا۔

جاہل کی محبت سے خوش مت ہو ورنہ وہ یہ سوچ کہ تم اس کے عمل سے راضی ہو اور کسی حکمت والے شخص کی بات سے غصہ مت ہو جانا ورنہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے گا اور آئندہ حکمت کی بات بتانے سے رک جائے گا، کبھی فرماتے کہ بیٹا ذکر اللہ کی مجلس میں ضرور بیٹھو، علم کی مجلس میں بیٹھو اگر تو عالم ہے تو تیرے علم سے ان کو فائدہ ہوگا اور اگر تو غیر عالم ہے جاہل ہے تو ان کے علم سے تجھ کو فائدہ ہوگا۔

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم   تا از و گردی تو بینا و علیم
منبع حکمت شود حکمت طلب   فارغ آید او ز تحصیل و سبب

مردِ دانا سے دانائی کا طالب بن۔ تاکہ تو اس سے صاحبِ بصیرت اور عالم بنے۔ دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بن جاتا ہے۔ وہ تحصیلِ علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے (مثنوی شریف رص:۱۳۴ر دفتر اول)۔

چند حکمت کی باتیں

حکمت کی باتوں میں سے چند باتیں یہ بھی ہیں: (۱) اے بیٹا تمہارے کلمات عمدہ ہونے چاہئیں اور تمہارا چہرہ ہشاش بشاش ہونا چاہئے تم اس شخص سے زیادہ لوگوں کی نظر میں محبوب ہو جاؤ گے جو سخاوت کرتا ہے (۲) نرمی حکمت و عقل کی سردار ہے (۳) جب تم لوگوں پر رحم کرو گے تو منجانب اللہ تم پر رحم و کرم کی بارش ہوگی (۴) جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا (۵) اپنے دوست اور اپنے والد کے دوست کے ساتھ محبت سے پیش آؤ (۶) ابو قلابہ سے مروی ہے کہ حضرت لقمانؑ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صبر والا کون ہے؟ فرمایا جو صبر کے بعد تکلیف نہ دے، پوچھا گیا سب سے زیادہ علم والا کون ہے، فرمایا جو سن کر اپنے علم میں اضافہ کرتا ہو، فرمایا سب سے بہتر کون ہے، فرمایا غنی، عرض کیا گیا غنی سے مراد مالدار ہے، فرمایا نہیں بلکہ وہ شخص ہے جب اس کے پاس خیر تلاش کی جائے تو مل جائے ورنہ اپنے آپ کو دوسروں سے مستغنی رکھے (۷) حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمانؑ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا کون ہے، فرمایا جو اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ لوگ اس کو برائی کرتا دیکھیں یعنی جس کو لوگوں کی شرم و حیا نہ ہو (۸) اے بیٹا تمہارا کھانا اتقیاء لوگ کھائیں تو یہ بہتر ہے اور فرمایا کرتے علماء سے مشورہ کیا کرو (البدایہ والنہایہ ص:۱۵۲ / ج:۲)۔

مروی ہے کہ ایک بار حضرت لقمانؑ دوپہر کے وقت آرام فرمارہے تھے کہ ندا آئی کہ اے لقمانؑ کیا تجھ کو زمین میں اللہ پاک کا خلیفہ اور نبی نہ بنا دیا جائے؟ تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ قضاء و فتویٰ دیا کرو، آواز کے مطابق انہوں نے

جواب دیا اگر میرے پروردگار مجھ کو اختیار دیتے ہیں تب تو میں عافیت کو اختیار کروں گا اور آزمائش کو قبول نہ کروں گا اور اگر یہ میرے رب کا فیصلہ ہے تو سننے اور اطاعت کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے، اس لئے میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اس کو قبول کیا تو ضرور اللہ پاک میری اعانت ونصرت اور حفاظت فرمائیں گے۔

المفتی بین جمرتین

فرشتوں نے آواز دیکر کہا اے لقمانؑ تم ایسا کیوں کررہے ہو اور کہہ رہے ہو، فرمایا کہ اس لئے فیصلہ اور فتویٰ دینے والا ایک امتحان اور آزمائش کے عالم میں ہوتا ہے اس کے چاروں طرف ظلم گھومتا ہے اگر اس نے فیصلہ اور فتویٰ درست دیا تو خیر نجات مل گئی اور اگر اس سے خطا ہوگئی تو جنت کا راستہ بھٹک گیا جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی دنیا کے فتنوں میں مبتلا ہوا اور آخرت کی خیر کو نہ پہنچے گا، فرشتوں کو ان کے عمدہ جواب سے تعجب ہوا پھر دوبارہ سو گئے جب دوسری بار بیدار ہوئے اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے حکمت عطا فرمائی جوان کی زبان سے موتیوں کی طرح نکلتی تھی۔

دیکھئے کس قدر اللہ پاک کے ساتھ ادب کا معاملہ فرمایا اور امیہ بن ابی الصلت کو اپنے تئیں مٹی بنائے جانے کی امید تھی اور بہت بلیغ انسان تھا بلغاء عرب میں اس کا شمار ہوتا تھا، ایک بار سو رہا تھا ایک پرندہ آیا اور اس نے اپنی ذراسی چونچ اس کے منھ میں ڈالی جب بیدار ہوا تو سارے علوم بھول چکا تھا چونکہ وہ اللہ پاک کے ساتھ بے ادبی کرتا تھا، الغرض جب نبوت ورسالت کو حضرت لقمانؑ نے قبول نہ کیا تو داؤدؑ کو اس مرتبہ پر فائز کیا گیا انہوں نے اس کو قبول کرلیا اور کوئی شرط نہیں لگائی اس وجہ سے بعض کمزوریاں واقع

ہوگئیں جن کواللہ پاک نے اپنے فضل خاص سے معاف فرمایا اوران کیلئے بہترین انجام اور بلند مرتبہ کا ذکرفرمایا: **وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰب** o حضرت لقمانؑ اپنی حکمت سے ان کا تعاون فرماتے تھے، ایک بار داؤدؑ نے ان سے فرمایا اے لقمان تم کو حکمت عطا فرمائی گئی ہے اورتم نے اپنے آپ کوآزمائشوں سے محفوظ رکھا ہے اور داؤد کو یہ خلافت ارضی ''نبوت'' ورسالت دی گئی،ساتھ ساتھ آزمائش اورامتحان بھی رکھا گیا ہے۔

درقصر عافیت چہ نشینیم اے سلیم مارا کہ ہست معرکہای بلانصیب

پھر جبکہ حکمت اللہ پاک کی ایک عظیم نعمت ہے تو حضرت لقمانؑ کواس کے شکر کا حکم ملا جس کوانہوں نے پورے طور پر نبھایا ہے (روح البیان ص:۵۷ ج:۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جوشخص چالیس دن اللہ پاک کیلئے اخلاص عمل اختیار کرے اللہ پاک اس کے قلب پرحکمت کے چشمے جاری فرمادیتے ہیں **من اخلص للہ اربعین یوما الخ** (مشکوٰۃ)۔

حضرت علیؓ نے فرمایا حکمت مؤمن کا گم شدہ مال ہے جہاں بھی ملے اس کو حاصل کرلے: **الحکمۃ ضالۃ المؤمن اخذھا حیث وجدھا ولومن افواہ المشرکین** (روح البیان ص:۸۸ ج:۷)۔

نصائح قرآنیہ بزبان لقمانؑ

اب وہ نصیحتیں لکھی جاتی ہیں جواس سورتِ مقدسہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کوخاص نصیحت کی کہ بیٹا شرک مت کرنا کیونکہ شرک کرنا بہت بڑی ناانصافی کی بات ہے،اس سے تیری ناانصافی کی بات کیا ہوگی کہ

عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دیدیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا کہ اشرف المخلوقات ہوکر خسیس اور گھٹیا چیزوں کے سامنے اپنا سر عبادت کیلئے جھکائے **لا حول و لا قوة إلا بالله** (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ خدا پاک جل وعلا خالق ارض وسموات کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا سب سے بڑی جہالت اور حماقت ہے اور انسانیت کی توہین وتذلیل ہے کہ اللہ پاک نے اس کو اپنی مخلوقات میں سب سے اشرف بنایا اور اعزاز بخشا یہ پھر پتھروں، درختوں، عورتوں کی تصویروں، یا مردوں کی تصویروں کے سامنے جھک رہا ہے اور ایسی بے حقیقت چیزوں کو منعم حقیقی کے برابر سمجھ رہا ہے حضرت لقمانؑ کا بیٹا اور بیوی پہلے مشرک تھے ان کی نصیحت وعظ اور فکر نے اس کو ایمان وہدایت پر کھڑا کر دیا، معلوم ہوا کہ وعظ ونصیحت کا کتنا بڑا فائدہ ہے اس کے بعد والدین کے ساتھ باری تعالیٰ نے حسن سلوک کا حکم دیا چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں شرک کے معاملہ میں ان کی اطاعت حرام ہے مگر ان کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کا حکم ہے، پھر فرمایا: وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَـــيَّ اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہوا یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کے طریقہ پر چلنا چاہئے دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید اور اطاعت نہ کرنی چاہئے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں صالحین مخلصین کامل الایمان حضرات کی اتباع کرنے کا حکم فرمایا جارہا ہے جو لوگ ائمہ ہدی ائمہ دین ائمہ سلوک واحسان کے طریقوں کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی اتباع کو اس سے جوڑ کر دیکھتے ہیں جو کفار اپنے آباء جہال کی کرتے ہیں ان کی یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے یہ اتباع جہال کی

ہے اور سلف صالحین ائمہ مخلصین کی اتباع وتقلید کہاں اس کا تو یہاں حکم دیا جا رہا ہے۔

صاحبِ روح البیان ؍ص:۸۰؍ج:۷؍ پر لکھتے ہیں کہ یہ آیت پاک کفار وفساق کی صحبت سے بچنے پر زور دیتی ہے اور صالحین عارفین مؤمنین کاملین کی صحبت کی ترغیب دیتی ہے کیونکہ مصاحبت ومقارنت موثر ہے اور طبیعت اپنے اندر اچھائی اور برائی کو جذب کرتی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت نہایت ضروری ہے

اسی کو باری تعالیٰ شانہ نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ o (سورۂ توبہ آیت:۱۱۹)۔	اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچے انسانوں کے ساتھ رہو۔

معلوم ہوا کہ تقویٰ بغیر متقین کے پاس وقت لگائے ہاتھ نہیں لگتا ہے، حضرت اقدس شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سچے اور اچھے متقی حضرات دنیا میں ہمیشہ رہیں گے تب ہی تو باری تعالیٰ شانہ ان کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرما رہے ہیں، صحبت کی تاثیر مسلّم ہے اگر آدمی اچھے آدمی کے پاس نشست وبرخاست رکھتا ہے تو اس کی طبیعت میں نیکی وصلاح کے اثرات آتے ہیں اور اگر آدمی برے آدمیوں کی مجالست ومصاحبت رکھتا ہے تو اس کے اندر ان کے اثرات آتے ہیں ساری دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے، خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو اہل اللہ کی صحبت میسر آجائے اور وہ ان سے عقیدت ومحبت کا تار جوڑے تاکہ ان کے ساتھ کنکشن کی وجہ سے

ان کے دل ودماغ اعضاء وجوارح پرانوار طاعت الٰہی انورامعرفت ومحبت ظاہر ہوں گےحضرت اقدس مولانا جلال الدین رومیؒ مثنوی رص:۱۰۱ردفتر اول میں فرماتے ہیں:

یک زمانے صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی　　چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی
مہرِ پا کاں درمیانِ جاں نشاں　　دل مدہ الا بمہرِ دل خوشاں
کوئے نو میدی مرو کامید ہا ست　　سوئے تاریکی مر وخورشید ہا ست
دل ترا در کوئے اہلِ دل کشد　　تن ترا درحبس آب وگل کشد
ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے　　رو بجو اقبال را از مقبلے
دست زن در ذیل صاحب دولتے　　تا ز افضالش بیابی رفعتے
صحبتِ صالح ترا صالح کند　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

ترجمہ:تھوڑی سی دیراولیاء کی ہم نشینی ۔سوسالہ بےریاعبادت سے بہتر ہے۔ اگرتو سنگ خارہ اورسنگ مرمر ہو۔جب صاحبِ دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا۔ پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھالے۔خوش دل لوگوں کی محبت کےعلاوہ دل نہ دے۔ مایوسی کے کوچہ میں نہ جا کیونکہ امیدیں ہیں۔اندھیرے کی طرف نہ جا سورج ہیں۔دل تجھے اہلِ دل کےکوچہ کی طرف کھینچتا ہے۔اورجسم تجھے پانی مٹی کے قیدخانہ کی طرف کھینچتا ہے۔ ہاں کسی دل والے سےلیکردل کوخوراک دے۔ جا کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر۔کسی دولت والے کا دامن تھام لے۔تا کہ اس کی بزرگی سےتو بلندی پالے۔ نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی۔ بدبخت کی صحبت تجھے

بد بخت بنائے گی (مثنوی شریف رص:۱۰۱ دفتر اول)۔

اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنے کا طریقہ

جو شخص اللہ پاک کے ساتھ بیٹھنا چاہے وہ اہل اللہ کے پاس بیٹھے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے اس کو وصول الی اللہ کی دولت کبریٰ مل جائے گی اور اس کے خانہ دل میں خدا تعالیٰ کا نور داخل ہوگا اسی لئے بزرگوں نے فرمایا: **اصحبوا مع اللہ فان لم تسطع ان تصحب مع الله فاصحب من يصحب مع الله** یعنی اللہ کے پاس بیٹھو اگر تم یہ نہ کر سکو تو ان کے ساتھ بیٹھو جو اللہ کے ساتھ بیٹھتے ہیں تب فانی انسان کا وجود اللہ پاک کے وجود میں شامل ہو کر حیات جاودانی پائے گا۔

حضرت مولانا رومیؒ مثنوی رص: ۷۷ ر دفتر اول میں فرماتے ہیں:

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت — دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت
سیل چوں آمد بدریا محو گشت — میغ پیش تیغ شمسی ضحو گشت
چوں تعلق یافت ناں بابوالبشر — نان مردہ زندہ گشت وبا خبر
موم وہیزم چوں فدائے نار شد — ذات ظلمانی او انوار شد
سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگان — سنگ بینائی شد اینجا دیدہ باں
روحہائے کز قفسہا رستہ اند — انبیاء و رہبر شائشہ اند
از بروں آواز شاں آید بریں — کہ رہ رستن ترا اینست ایں

ترجمہ: سیلاب دریا میں پہنچا دریا بن گیا۔ دانہ جب کھیت میں پہنچا کھیتی بن گیا۔

سیلاب جب دریا میں پہنچا فنا ہوگیا۔ ابر سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بن گیا۔ روٹی کا تعلق جب حضرت آدمؑ سے ہوا۔ مردہ روٹی زندہ اور باخبر ہوگئی۔ موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی۔ اس کی تاریک ذات انوار بن گئی۔ سرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہنچا۔ بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا۔ جو روحیں پنجروں سے آزاد ہوگئی ہیں انبیاء اور شائستہ مرشد ہیں۔ باہر سے ان کی آواز اس طرح آتی ہے۔ کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے (مثنوی رص: ۷۷ار دفتر اول)۔

یہی وجہ ہے کہ تمام اسلاف عظام نے اس پاک طریق کو اپنایا اور اپنے اپنے دور کے مرشدوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور مجاہدات کئے جو انہوں نے بتائے اور تلقین کئے اور ذکر و شغل کی محنت میں لگے اور ان کی طویل صحبت اختیار کی اور ان کی برکت سے وہ بھی اونچے کمالات پر فائز ہوئے۔

ظاہر ہے کہ علم تجوید وقرأت کسی قاری اور مجوِّد کی صحبت میں رہ کر وقت لگانے اور ان کے بتائے طریقہ پر چلنے سے آسکتی ہے اس کے بغیر اس فن میں عبور ناممکن ہے ایسے ہی علم تفسیر بغیر مفسرین کرام کی خدمت میں رہے اور وقت لگائے نہیں آسکتا، علم حدیث شریف کیلئے حضرات محدثین کے پاس رہنا اور وقت لگانا ضروری ہے جس نے جس قدر وقت لگایا اسی کے بقدر اس کو کمال وعروج حاصل ہوا، ٹھیک اسی طرح ولایت ومعرفت، صحبت وعشق الٰہی بغیر اولیاء اللہ کے پاس وقت لگائے اور ان کی تربیت واصلاح کے کیسے ممکن ہے جس طرح مٹھائی مٹھائی والے کی دوکان سے ہی حاصل کی جاتی ہے کوئی احمق مٹھائی تلاش کرنے کیلئے لوہار کی دوکان پر نہیں جاتا،

سبزی اسی کی دوکان سے، پھل اسی کی دوکان سے، ایسے ہی حرفت وصنعت اس کے ماہر سے ہی حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح عشق ومعرفت الٰہی کے حصول کیلئے عاشقین عارفین کے دروازہ ہی پر جانا ہوگا اس بات کو سمجھنے میں لوگوں کو دشواری آرہی ہے حالانکہ یہ بالکل واضح بات ہے دراصل بات یہ ہے کہ اس طریق کی اہمیت وعظمت اورضرورت سے ان کے دلوں میں شک وشبہ، انکار واباء ہے اوروہ آزادطبیعت کی وجہ سے ادھر چلنا دشوار محسوس کرتے ہیں جیسے نماز بھی دشوار ہے ہاں مگر خاشعین کیلئے، حالانکہ وہ تو ایسا فریضہ ہے جوسب کومعلوم ہے۔

الغرض باری تعالیٰ شانہ نے یہاں بڑی تاکید کے ساتھ حکم فرمایا کہ منیبین، مخبتین اور خاشعین اہل اللہ اہل دل کا راستہ اپناؤ تب کام بنے گا، حضرت ابراہیم خواص ؒفرماتے ہیں کہ قلب کی دواء پانچ چیزیں ہیں (۱) قرآن کریم کوتدبر سے پڑھنا (۲) پیٹ کوحرام ومکروہ سے خالی رکھنا، حلال بھی زیادہ نہ کھانا، تہجد پڑھنا بوقت سحر اللہ کے سامنے رونا اوراچھے انسانوں کی صحبت میں رہنا (روح البیان رص:۸۱رج:۷)۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزندار جمند کو یہ بھی نصیحت کی کہ اگرکوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوکسی پتھر یا آسمانوں میں یازمین میں اللہ پاک اس کوبھی حاضر کردیں گے بیشک اللہ پاک ہر چھپی شے سے واقف وباخبر ہیں، یعنی اچھائی اور برائی کتنی بھی چھپ کر کی جائے اورکہیں بھی کی جائے سب اللہ پاک کے علم میں ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے لطیف یعنی مخفی چیزوں کے بھی عالم اور باخبر ہیں

بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست کہ پیدا و پنہاں بنزدش یکیست

(روح البیان رص:۸۲رج:۷)

اورخبیر وہ جودقیق اور باریک باتوں سے باخبر ہو جہاں تک دوسرا نہ پہنچ سکے:

يَـابُـنَـيَّ اَقِـمِ الصَّلَاةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَـلٰـى مَـآ اَصَـابَـكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۂ لقمان آیت:۱۷)۔

بیٹا! نماز پڑھا کراوراچھے کاموں کی نصیحت کیا کراور بری باتوں سے منع کراور جوتکلیف پہنچےاس پرصبر کر بیشک یہی ہمت کے کام ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز قائم کرنا امر بالمعروف کرنا اور نہی عن المنکر کرنا وغیرہ قدیم شریعتوں میں بھی تھیں اوران اشیاء کی ترغیب وہاں بھی دی جاتی تھی اور ہماری شریعت میں تو ان چیزوں کی زبردست اہمیت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو صابر ہونا چاہئے اگراس کے یہ کام لوجہ اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے کہ یہ تکلیفیں ذات باری کے سلسلہ میں آرہی ہیں۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بلاء ومحنت یعنی آزمائش تکلیف یہ محبت کے لوازم میں سے ہیں لہذا مرید صادق کو طلب مولیٰ کے درمیان جوخوف دشمن کا ظاہر وباطن میں پہنچے اور بھوک وغیرہ اور کشف وکرامات کا حصول نہ ہو یا مال وثمرات انفس واولاد کا نقصان پیش آئے تو پریشان نہ ہو اور صبر کرے اوران بشارتوں کا مستحق بنے جو صابرین کیلئے آئی ہیں۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو خاص یہ نصیحت کی:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ	اور لوگوں سے اپنا رخ مت
لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ	پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک
مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ	اللہ پاک کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے
مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ o (سورۂ لقمان آیت:۱۸)۔	والے کو پسند نہیں فرماتے (بیان القرآن)۔

اور حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ فرمایا: اور اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کرو بلکہ خندہ پیشانی سے ملو نہ بہت دوڑ کر چلا کرو وقار کے خلاف ہے، نیز گر جانے کا بھی خطرہ ہے اور نہ گن گن کر قدم رکھو کہ متکبرین کی وضع ہے متوسط رفتار اور تواضع وسادگی کے ساتھ چلو جس کو دوسری جگہ فرمایا: یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا o (سورۂ فرقان) کہ اللہ کے نیک بندے تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔

جس کو فرمایا:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ	اور اپنی رفتار میں اعتدال
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ	اختیار کر اور اپنی آواز پست کر بیشک
اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ	آوازوں میں سب سے بری آوز
الْحَمِیْرِ o (سورۂ لقمان آیت:۱۹)۔	گدھے کی آواز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نہ بہت شور مچاؤ اور نہ اتنی پست آواز نکالے کہ دوسرے سن بھی نہ سکیں، شور وشغب مچانے سے نفرت دلانے کیلئے فرمایا کہ سب سے بری آواز گدھے کی ہے آدمی ہو کر گدھے کی طرح آواز نکالنا چیخنا چلانا مناسب نہیں ہے (بیان القرآن)۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب تم گدھے کی آواز سنوتو **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** کہو کیونکہ شیطان کو دیکھتا ہے اور جب مرغا چلائے تو دعا کرو یہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور مرغے کو برانہ کہو (رواہ البخاری)۔

معلوم ہوا کہ گدھے کو شیطان کے ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت ہے بخلاف مرغے کے وہ عرش کے نیچے بولتا ہے (روح البیان/ص:۸۷/ج:۷)۔

فائدہ: ان آیات کریمہ میں اخلاق ومروت کی کس قدر نافع تعلیم دی گئی کہ سب لوگوں کو چاہئے غریب وفقیر ہوں یا مالدار برابر جانو اور عمدہ انداز سے ملاقات کرو کسی کو بھی حقیر نہ جانو اور کسی کے ساتھ بھی متکبرانہ انداز اختیار نہ کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اللہ پاک نے تمہیں دی ہیں اگر تم نے ایسا کیا تو ایک مدت میں جس چیز کی تم نے اصلاح کی تھی ایک منٹ میں تم اس کو خراب کرنے والے بن جاؤ گے (روح البیان/ص:۸۴/ج:۷)۔

فخر کی ممانعت

فخر کے متعلق آیت میں وعید مذکور ہے کہ اللہ پاک فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے **ان الله لا يحب كل مختال فخورo**۔

عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خرج رجل ممن كان قبلكم في حلة له يختال فيها فأمر الله الأرض فأخذته	ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بطور فخر نکلا دور جاہلیت میں عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا اللہ پاک نے زمین کو حکم دیا زمین نے اس کو پکڑ لیا

فهو يتجلجل فيها إلىٰ يوم القيامة (ترمذی شریف،ص:۵۷،ج:۲)۔	اور وہ زمین کے اندر ہی دھنستا ہوا چلا جائے گا تا قیامت۔

کہا گیا ہے کہ یہ قارون ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسرا ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں بھی فخر کی ممانعت وارد ہوئی ہے:

عن أبی هریرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لینتهین أقوام یفتخرون بآبائهم الذین ماتو إنماهم فحم جهنم أولیکونن أهون علی الله من الجعل الذی یدهده الخراء بأنفه أن الله أذهب عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها بالاٰباء إنما هو مؤمن تقی وفاجر شقی الناس بنواٰدم واٰدم خلق من التراب (ترمذی شریف،ص:۲۳۲،ج:۲)۔	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اپنے ان آباء واجداد پر فخر کرنے سے باز رہیں (جو زمانۂ جاہلیت میں مرگئے) وہ جہنم کا کوئلہ ہیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائے گا جو اپنی ناک سے گوبر کی گولیاں بناتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے جاہلیت کے تکبر اور آباء واجداد کے فخر کو دور کردیا ہے اب تو لوگ یا تو مؤمن متقی ہیں یا فاجر بدبخت اور نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

(۳) عن أبی هریرةؓ	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ
أن رسول الله صلی الله علیه	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وسلم قال قد أذهب الله	تم لوگوں سے زمانۂ جاہلیت کے تکبر اور
عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها	باپ دادا پر فخر کرنا دور کر دیا ہے اب دو
بالآباء مؤمن تقی وفاجر	قسم کے لوگ ہیں متقی مؤمن یا بدکار اور
شقی والناس بنو اٰدم واٰدم من	بد بخت، پھر سب لوگ آدم کی اولاد ہیں
تراب (ترمذی شریف ص:۲۳۲، ج:۲)۔	اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ اگر اپنے گھوڑے اور اسکے دوڑ بھاگنے پر فخر کرے تو یہ تو خوبی تیرے گھوڑے کی ہوئی نہ کہ تیری ذات کی اور اگر اپنے کپڑوں پر فخر کرے اور اپنے آلات پر تو یہ کمال و جمال تیرے کپڑوں کا ہوا نہ کہ تیرا اور اگر تو نے اپنے آباء واجداد پر فخر کیا تو یہ کمال تو ان کا ہوا نہ کہ تیرا اور تو کہہ رہا ہو کہ ہمارے کمالات ہیں جبکہ یہ سب کمالات دوسروں کے ہوگئے نہ کہ تمہارے اور اگر تم نے ایسی چیز پر فخر کیا جو تمہارے اندر ہوگی نکلنے والی نہ ہو تب تو کوئی بات بھی ہوگی۔

اور جب دنیا کی کوئی چیز تمہیں پسند آئے تو تم اپنے فنا ہونے اور اس کے باقی رہنے یا اس کے فنا ہونے اور پانے باقی رہنے یا دونوں کے فنا ہونے کو یاد کرو اور سمجھو کہ وہ چیز جلدی تمہارے ہاتھ سے نکلنے والی ہے اور اگر وہ تمہارے پاس رہ بھی گئی تو تم کو اس کا حساب و کتاب قیامت میں دینا ہوگا اگر تمہارا قیامت پر ایمان ہے۔

قیمتی پیالہ

ایک بادشاہ کے پاس ایک بہت قیمتی پتھر کا بنا ہوا پیالہ لایا گیا جو ایسے جواہرات سے مزین اور مرسع تھا جس کی اس وقت نظیر نہ تھی، بادشاہ اس کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا خوشی کی حد نہ رہی وہاں اس کے پاس ایک حکیم شخص بیٹھا تھا اس بادشاہ نے اس سے پوچھا دیکھا کس قدر عمدہ ہے تیرا کیا خیال ہے، اس حکیم نے کہا کہ یہ پیالہ ایک فقر ہے اور ایک مصیبت کے سوائے اور کچھ نہیں ہے، بادشاہ نے کہا کیسے؟ حکیم نے جواب دیا اگر یہ پیالہ چوری ہو گیا تو فقر و غربت کا سبب ہوگا اور اگر ٹوٹ گیا تو بڑی مصیبت آئے گی، تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے تم امن و امان اور راحت میں تھے نہ فقر کا خوف تھا اور نہ مصیبت کا ڈر تھا آخر کار ایک دن وہ پیالہ ٹوٹ ہی گیا، بادشاہ پر بڑی مصیبت ٹوٹی اور اس نے کہا اس حکیم نے سچ کہا تھا کاش یہ ہمارے پاس لایا ہی نہ جاتا کیونکہ جس قدر قیمتی شئے ہوتی ہے اس کے ضائع ہونے کا بھی غم اسی قدر رہوتا ہے (روح البیان/ص:۸۵/ج:۷)۔

حکایت

ایک بار حضرت لقمانؑ کو جب کہ وہ کسی کے غلام تھے، ان کے آقاء نے ایک پھل دیا اور کہا اس کو کھاؤ خربوزہ تھا یا اور کوئی پھل، حضرت لقمانؑ بڑے مزہ سے کھاتے رہے مالک دیتا رہا اور وہ کھاتے رہے آخر کار مالک نے یہ خیال کیا کہ پھل کتنا عمدہ ہے میں بھی تو کچھ کھا کر دیکھوں اس نے اس کو جو کھایا اس کی کڑواہٹ سے پورا حلق کڑوا ہو گیا اور حالت خراب ہوگئی، مالک نے سوال کیا اے لقمان اس قدر ترش پھل کو تم آرام سے کھاتے رہے اور کچھ بھی پریشانی میرے سامنے ظاہر نہ کی، عرض کیا کہ اے میرے

آقاء ہزاروں بار تمہارے پیارے ہاتھوں سے عمدہ عمدہ چیزیں کھائی ہیں اگر اس بار ایک چیز ترش آگئی تو میں اس کے کھانے سے انکار کرتا یہ بدلحاظی ہوتی اور ادب کے خلاف تھا، آقاء نے جواب سنا تو حیران رہ گیا اور اس قدر عظمت ان کی دل میں آئی کہ ایسے شخص کو غلام بنانا زیبا نہیں ہے، یہ تو اس لائق ہے کہ ہم جیسے ہزاروں لوگ اس کے غلام بنیں، تب سے اس نے ان کے ساتھ غلام والا برتاؤ چھوڑ دیا اور آقاء والا معاملہ کرنے لگا۔

مثنوی شریف رص:۱۵۱ر دفتر دوم میں حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

که لقمان را که بنده پاک بود　　روز و شب در بندگی چالاک بود
خواجه لقمان چوں لقمان را شناخت　　بنده بود او را و با او عشق باخت
خواجه اش میداشتے در کار پیش　　بهترش دیدے ز فرزندانِ خویش
زانکه لقمان گرچه بنده زاده بود　　خواجه بود و از هوا آزاده بود
خواجه لقمان بظاهر خواجه وش　　در حقیقت بندهٔ لقمان خواجه اش
بود لقمان بنده شکلے خواجه　　بندگی بر ظاهرش دیباجه
خربزه آورده بودند ارمغاں　　لیک غائب بود لقماں آں زماں
گفت خواجه با غلامے کے فلاں　　زود رو فرزند لقمان را بخواں
چونکه لقمان آمد پیشش نشست　　خواجه پس بگرفت سکینے بدست
چوں برید و داد او را یک بریں　　ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں
از خوشی که خورد داد او را دوم　　تا رسید آں گرچها تا ہفدہم
ماند گرچے گفت ایں را من خورم　　تاچه شیریں خربز ست ایں بنگرم

ترجمہ: کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمان جو ایک اچھے غلام تھے۔ دن رات خدمت گاری میں چست تھے۔ حضرت لقمان کے آقا نے جب لقمان کو پہچان لیا۔ ان کا غلام ہو گیا اوران پر فریفتہ ہو گیا۔ آقا ان کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا۔ اپنی اولاد سے بھی زیادہ ان کو سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت لقمان اگرچہ غلام زادہ تھے۔ لیکن آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے۔ حضرت لقمان کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے، حقیقتاً غلام ہے لقمان اس کے آقا ہیں۔ لقمان بظاہر غلام حقیقتاً آقا تھے۔ غلامی ان کے ظاہر کا عنوان تھی۔ تحفے میں خربوزہ لائے تھے۔ لیکن اس وقت حضرت لقمان موجود نہ تھے۔ آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے۔ جلد جا عزیز لقمان کو بلالا۔ جب حضرت لقمان آئے اوراس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی۔ جب تراشا اوران کو ایک قاش دی۔ انہوں نے اس کو شکر وشہد کی طرح کھالیا۔ چونکہ انہوں نے خوشی سے کھایا ان کو دوسری دی۔ یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچی۔ ایک قاش بچی تو بولا اس کو میں کھاؤں گا۔ تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے (مثنوی شریف رص: ۱۴۷رتا ۱۵۲ردفتر دوم)

اسلام اوراحسان

ان سب حکمتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی پکا مؤمن اور سچا مسلم بن جائے اخلاص والا، تاکہ مضبوط حلقہ (عروہ وثقی) پکڑنے والا ہو جائے اورانجام بہتر ہو، باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○ (سورۃ لقمان آیت:۲۲)۔

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ پاک کے حوالہ کردے اس حال میں کہ وہ مخلص بھی ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا او رانجام سب کاموں کا اللہ پاک کی طرف ہوگا۔

فائدہ: یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو حق کے تابع کردیا عقائد میں بھی اور اعمال میں بھی اور احسان یعنی اخلاص کو اختیار کیا اور اعمال اچھی طرح کئے احسان عمدہ انداز سے کام کرنے کو بھی کہتے ہیں اس نے حسن وکمال کا خیال رکھا جو بھی اس عمل کیلئے ضروری ہے اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا یہ اس شخص کے مشابہ ہوگیا جس نے مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں تھام لیا کہ گرنے سے مامون رہتا ہے، اسی طرح یہ شخص ہلاکت وخسران سے محفوظ ہوگیا (بیان القرآن)۔

ایسے ہی روح البیان رص:۹۲رج:۷رمیں فرمایا کہ یہ بطور مثال ہے اس شخص کیلئے جو کسی اونچے پہاڑ سے گرنے والا ہو اور اس نے مضبوط رسی پکڑ لی ہو جو وہاں اوپر سے کسی نے لٹکائی ہو جس کے بعد گرنے کا خطرہ نہ ہو، عروہ وثقی مضبوط حلقہ خود اسلام ہے، جیسا کہ بخاری شریف رص:۱۰۳۸رج:۲رمیں کتاب الرویاء میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا ایک خواب سنایا کہ ایک عمدہ باغ ہے بہت شاندار اس کے درمیان میں آگے چل کر ایک ستون ہے اس ستون کے اوپر ایک

حلقہ ہے مضبوط مجھ کو پہلے اس باغ میں لے جایا گیا پھر اس ستون پر چڑھنے کیلئے کہا گیا میں نے کہا مجھے چڑھنے کی طاقت نہیں ہے ایک غلام آیا اس نے میرے کپڑے اٹھا لئے اور مجھ کو چڑھا گیا پھر میں نے وہ مضبوط حلقہ پکڑ لیا، رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا باغ سے مراد اسلام ہے اور ستون بھی اسلام کا ستون ہے اور عروہ وثقی بھی دین ہے، تم مرنے تک مسلمان رہو گے یعنی تمام متعلقات اسلام اسلام کا باغ ہے اور ارکان خمسہ اسلام کے ستون ہیں اور کلمۂ شہادۃ عروہ وثقی ہے۔

اسلام واخلاص پر بشارت

یہی مضمون سورۂ بقرہ میں ہے:

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ	کیوں نہیں (ضرور) جو بھی اپنا رخ
وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ	اللہ پاک کی طرف کرے گا اس حال میں کہ وہ
فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا	مخلص ہوگا تو اس کا ثواب اس کے پروردگار کے
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ	پاس پائے گا اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا
يَحْزَنُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت:۱۱۱۳)۔	قیامت میں نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔

فائدہ: یہاں اسلام اور احسان پر بڑی زبردست بشارت سنائی گئی ہے ایسی بشارت اولیاء اللہ کے حق میں بھی گذر چکی ہے ان کو بھی اس قسم کی بشارت ملے گی اسلام وایمان اور ارکان دین اور شعائر دین پر عمل کرنے کی کہ سارے خوف اور غم ختم ہو جائیں گے اور امن وامان، اطمینان وسلامتی کا حصول ہوگا۔

اسلام میں مکمل داخلہ مطلوب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ o فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَاجَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۂ بقرہ آیت ۲۰۸)۔

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نشانات قدم پر مت چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اگر پھسل گئے بعد اس کے کہ تمہارے پاس واضح دلائل آ چکے ہیں تو جان لو اللہ غالب ہیں اور حکمت والے ہیں۔

تشریح: علامہ واحدی نیشاپوریؒ ''الوسیط'' میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور ہوا یہ تھا کہ جب یہ لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان لا چکے اور شریعت مطہرہ پر عمل کرنے لگے تو ایک دفعہ ان لوگوں کے خیال و ذہن میں اپنے پرانے دین یہودیت کے بعض احکامات پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا کیونکہ یہ پہلے اس دین پر قائم تھے یہ سوچ کر انہوں نے سنیچر (Saturday) کے دن کی تعظیم شروع کر دی اور اونٹوں کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام وممنوع قرار دیدیا تو دوسرے مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ کیا طریقہ ہے مسلمان ہونے کے بعد اب دوسرے مذہب پر عمل نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے کہا کہ ہم دونوں پر عمل کرنے کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بات نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی گئی تو اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس میں ان کو اس طرز عمل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اسلام میں

پورے پورے داخل ہو جاؤ اور یہ کہ ایسا خیال شیطانی خیال ہے وہ آہستہ آہستہ اس طرح ایمان اور ہدایت سے دور کرنے کی سازش کر رہا ہے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

دیکھو تمہارے پاس قرآن کریم کے ذریعہ ہدایات، مواعظ، اور مکمل نظامِ زندگی آچکا ہے اس کے بعد اگر تم کسی اور دین و مذہب کو اختیار اور پسند کرو گے اس میں تمہارے لئے سخت نقصان و خطرہ ہوگا، اللہ پاک انتقام لیں گے اور وہ غالب ہیں ان سے تم کو کوئی نہیں بچا سکے گا اور جو نظام انہوں نے دیا ہے وہ انتہائی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے کیونکہ وہ اس نظام کو نازل کرنے والا حکیم ہے۔

دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین قبول نہیں ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ
يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا
وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ قُلْ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ
اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى
وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین
تلاش کرتے ہیں، حالانکہ وہ سب اس کے
فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں
ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف
سب واپس ہوں گے، آپ فرما دیجئے کہ ہم
ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر اور
اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور
اسحٰق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر اور اس پر
جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو

بَیۡنَ اَحَدٍمِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ○ وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخَاسِرِیۡنَ○ (آل عمران آیت:۸۳، ۸۵)۔

ان کے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے لئے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو طلب کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (انوارالبیان)۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اسلام ہی سے نجات وابستہ ہے اس کے علاوہ اب دوسرا کوئی مذہب ذریعہ نجات نہیں بن سکتا ہے، فتح القدیر شوکانی ج ا رص ۳۵۸ رمیں ہے کہ امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غلاموں، جانوروں، بچوں میں سے جس کے اخلاق خراب ہوجائیں (اور وہ پریشان کرے) تو اس کے کان میں یہ آیت اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰهِ یَبۡغُوۡنَ پڑھ کر دم کرے تو ان شاءاللہ وہ صحیح ہوجائے گا، یونس بن عبیدؒ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جانور پر سوار ہو اور وہ پریشان کرتا ہو تو اس کے کان میں یہ آیت پڑھو وہ ٹھیک ہوجائے گا باذن اللہ تعالیٰ۔

امام طبرانیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ نے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن اعمال آئیں گے نماز آئے گی اور وہ کہے گی کہ یارب میں نماز ہوں اللہ پاک فرمائیں گے تو اچھی ہے خیر پر ہے، پھر اسی طرح صدقہ، صیام اور دوسرے اعمال حاضر ہونگے ان کو بھی ایسا ہی جواب ملے گا، پھر اسلام حاضر ہوگا عرض کریگا میں اسلام ہوں اللہ پاک فرمائیں گے بہتر ہے تو خیر پر ہے اور تیرے ساتھ ہی ثواب دونگا،

(تیرے بغیر ثواب بھی نہ دونگا) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اللہ پاک کے یہاں پسندیدہ دین اسلام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

شَهِدَاللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ○ (ال عمران آیت:۱۸)۔

گواہی دی اللہ پاک نے (کتب سماویہ میں) اس بات کی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی گواہی دی اور علم والوں نے بھی گواہی دی اور وہ معبود بھی اس شان کے ہیں کہ ہر چیز کا اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں اور حکمت والے ہیں اور بے شک محبوب وپسندیدہ دین اللہ پاک کے نزدیک مذہب اسلام ہے۔

تشریح: علامہ واحدی الوسیط میں لکھتے ہیں: کہ زجاج نے فرمایا شھد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پاک نے تمام مخلوق کے اندر اپنی توحید کے دلائل پیدا کر دیئے ہیں کہ جن سے اللہ پاک کی ربوبیت اور توحید پر استدلال ہوسکتا ہے۔ بطور خاص اللہ پاک کی توحید کا اعلان فرشتے اور علم والے یعنی انبیاء ورسل اور تمام ایمان والے اہل علم مہاجرین وانصار ہو یا بعد والے یا دوسری کتابوں کے ماننے والے اہل حق ایمان دار کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور بے شک اسلام ہی اللہ پاک کو پسند اور محبوب ہے، اس آیت کریمہ میں علماء کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے اپنے بعد فرشتوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کے بعد تیسرے نمبر پر علماء کا تذکرہ فرمایا ہے، یہ آیت

شہادت کی آیت کہلاتی ہے۔اس کی ایک خاص شان اور فضیلت ہے، علامہ ابن منذرؒ نے حضرت سعید ابن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ بیت اللہ شریف کے اردگرد ۳۶۰ر بُت رکھے ہوئے تھے ہر قبیلہ وخاندان کا الگ مستقل بت تھا اللہ پاک نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو تمام بت اللہ پاک کو سجدہ کرنے کیلئے گر گئے۔

نیز حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور آل عمران کی یہ آیت اور **قل اللھم مالک الملک** والی آیت عرش کے نیچے معلق رہتی ہے اور زمین پر اترنے کیلئے کہتی ہے اللہ پاک نے فرمایا میری قسم جو ان آیات کو نمازوں کے بعد پڑھے گا تو جنت اسکا ماویٰ وملجاء بنادوں گا اور اس کو حظیرۃ القدس میں جگہ دونگا اور اپنی پوشیدہ آنکھ سے ہر دن اس کی طرف نظر کروں گا اور ۷۰ر ضرورتیں پوری کروں گا کم سے کم ضرورت مغفرت ہے، دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس آیت کو فرض نماز کے بعد تلاوت کریگا تو اس کی مغفرت کردوں گا اور جنت الفردوس میں جگہ دونگا اور ۷۰ر بار نظر کرم کرونگا اور ۷۰ر ضروریات پوری کرونگا کم سے کم درجہ مغفرت ہے۔

حضرت زبیر ابن عوامؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عرفہ میں یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا **و انا علی ذالک من الشاھدین** میں بھی اس پر گواہ ہوں (کذا فی فتح القدیر للعلامۃ الشوکانیؒ ج ۱ ص ۳۲۷) اور معارف القرآن میں بغوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہود کے دو بڑے عالم ملک شام سے مدینہ آئے یہاں آکر ان کو محسوس ہوا کہ یہ نبی آخرالزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہے پھر ان کو نبی کریم ﷺ کا علم ہوا تو حاضر خدمت ہوئے اور جملہ علامات دیکھی

جوتوریت میں مذکورتھیں پھرسوال کیا کہ سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ سنکر دونوں اسلام میں داخل ہوگئے۔

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ جب اللہ پاک کو اسلام ہی پسند تھا تو دوسری قوموں کو دوسرے مذاہب یہودیوں کوتوریت اورعیسائیوں کوانجیل اور داؤدؑ کو زبور کیوں دی گئی جن سے دوسرے مذاہب وجود میں آئے توسمجھ لینا چاہئے کہ ہر نبی کے زمانے میں انکا لایا ہوا دین اسلام ہی تھا اور وہ عنداللہ مقبول ہے مگر جب اسلام اپنی آخری شکل میں اتر گیا تو اب اسلام کی مکمل تصویر یہ ہے کہ اب اس کے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں (مستفاد از معارف القرآن ج ۲ ص ۳۷)۔

توحید کا باغ (یعنی آیۃ الکرسی)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں
هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا	خداتعالیٰ کی ذات خودبخود زندہ اور موجود ہے وہی ہر شئی
تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهٗ	کوقائم رکھنے والا ہے اس کو اونگھ اور نیند نہیں پکڑتی ہے،
مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا	آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کی
فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَاالَّذِیْ	ملک ہے، کسی کی مجال نہیں ہے کہ بغیر اس کی اجازت
یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ	کے کوئی سفارش کرسکے، وہ ہی مخلوقات کے تمام اگلے
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا	پچھلے احوال کوخوب اچھی طرح جانتا ہے، تمام عقلاء
خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ	عالم ملکر بھی معلومات خداوندی میں سے کسی ایک معمولی
بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا	چیز کے علم اور ادراک کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنی

بِـمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ	مقدار وہ تم کو علم دینا چاہے، اسکی کرسی تمام آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	زمین کوگھیرے ہوئے ہے اوراپنے اندر سمائے ہوئے
وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا	ہے، آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت ونگہبانی اس پر ذرہ
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ٥	برابر شاق اور گراں نہیں (اور کیسے اس پر گراں ہوسکتی
(سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵)۔	ہے) وہ بڑا عالی شان اور بلند مرتبہ والا ہے۔

تشریح: اس آیت کو آیت الکرسی کہتے ہیں جس میں حق تعالیٰ شانہ کی توحیدِ ذاتی اور صفاتی کا ذکر ہے، توریت وانجیل اور کتب سابقہ کے دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی کمالات کا جس قدر اس میں بیان ہے ان کتابوں میں اس کا کوئی خاص حصہ نہیں ہے، سب سے پہلے توحید ذاتی کا بیان ہے۔

''**الله لا اله الاهو**''(ان کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے)۔

''**الحی**'' کمالات وجود میں سب سے پہلا کمال حیات ہے''حی''لغت میں اس زندہ شئی کو کہتے ہیں کہ جو واقف ہو اور سنتا، دیکھتا اور قادر ہو، پس صفت حیات تمام صفات کمال کا مبدأ ہے (معارف القرآن ادریسی)۔

''**القیوم**''یعنی کائنات کو قائم اور باقی رکھنے والا۔''حی'' سے خدا کا واجب الوجود ہونا بیان کیا اور قیوم سے واہب الوجود ہونا بیان کیا ہے، یعنی بذاتہ اور بنفسہ وہ واجب الوجود ہے اور دوسروں کو وجود وحیات ہبہ اور عطا کرنے والا ہے، ممکنات میں جو وجود بھی ہے وہ اسی واجب الوجود کا ہبہ اور عطیہ ہے۔ صفت حیات کا ذکر کر کے کمال وجود کو بیان فرمایا، صفت قیومیت کا ذکر کر کے کمال ایجاد کو بیان فرمایا (معارف القرآن)۔

''لاتأخذه سنة و لا نوم ''اس کو نہ اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند۔اس سے حق تعالیٰ کا تغیرات اور حوادث اور خصائص ممکنات سے پاک اور بری ہونا بیان فرمایا، یہ جملہ ''الحی القیوم'' کی تاکید ہے کیونکہ اونگھ اور نیند سے حیات میں نقصان آتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے۔خدا تعالیٰ موت کے شائبہ سے بھی پاک اور منزہ ہیں، علاوہ ازیں جس کی حیات ناقص ہوگی اس کی قیومیت یعنی حفاظت و نگرانی بھی ناقص اور کمزور ہوگی ، لہذا ''لاتأخذه سنة و لا نوم'' کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسا قیوم اور مدبر ہے کہ ایک لحہ بھی تدبیر سے غافل نہیں ہوسکتا، وہ اپنی قیومیت میں سہو اور نسیان و سستی سے پاک اور منزہ ہے۔

''له ما في السموت وما في الارض ''اس جملہ سے صفت مالکیت کو ثابت کرنا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے، اس لئے کہ مالک حقیقی وہ ہے کہ جو وجود عطا کرے، پس جس نے آسمانوں اور زمینوں کو وجود عطا کیا اور جو ان کے وجود کو قائم رکھنے والا اور تھامنے والا ہے وہی ان کا مالک حقیقی ہے۔

''من ذاالذی یشفع عنده الا باذنه ''اس جملہ سے اس کی مالکیت کا جلال اور کبریائی کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کی بارگاہ عالی میں کسی کی مجال نہیں کہ بغیر اس کی اجازت کے لب کشائی کر سکے، کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر جس کو اجازت دے دیں وہی کر سکتا ہے۔

''یعلم مابین ایدیهم وما خلفهم ''اس جملہ میں اس کے علم محیط کو بیان فرمایا ہے کہ اس کا علم مخلوقات کے تمام احوال کو محیط ہے کوئی شئی اس کے علم سے باہر نہیں۔

''ولایحیطون بشئی من علمه الا بما شاء ''اس جملہ میں یہ بتلایا گیا کہ جس طرح مخلوقات کا وجود عطیۂ خداوندی ہے اسی طرح مخلوقات کا علم بھی عطیۂ خدا

وندی ہے، بندے فقط اتنی مقدار جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے، بندے کا علم اس کی مشیت کے تابع ہے، بندہ کا علم نہایت ہی قلیل اور محدود ہے۔

"**وسع کرسیہ السموت والارض**" اس جملہ میں یہ بتایا ہے کہ حق تعالیٰ کی حاکمیت ومالکیت آسمانوں اور زمینوں کو شامل ہے، اس کی حاکمیت سے کوئی شئی خالی نہیں ہے۔

''**ولا یؤدہ حفظھما**'' اور اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت ذرّہ برابر گراں نہیں، اس جملہ سے یہ بتلانا ہے کہ اس کی صفت قدرت اور قیومیت ضعف اور نقصان سے پاک اور منزہ ہے۔

''**وھو العلی العظیم**'' اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ علو وعظمت کو بیان فرمایا ہے۔

فضیلت آیۃ الکرسی وسورۂ بقرہ

مستدرک حاکم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **سورۃ البقرۃ فیھا اٰیۃ سید ای القرآن لا تقرأ فی بیت فیہ شیطان الّا خرج منہ وھی آیۃ الکرسی۔**

سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو تمام آیاتِ قرآن کی سردار ہے وہ آیۃ الکرسی ہے، جس گھر میں وہ پڑھی جاتی ہے شیطان اس سے نکل جاتا ہے، صحیح مسلم وغیرہ میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے ابوالمنذر قرآن میں سب سے عظیم یعنی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ میں نے کہا **اللہ لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم** آنحضرتﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور یہ فرمایا اے ابوالمنذر ! علم تمہیں مبارک

ہو،اور اسی طرح حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ تمام آیتوں کی سردار اور سب سے بڑی آیت آیۃ الکرسی ہے (درّ منثور ص ۳۲۵ ج ۱)۔

اسی بناپر کہا جاتا ہے کہ اسم اعظم **اللہ لا الٰہ الا ھوا لحی القیوم** ہے اور عیسیٰ علیہ السلام جب مردوں کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو یا حی یا قیوم پڑھ کر دعاء فرماتے، اور آصف بن برخیا نے جب بلقیس کے عرش کو لانے کا ارادہ کیا تو یا حی یا قیوم پڑھ کر دعاء مانگی (تفسیر قرطبی ص ۲۶۹ ج ۳)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آیۃ الکرسی سورۂ بقرہ کا قلب ہے اور الحی القیوم بمنزلۂ روح اور جان ہے اور باقی جسم اعضاء و جوارح کے مانند ہے۔

مزید فضیلت احادیث کی روشنی میں

(۱) لکل شئی سنام	ہر چیز کیلئے کوہان (بلند مرتبہ)
وان سنام القرآن سورۃ البقرۃ	ہے اور قرآن پاک کی کوہان سورۂ بقرہ
وفیھآ آیۃ ھی سیدۃ ای القرآن	ہے، اسمیں ایک آیت ہے آیۃ الکرسی جو
اٰیۃ الکرسی (روی عن ابی ہریرہؓ)۔	تمام آیات قرآنیہ کی سردار ہے۔

(۲) اعطیت اٰیۃ الکرسی من تحت العرش (عن الحسن مرسلاً) ترجمہ: مجھے عرش کے نیچے سے آیت الکرسی دی گئی ہے۔

(۳) من قرأ اٰیۃ الکرسی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ لم یمنع من دخول الجنۃ (عن ابی امامۃ)۔

ترجمہ: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کو جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔

(۴) آية الكرسي ربع القرآن، ترجمہ: آیۃ الکرسی قرآن کا چوتھائی حصہ ہے۔

(۵) أعـظـم آية فـي القـرآن آية الكرسي وأعدل آية فـي القـرآن (اِنَّ اللّٰهَ يَـأمُـرُ بِـالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَـانِ) إلـىٰ آخـرهـا، وأخوف آية فـي الـقـرآن (فَـمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّـرَهٗ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ) وارجى آية الـقـرآن (قُـلۡ يَـا عِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَـلٰـى اَنۡـفُسِهِـمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ) (الزمر آیت ۵۳)۔

عن ابن مسعودؓ ، ترجمہ: قرآن پاک کی سب سے بڑی آیت (مرتبہ کے اعتبار سے) آیۃ الکرسی ہے اور قرآن پاک کی جس آیت میں عدل وانصاف کو بیان کیا گیا ہے وہ ہے ان اللہ یأمر بالعدل الأیة ۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے اور احسان کرنے کا حکم کرتا ہے اور قرآن پاک کی جس آیت میں خوف دلایا گیا وہ ہے فمن یعمل مثقال الأیة ۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی ہر ایک کو اپنا کئے ہوئے کا بدلہ ملے گا۔ اور قرآن کی جس آیت میں امید کا تذکرہ ہے وہ قُلۡ يٰا عِبَادِيَ الَّذِى الأيه ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر وشرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

(٦) أفضل سورة القرآن البقرة وأفضل آى القرآن آية الكرسى(عن ربيعة الجريشى)۔

قرآن پاک کی سب سے افضل سورت سورۂ بقرہ ہے اور سب سے افضل آیت آیۃ الکرسی ہے۔

(٧) البقرة سنام القرآن وذروته ونزل مع كل آية منها ثمانون ملكاً واستخرجت اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمَ من تحت العرش فوصلت بها ويٰسٓ قلب القرآن لا يقرأبها رجل يريد الله والدار الآخرة إلا غفرله واقرؤ ها على موتاكم (عن معقل بن يسار)۔

سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان اور اس کی بلندی ہےاوراس کی ہر آیت کے ساتھ اسّی فرشتے اترتے ہیں اور عرش کے نیچےخزانہ سے اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم کوظاہرکیا گیاہےاور سورۂ یٰسٓ قرآن پاک کا دل ہے جوشخص اس کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کیلئے پڑھتا ہے وہ ضرور بخشا جائے گا اور اس سورۂ یٰسین کواپنے مردوں پر پڑھو۔

(٨) ليس شئ أشدّ على مردة الجن من هؤلٰئك آيات فى سورة البقرة والٰهكم اله واحدالأيه۔

سورۂ بقرہ کی آیت میں سے کوئی آیت سرکش شیطان پر اتنی زیادہ سخت نہیں جتنی سخت یہ آیت ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الآیہ۔

(٩)يا أبا المنذر اتدرى اى آية معك فى

اے ابومنذر کیا آپ کومعلوم ہے کہ قرآن پاک کی سب سے بڑی

القرآن أعظم؟ قال آية الكرسي قال ليهنک العلم يأبالمنذر فوالذی نفسی بيده أن لها لساناً يوم القيامة وشفتين كعب وروی عن أبی إلٰی قوله يا أبا المنذر۔

آیت (مرتبہ کے اعتبار سے) کونسی ہے؟ فرمایا کہ آیۃ الکرسی۔ فرمایا کہ تم کو علم مبارک ہوا ے ابومنذر، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس آیت کی قیامت کے دن زبان ہوگی اور دو ہونٹ ہوں گے۔

(۱۰) أعطيت آية الكرسي من كنز تحت العرش ولم يوتها نبی قبلی عن علیؓ۔

مجھے آیۃ الکرسی دی گئی ہے جو عرش کے نیچے خزانوں میں سے ہے مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی ہے۔

(۱۱) من قرأ فی دبر كل صلاة مكتوبة آية الكرسي حفظ إلٰی الصلاة الاخرىٰ ولا يحافظ عليها إلا نبی أو صديق او شهيد (وضعفه عن انسؓ)۔

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو وہ دوسری نماز تک محفوظ رہتا ہے اور اس کی مواظبت ومداومت صرف نبی ، صدیق اور شہید کرتا ہے۔

(۱۲) من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة كان فيه ذمة الله إلی الصلاة الاخرىٰ (عن الحسين بن علی عن علیؓ)۔

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی دوسری نماز تک اللہ کے ذمہ میں ہوتا ہے۔

(۱۳)من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة كان الذي يلي قبض روحه ذوالجلال والإكرام وكمن قاتل عن أنبياء الله ورسله حتى يستشهد (عن زيد المروزی)۔

جس نے ہرفرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی روح اللہ تبارک وتعالیٰ نکالتے ہیں اور ایسا ہوگا جیسا کہ وہ شخص اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی طرف سے جہاد کرے، یہاں تک کہ شہید کردیا گیا ہو۔

(۱۴)من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة كأن لم يمنع من دخول الجنة إلا الموت ومن قرأها حين ياخذ مضجعه آمنه الله تعالیٰ على داره ودارجاره ودويراة (عن علیؓ)۔

جس نے ہرفرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کوموت کے سوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکتی ہے، اور جس نے آیۃ الکرسی سونے کے وقت پڑھی تو وہ اور اس کا گھر اور اس کے پڑوسی کا گھر اور اس کے آس پاس کے گھر سب اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

(۱۵)من قرأ آية الكرسي في دبر كل صلاة مكتوبة لم يحل بينه وبين دخول الجنة الاالموت (عن ابی امامۃ)۔

جس نے ہرفرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے درمیان اور دخولِ جنت کے درمیان صرف موت ہی حائل ہوتی ہے۔

(١٦)من قرأ آية الكرسى وقل هو الله احد دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت(عن ابی امامۃ)۔

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ احد کو پڑھا تو اس کو دخولِ جنت سے صرف موت ہی روکتی ہے۔

اب آیۃ الکرسی کی مناسبت سے کچھ توحید کے فضائل لکھے جاتے ہیں:

فضیلتِ توحید

(١) عن عبادة بن الصامت رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من شهد أن لا إلٰه إلا الله وأن محمد رسول الله ﷺ حرم الله عليه النار (رواہ مسلم)۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے جو گواہی دے یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو حرام کر دیگا اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو۔

(٢) عن معاذ بن جبل ؓ قال قال لى رسول الله ﷺ مفاتيح الجنة شهادة أن لا إلٰه إلا الله (رواہ احمد)۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ کو ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت کی کنجیاں گواہی دینا ہے اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

(۳) عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ ثنتان موجبتان قال رجل یا رسول الله ماالموجبتان قال من مات یشرک بالله شیئا دخل النار ومن مات لایشرک بالله شیئا دخل الجنة (رواہ مسلم)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں، عرض کیا ایک آدمی نے یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں دو واجب کرنے والی چیزیں؟ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مر گیا حال یہ کہ شریک کرتا تھا اللہ کے ساتھ کسی کو تو داخل ہوگا وہ جہنم میں اور جو شخص مر گیا حال یہ کہ شریک نہیں کرتا تھا کسی کو اللہ کے ساتھ داخل ہوگا جنت میں (مسلم شریف)۔

(۴) عن أبی هريرةؓ عن النبی ﷺ اذهب فمن لقيت يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها قلبه فبشره بالجنة (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۳۹)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے کہ جاؤ جو شخص ملے حال یہ کہ وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یقین کرتا ہوا اپنے دل میں اس کا پس اس کو خوشخبری دو جنت کی۔

(۵) عن معاذ بن جبل أن رسول الله ﷺ قال من مات وهو يشهد أن الا إلٰه إلا الله وأن محمداً رسول الله صادقاً من قلبه دخل الجنة (رواه البيهقی فی شعب الايمان)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص مر گیا حال یہ کہ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں سچے دل سے، وہ داخل ہوگا جنت میں۔

(٦) عن أبي قتادةؓ قال قال رسول الله ﷺ من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله فذل بها لسانه واطمأن قلبه لم تطعمه النار (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کی زبان اس شہادت کے ساتھ لگ گئی ہو اور اس کا دل اس پر مطمئن ہو تو نہیں کھائے گی اس کو جہنم کی آگ۔

کرسی سے کیا مراد ہے؟

علامہ ابن الجوزیؒ نے زادالمسیر ص۲۵۱ر میں تین اقوال بیان فرمائے ہیں:

(۱) ''کرسی'' وہ ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے (۲) کرسی ہی خود عرش ہے، یہ حسن بصریؒ کا قول ہے، صاحب روح المعانی نے سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ کلام میں تمثیل ہے، حقیقت میں کرسی مراد ہے اور نہ قاعد اور نہ قعود بلکہ عظمت باری تعالیٰ اور ان کی عظیم الشان قدرت وطاقت اور علم محیط کا اظہار ہے، اور بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ ''کُرسی'' اللہ پاک کی صفات فعلیہ کی تجلیات کے اظہار سے کنایہ ہے جو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سچے مسلمان تھے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (ال عمران آیت:٦٧)۔	ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی تھے بلکہ سچے اور صحیح مسلمان تھے اور نہ وہ مشرکین میں سے تھے۔

تشریح: ان آیات میں اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی گئی ہے اور شرک سے روکا گیا اس کے بعد ان آیات میں ان لوگوں کی تردید ہے جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یہودی کہتے تھے، جیسا کہ یہودیوں کا خیال تھا، اور عیسائی انکو اپنے جیسا عیسائی کہتے تھے اور مشرکین اپنے میں شمار کرنے لگے، ان سب کو بتلایا گیا کہ تمہاری باتیں غلط ہیں یہودیت کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا اور عیسائیت کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اور یہ دونوں نبی اور رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد میں دنیا میں تشریف لائے تھے اور مشرکین میں سے ہونے کا تو سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ تو موحدین اور اللہ والوں کے امام اور ان کے پیشوا تھے، ان کے نقش قدم پر تو نبی کریم ﷺ اور آپ کے متبعین یعنی ایمان والے حضرات ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (ال عمران آیت:٦٨)۔	بیشک لوگوں میں سب سے قریب ابراہیم کے ان کے متبعین اور یہ نبی ﷺ ہیں اور ایمان والے اور اللہ پاک ایمان والوں ہی کے دوست ہیں۔

اللہ پاک ایمان والوں کے دوست ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوا اَوْلِیٰئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ إِلَی الظُّلُمَاتِ اُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ (سورہ بقرہ آیت:۲۵۷)۔

اللہ ایمان والوں کے ناصر ومددگار ہیں یعنی اپنی نصرت اور مدد سے مسلمانوں کے بہت قریب ہیں وہ ان کو کفر وگمراہی اور معاصی کی تاریکیوں سے ہدایت وایمان کے نور کی طرف نکالنا چاہتے ہیں اور جو کفار ہیں ان کے دوست شیطان، وہ ان کو نور سے تاریکیوں میں نکالتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: ان دو آیات میں یہ تذکرہ آیا ہے کہ جو شیطان و بتوں کا انکار کرے گا اللہ پاک پر ایمان لائے گا تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا ہے، جو چھٹنے والا نہیں ہے اور اس کی برکت سے وہ جنت میں اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ داخل ہوگا، کیونکہ خالق تعالیٰ شانہ ایمان والوں کے ناصر ومعاون ہیں، وہ ایمان والوں کو برائیوں کی تاریکیوں سے نور وہدایت میں نکالتے ہیں ہدایت وایمان کی برکت سے، بخلاف کافروں کے کہ وہ کفر وشرک کی تاریکیوں میں مبتلا رہتے ہیں جس کا انجام جہنم ہے۔

تمام نبیوں سے آپ ﷺ پر ایمان کا اقرار لیا گیا تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ	اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام
النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ	پیغمبروں سے وعدہ لیا تھا کہ جب میں تم کو کوئی
وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ	کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ	ہمارے آخری پیغمبر آئیں گے جو تصدیق
وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ	کریں گے ان اشیاء کی جو تمہارے پاس ہیں تو
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ	تم ان پر ایمان لانا اور انکی نصرت کرنا فرمایا کہ کیا
قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا	یہ تمہیں منظور ہے اور تم اسپر مجھ سے وعدہ کرتے
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ o	ہو سب نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا کہ تم
(آل عمران آیت:۸۱)۔	گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اہلِ ایمان کیلئے قرآن کی زریں تعلیمات

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ	اور ایمان والوں کو اللہ پر
الْمُؤْمِنُوْنَ (ال عمران آیت:۱۶۰)۔	بھروسہ کرنا چاہئے۔

تشریح: جو اللہ پاک پر بھروسہ رکھتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ضرور اس کا کام بنا دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ پاک پر بھروسہ رکھتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے مگر توکل کا صحیح مطلب سمجھنا بھی ضروری ہے، امام غزالیؒ لکھتے ہیں: کہ توکل اسباب چھوڑ دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اسباب اختیار کر کے پھر

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، سنت نبوی ﷺ سے بھی یہی تعلیم دی گئی ہے، بعض لوگوں کو دھوکہ ہوگیا اور انہوں نے اسباب کو چھوڑنے کا نام توکل رکھدیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

تمام انسانوں کو ایمان کی دعوت

ارشاد ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ	اے انسانو! تحقیق تمہارے پاس
جَآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ	ہمارے آخری رسول آچکے ہیں حق کا پیغام لے کر
مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا	تمہارے پروردگار کی طرف سے لہذا تم ایمان لاؤ
لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ	یہ تمہارے لئے خیر وبھلائی کی بات ہے اور اگر کفر
مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وانکار کروگے تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا	کچھ بھی ہے وہ سب اللہ پاک کا ہے، اور اللہ پاک
حَكِیْمًاO (سورۂ نساء آیت:۱۷۰)۔	زیادہ جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔

تشریح: ان آیات میں رب السموات والارض نے تمام انسانوں کو ایمان کی دعوت دی ہے کہ ہمارے آخری پیغمبر ورسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ جن کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا تمہارے لئے بہتر ہے دنیا وآخرت میں سعادت وبرکت کا ذریعہ ہے، اور اگر تم کفر وانکار پر ہی رہوگے تو اس سے اللہ پاک کا کچھ بھی نہیں بگڑتا ہے، کیوں کہ آسمان وزمین کی ساری اشیاء ان کی ملکیت اور قدرت کے تحت ہیں وہ ان کی عبادت کرتی ہیں لہذا تمہارے عبادت نہ کرنے سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان وخسارہ ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کو دین میں غلو کرنے سے منع

فرماتے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے باز رہنے کا حکم فرماتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤـاَهْـلَ الْكِتٰبِ لَا
تَـغْـلُـوْا فِـىْ دِيْـنِـكُـمْ وَلَا
تَـقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ
اِنَّـمَـا الْمَسِيْحُ عِيْسٰى ابْنُ
مَـرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗۤ
اَلْـقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ
فَـاٰمِـنُـوا بِـاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا
تَـقُـوْلُـوا ثَـلٰثَةٌ اِنْتَهُوا خَيْرًا
لَّـكُـمْ اِنَّـمَـا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ
مَـا فِـى السَّـمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ وَكَـفٰـى بِـاللّٰـهِ
وَكِيْلًا ۝ (سورہ نساء آیت:۱۷۱)۔

اے اہل کتاب! مبالغہ مت کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ پاک کی شان میں مگر سچی بات ، بیشک مسیح جو مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں وہ اللہ کے رسول اور ان کا کلام ہیں، جس کو ڈالا تھا مریمؑ کی طرف اور روح ہیں اس کے یہاں کی، لہذا تم اللہ پاک پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین خدا ہیں اس بات کو چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، بے شک اللہ پاک اکیلا معبود ہے، ان کی ذات پاک ہے اس بات سے کہ ان کی اولاد ہو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب انہیں کا ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ہونے کے اعتبار سے۔

تشریح: ان آیات میں اہلِ کتاب بطور خاص عیسائیوں کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اپنے نبیؑ کی تعریف میں غلو سے کام لیتے ہو اور حد سے نکل جاتے ہو اور خدا کا بیٹا کہنے لگتے ہو، اللہ پاک فرماتے ہیں ایسا نہ کرو جس سے اعتقاد رکھتے ہو اس کی تعریف

میں مبالغہ کرتے ہو اور وہ بے حد تجاوز کرنے والا کام ہے، مبالغہ اور زیادتی کرنا غلط بات ہے، علامہ واحدیؒ ''الوسیط'' میں لکھتے ہیں کہ نصارائے نجران نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ قرار دیا تھا اور یہ ''یعقوبیہ'' کہلاتے تھے اور دوسرا فرقہ ''نسطوریہ'' یہ ان کو ابن اللہ کہتا تھا، اور تیسرا فرقہ ''مرقوسیہ'' یہ ان کو ''ثالث ثلٰثۃ'' ان تین کا ایک خدا قرار دیا کرتا تھا اور چوتھا فرقہ ''ملکانیہ'' وہ کہتا تھا کہ عیسیٰؑ اور رب دونوں شریک ہیں (العیاذ باللہ)۔

ان آیات میں ان تمام فرقوں کی تردید فرمائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عیسیٰؑ تو مریم کے بیٹے تھے اللہ کے رسول اور بندہ تھے، اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے انہوں نے کبھی اپنی عبادت نہیں کرائی اور وہ چونکہ کلمہ ''کُن'' سے پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کو اللہ کا کلمہ کہا جا سکتا ہے، بطور معجزہ مریم صدیقہ علیہا السلام کے بطن میں جبرئیلؑ کے پھونک مارنے سے ان کو حمل قرار پایا تھا، وہ اللہ کی روح تھے، یہ مطلب نہیں کہ اللہ پاک کی روح ان میں حلول کر گئی تھی بلکہ یہ اضافت اور نسبت ایسی ہے جیسا کہ کعبہ کو ''بیت اللہ'' اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ''ناقۃ اللہ'' کہا جاتا ہے، یوں تو ساری ارواح اللہ پاک ہی کی طرف سے ہیں مگر تخلیق و وجود کے عام ضابطہ کے خلاف بغیر باپ کے ان کی تخلیق ہوئی تھی اس لئے ان کو بطور خاص ''روح اللہ'' کہا جاتا ہے۔

''البحر المحیط'' میں ہے کہ حضرت مقاتلؒ نے فرمایا یہ آیات نجران کے عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مگر جمہور علماء نے فرمایا کہ عام عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ لوگ باپ بیٹے اور جبرئیل تین خدا کہا کرتے تھے (العیاذ باللہ)۔

اور کہا گیا کہ اس آیت میں یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے، یہودی لوگ

حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گندے الفاظ بولتے تھے اور عیسائی ان کو معبود اور خدا قرار دیتے تھے تو دونوں فرقوں نے غلو اور حد سے تجاوز کیا، اہلِ اسلام نے ان کو رسول اللہ اور عبداللہ قرار دیا ہے، آج بھی مسلمان جتنا ان کا احترام کرتے ہیں جو لوگ ان کی طرف منسوب ہیں وہ بھی انکا اتنا صحیح احترام نہیں کرتے ہیں۔

جس طرح یہود و عیسائی لوگ غلو سے کام لیا کرتے تھے آج بھی ان کے طرز پر مسلمانوں کا ایک طبقہ چل رہا ہے، بعضے تو انبیاء کی عصمت وعفت کا انکار کرتے ہیں اور بعضے ان کو عالم الغیب والشہادۃ قرار دیتے ہیں، یہ ان دونوں عقیدوں میں افراط وتفریط کی باتیں ہیں، اکابر اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں عصمت خداوندی اور حمایت ربانی ان کے ساتھ خاص ہے، اور وہ عالم الغیب نہیں ہیں، عالم الغیب والشہادۃ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

ایک بہترین تجارت

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۂ صف آیت:۱۰،۱۱)۔	اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔

فائدہ: یعنی اس دین کوتمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ پاک کا کام ہے لیکن تمہارا فریضہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کراس کے راستہ میں جان ومال سے جہاد کرو، یہ سوداگری جس میں کوئی خسارہ نہیں ہے دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے ہوتے ہیں اور تجارتیں کرتے ہیں اوراپنا کل سرمایہ اس میں لگاتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور رأس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذاتِ خوداور اس کے اہل وعیال تنگدستی اورافلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے، لیکن مؤمنین اپنے جان ومال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چندروزہ افلاس سے نہیں بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہوجائیں گے اگر مسلمان سمجھیں تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔

فائد: اس جگہ مال کو جان پر مقدم فرمایا گیا ہے کیونکہ پہلے مال خرچ کرنا پڑتا ہے ہتھیاروں اور دیگر جنگی سامان تیار کرنے اورخریدنے میں یا ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کے طور پر فرمایا ہے اور مال کے خرچ کرنے کی بھی زبردست اہمیت ہے اللہ کی نظر میں، متعدد حدیث میں فرمایا گیا کہ کفار ومشرکین سے اموال کے ذریعہ، جانوروں کے ذریعہ زبان کے ذریعہ مقابلہ کروزبان کا جہاد یہ ہے کہ ان کوایسی باتیں سنائی جائیں جوان کو ناگوار ہوں اورحق بھی ہوں ان کی مذمت پر مشتمل کلام اور یہ سب سے کم درجہ کا عمل ہے، مگر بعض دفعہ اس کا اثر بہت ہوتا ہے کیونکہ زبان بھی وہ کام کرتی ہے جو تیروتلوار نہیں کرتے اسی لئے کہا گیا ہے ؎

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ماجرح اللسان

اسلامی شاعری اوراس کی بلندی

رسول اللہ ﷺ حسان بن ثابتؓ کیلئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھوایا کرتے تھے وہ اس پر اشعار پڑھتے تھے اور رسول کریم ﷺ کی جانب سے دفاع فرماتے اور رسول کریم ﷺ فرماتے کہ جبرئیلؑ تمہارا تعاون فرماتے ہیں مضامین کا القاء اور الہام فرماتے ہیں۔

عن عائشةؓ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان بن ثابتؓ منبرا في المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوقال ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقول رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم إن الله يؤيد حسان بروح القدس ماينافح أو يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (شمائل ترمذی رص:١٦)۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حسان کیلئے مسجد نبوی میں منبر (کوئی اونچی چیز) رکھتے تھے حسان اس پر کھڑے ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مفاخرہ (کسی کے مقابلہ میں اپنی برتری ثابت کرنا) یا فرمایا منافحہ (دفاع کرنا، کسی کی حمایت وطرف داری کرنا) کرتے تھے اور نبی ﷺ فرماتے اللہ تعالیٰ جبرئیل کے ذریعہ حسان کی مدد کرتے ہیں جب تک وہ نبی ﷺ کی طرف سے مفاخرہ یا فرمایا منافحہ کرتے ہیں۔

عمرۃ القضاء کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ جو بہترین شاعر تھے حضور پاک ﷺ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

خلوا بنی الکفار عن سبیله　　الیوم نضربکم علی تنزیه

ضرباً یزیل الهام عن مقیله　　ویزهل الخلیل عن خلیله

حضرت عمرؓ نے کہا عبداللہ ابن رواحہ حضور ﷺ کے سامنے یہ کیا ہور ہا ہے اور وہ بھی اللہ کے حرم میں یہ اشعار کا سلسلہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر منع نہ کروان کو چھوڑ دو پڑھنے بھی دو یہ اشعار کفار پر تیر سے زیادہ سخت ہیں (شمائل ترمذی رص:۱۶)۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب

اور جان و مال کا استعمال تو عام بات ہے جو ویسے بھی ہر وقت ہوتا ہے اور مقابلہ اور دفاع میں تو کچھ زیادہ ضرورت واقع ہوتی ہے، تھوڑا سا چین نے لدّاخ پر کاروائی کی ہے فوراً ہندوستان کو امریکہ یاد آگیا اور ہتھیار منگوانے کی کوشش شروع کردی اور ۳۰ رسال کے عرصہ سے کشمیری مسلمانوں سے مظالم ڈھائے جارہے ہیں تب کفار ہند کو کوئی احساس نہیں ہوا، کیونکہ وہاں مسلمانوں کا جان و مال ضائع کیا گیا اگر ہندوؤں کا ہوتا تو فوراً چیخ پڑتے انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے نہ انسانوں کی جانوں کی قیمت ہے بس اپنے اقتدار سے مطلب ہے، اللہ پاک رحم فرمائے اوران کا علاج فرمائے ، مسلمانوں کا جینا حرام ہو چکا ہے، خیر اس آیت پاک میں اس عمل کو ایک تجارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس طرح آیت: **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین** میں معلوم

ہوا کہ راہِ خدا میں خرچ کا بہت بڑا اجر وثواب ہے، رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر ایک اونٹنی سامان سے لدی ہوئی راہِ خدا میں پیش کی اور اس کی لگام پکڑا دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ بروز قیامت اس کا سات سو گنا اجر ملے گا۔

توحید کی اقسام

عارفانہ نکتہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو تقلیدی طور پر ایمان رکھتے ہیں کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو عذاب الیم سے نجات دے اللہ اور ان کے رسول پر تحقیقی طور پر استدلالی طور پر ایمان لاؤ اور جب تم ایسا کر چکو تو اس پر یقین کامل کرتے ہوئے راہِ خدا میں جان و مال سے جہاد و مقابلہ کرو کیونکہ مال و جان کا خرچ کرنا یقین کامل کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ توحید یا تو لسانی ہوتی ہے یا عیان ومشاہدہ سے، اگر توحید لسانی اور زبانی ہے اور صحیح اعتقاد کے ساتھ ہے تو ایسے لوگ دو قسم کے ہوں گے، ایک اس قسم کے کہ صرف تقلیدی ایمان ہوگا اور تحقیق کی حد تک نہ پہنچے ہوں گے یہ عوام اہل ایمان ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو دلائل و براہین عقلیہ ونقلیہ کو مضبوط پکڑے ہوں گے اور تقلیدی ایمان سے نکل گئے ہوں گے جیسا کہ وہ حضرات جن کا ایمان شہودی اور عرفانی ہوتا ہے اور توحید عیانی باطنی جس کو اعلیٰ درجہ کی توحید کہا جاتا ہے وہ چند مراتب پر ہے (۱) توحید افعال (۲) توحید صفات (۳) توحید ذات، یعنی افعال میں اور صفات میں اور ذات میں بالکل توحید ہی توحید دیکھتا ہو اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہ سمجھتا ہو۔

اب جس شخص کو توحید افعال حاصل ہوگی اور جب اس پر اس کی تجلی واقع

ہوگی تو وہ شخص اسی قدر توکل علی اللہ اعتصام باللہ اختیار کرے گا اور جس شخص پر صفات باری کی تجلی واقع ہوگی وہ ہر حال میں اللہ پاک سے راضی اور خوش رہے گا اور اپنے کام باری عزاسمہ کے حوالہ کردے گا۔اور جس پر ذات باری کی تجلی واقع ہوگی وہ تو ذات باری تعالیٰ میں بالکل فناء ہی ہو جائے گا اور عدم محض ہو جائے گا (روح البیان،ص:۵۰۷،ج:۹)۔

شیخ کامل کا کام مرید کے کام کو سہل کرنا ہے

اور یہ انعام ربانی یعنی توحید باری کے حقائق ودقائق تک پہنچنا بغیر کسی رہبر کامل کے مابین نور وظلمت کے ایک ہزار اقدامات ہیں جو قسم قسم کے وساوس نفسانیہ اور ہواجس شیطانیہ کے مابین ہیں، شیخ کامل پر لازم ہے کہ وساوس کی کربت اور بے چینی کو اپنے مرید پر آسان بنائے اور اس کو حکم دے کہ ادھر التفات نہ کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے عرض کرنے پر کہ وساوس بہت آتے ہیں ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں یہ اچھا لگتا ہے ایسے برے خیالات اور وساوس سے تو فرمایا ادھر توجہ نہ کرو یہ تو عین ایمان کی علامت ہے، مطلب یہ تھا کہ چوری وہیں ہوتی ہے جہاں مال ہوتا ہے جہاں ایمان ہوتا ہے شیطان بھی وہیں آتا ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ شیخ اپنے مریدوں کو یہ حکم دے کہ دلائل ایمان براہین توحید میں غور وخوض کریں اور دلائل عقلیہ نقلیہ میں تفکر کریں گے اور اس کے ساتھ ذکر اللہ کو لازم پکڑے رہیں اور مولیٰ جلیل عزاسمہ کے درمیان میں توجہ وابتہال کریں اللہ پاک ان کیلئے طریق آسان فرمادیں گے اور ان کو تحقیق کی لذت سے نوازیں گے یہاں تک کہ ان کے قلب میں انوار ظاہر ہوں گے اور وصول محبوب کا سورج ان کے باطن پر

طلوع ہوگا جس سے باطن منور ہو جائے گا اور وصول الی اللہ کا لطف حاصل ہوگا۔

آدمی توحید کی کرسی پر کب بیٹھتا ہے

حضرت شاہ ابوسعید خزازؒ نے فرمایا کہ جب اللہ پاک کسی بندہ سے دوستی فرماتے ہیں اپنے بندوں میں سے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر جب اس کو ذکر اللہ کی حلاوت ولذت حاصل ہوتی ہے تو اس پر اپنے قرب خاص کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر اس کو اپنی مجالس انس میں پہنچاتے ہیں یعنی اس کو مانوس فرمالیتے ہیں اپنا خاص انس عنایت کرنے کے بعد اس کو توحید کی کرسی پر بٹھاتے ہیں اور حجابات اٹھادیتے ہیں اور دار فردانیت میں داخل فرمادیتے ہیں اور جلال وعظمت باری تعالیٰ دکھاتے ہیں جب اس بندہ کی نظر عظمت باری اور جلال رب پر واقع ہوتی ہے اور وہ عظمت باری اور جلال کا مشاہدہ اپنے باطن میں کرنے لگتا ہے تو ساری چیزیں اس کے سامنے بے حیثیت ہو جاتی ہیں اور خود اس کی ذات اس کی نظر میں بے کار محض اور فانی، لاشئی ایک کوڑھی کی طرح ہو جاتی ہے اور وہ اللہ پاک کی حفاظت میں چلا جاتا ہے اور اپنے کمالات کے دعووں سے بری ہو جاتا ہے اب وہ اپنے کسی کمال کو اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ مولی تعالیٰ کا انعام اور ان کی چیز سمجھتا ہے (مرقات شرح مشکوۃ ص:۱۷۲ ج:۱)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ ہمارے اندر اپنے کمالات کا اظہار اور اس کے دعویٰ کی شان اور دوسروں پر فخر ومباہات اور اپنے کو بڑا سمجھنا یہ سب نفس وشیطان کے تسلط کے اثرات ہیں اگر ہمارے ظاہر اور باطن پر حق تعالیٰ کی تجلی پڑتی اور ہم توحید کی حقیقی لذت سے مشرف ہوتے تو ہمارے حالات اور ہی کچھ ہوتے۔

حقیقت ایمان

معلوم ہوا کہ توحید ہی روحِ ایمان ہے اور جب تک مؤمن توحیدِ مطلق تک رسائی حاصل نہ کرلے اس کا کام ناتمام ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف عظام اس توحید مطلق کو حاصل کرنے کیلئے اور ایمان میں جلا و روشنی پیدا کرنے کیلئے ساری ساری عمر لگا دیا کرتے تھے یہ ان کی زندگی کی آخری منزل تھی، انہوں نے اس کو خوب سمجھا تھا، اللہ پاک ہمیں بھی ایمان کی حقیقت سمجھنا آسان فرمادیں ایمان کی حقیقت تو وہ کیفیت ہے جو مؤمن بندہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے وہ محض دعویٰ کرنے کا نام نہیں کہ میں بھی ایمان والا ہوں اور نہ صرف زبان سے کہے یا محض تمنا کرنے سے بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایمان کی ایک عملی اور واقعی صورت ہے جس میں وہ جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنی حقیقت کو سامنے لاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لیس الإیمان بالتمنی و لا بالتحلی ولکن ھو ماوقر فی القلب و صدقه العمل** (رواہ الدیلمی فی مسندہ عن انسؓ)۔

کہ ایمان محض تمنا کا نام نہیں ہے اور نہ صرف صورت بنالینے کا نام ہے لیکن حقیقت میں ایمان وہ کیفیت ہے جو قلب میں راسخ ہو اور عمل اس کی تصدیق و سچائی ظاہر کرے، اب ہمیں بھی اسی تعریف سے ایمان کو دیکھنا ہوگا اور اس میزان میں تولنا پڑے گا محض زبان کا معاملہ نہ تھا اسی کو باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

وَقُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَیَرَی	اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے
اللّٰـہُ عَـمَـلَـکُـمۡ وَرَسُوۡلُـهٗ	جاؤ سو ابھی دیکھ لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ
وَالۡـمُـؤۡمِنُوۡنَ وَسَتُرَدُّوۡنَ اِلٰی	تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہلِ ایمان اور

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo (سورۂ توبہ آیت:۱۰۵)۔

ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سووہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دیگا۔

اسی کو ایک دوسری جگہ فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo (سورۂ حجرات آیت:۱۴)۔

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہوگئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کرے گا بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔

کہ دیہاتیوں نے ایمان کا نعرہ لگایا باری تعالیٰ نے فرمایا صرف یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم ظاہر میں اسلام کے قلعہ میں داخل ہوگئے ہیں جب تک قلب کی گہرائی تک ایمان کی لذت نہ اتر جائے اس وقت تک اٰمنا کا نعرہ مستانہ مت لگاؤ جب ایمان قلب میں اثر ورسوخ پیدا کرے گا تب اچھا لگے گا کہ تم نعرۂ ایمان لگاؤ اب کچھ حقیقت بھی ہوگی، اس طرح ایمان، زبان، دل اعضاء تینوں چیزوں سے ظاہر ہو رہا ہوگا اور باطن نورِ ایمان سے اور ظاہر نورِ اسلام سے اور زبان انوارِ ایمان واسلام سے منور ہوگی اب

جا کر وہ بات حاصل ہوگی جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَّهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ O (سورۂ نور آیت:۳۵)۔

نور علی نور ہیں اللہ تعالیٰ اپنے نور تک جس کو چاہتا ہے راہ دیدیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ہدایت اللہ کے ذکر سے آتی ہے

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O (سورۃ الزمر آیت:۲۲)۔

سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر چل رہا ہے (کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہوسکتے ہیں؟) سو بڑی خرابی ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں (توضیحی ترجمہ)۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ O (سورۃ الزمر آیت:۳۶)۔

کیا اللہ اپنے بندۂ (خاص) کے لئے کافی نہیں؟ اور یہ لوگ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں (توضیحی ترجمہ)۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ (سورۃ الزمر/آیت:۵۷)۔

یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے مجھے ہدایت دے دی ہوتی تو میں (بھی) پرہیزگاروں میں ہوتا (توضیحی ترجمہ)۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۝ (سورۃ الشعراء/آیت:۷۸)۔

جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے، اور وہی مجھ کو کھلاتا ہے پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے، اور وہی مجھ کو موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا (توضیحی ترجمہ)۔

ان سب آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہدایت اللہ پاک ہی کی طرف سے آتی ہے وہی دیتے ہیں تو ہدایت ہوتی ہے، توفیق دینا انہیں کے اختیار میں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اسلام نہج اور طریقہ عقیدہ توحید کی مضبوطی اور ایسے سچے اور صاف ستھرے عمل جو اس کے عقیدہ، ایمان و توحید کی تصدیق کرنے کا نام ہے، تب وہ عمل اس لائق ہوگا کہ عنداللہ اور عند اہل اللہ قبول ہو، اسلام ایک واقعی حیات اور سچائی عمل سے عبارت ہے جس میں سچا ارادہ مخلصانہ نیت ہو جب ہی عمل کی بھی قیمت ہوگی یہی مطلق ہے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالی **انما الاعمال بالنیات** کا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے تب اعمال قبول ہوں گے اگر بظاہر صحیح ہو گئے مگر قبولیت تو اس پر موقوف رہے گی کہ بندہ کا مزاج

اوراس کی طبیعت یہ ہے کہ وہ اپنا اثر باہر چھوڑتا ہے کیسا بھی عقیدہ کیوں نہ ہوتو عقیدہ ایمان بھی یہی چاہتا ہے کہ محض دل ہی دل میں چھپی ہوئی ایک حقیقت بھی بن کر نہ رہ جائے بلکہ ایک زندہ جاوید حقیقت بن کر فاعل ومتحرک بنے اور اسکا دائرہ عمل وکردار صالح کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے ، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان تصدیق قلبی یعنی دل کی گہرائی کے ساتھ اللہ اوران کے پاک رسول کوسچا جاننا اور ماننا ہے اور یہ تصدیق ایسی ہو کہ اس میں کوئی شک وشبہ بالکل نہ ہو، تصدیق الٰہی ثابت ومستقر اور راسخ ہو کسی کے ہلانے سے نہ ہلے اس میں کوئی اضطراب اور بے چینی اور گھبراہٹ نہ ہو دل پریشان نہ ہو بلکہ اپنے خدا اوران کے پیارے رسول پر بھر پور اعتماد ہو کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا بتایا برحق ہے اسی کو اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO (سورۂ حجرات آیت:۱۵)۔

ایمان والے حقیقت میں وہ ہیں جنہوں نے اللہ اوران کے رسول پر پورا یقین کیا پھر کسی شک وشبہ میں نہ پڑے اور مال اور اپنی جانوں کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔

ان کے سچے اور مضبوط ایمان نے ان کیلئے جہاد جیسا شاق عمل سہل بنادیا یہ اس لئے ہے کہ ان کے قلب نے ایمان کی حلاوت کو لیا اور اطمینان کی کیفیت ان کو حاصل ہوگئی لہذا وہ اس پر ثابت قدم ہو گئے ان کے اندر کی حقیقت نے ایمان کی عظیم کیفیت نے اس کو دل سے باہر واقعی حیات میں لوگوں کی دنیا میں ظاہر ہونے پر مجبور کردیا جو توحید کی لذت اپنے باطن میں محسوس کررہا تھا وہ حقیقت ایمان کو ظاہر ہوکر رہا اور یہ بندہ مؤمن اس

صورت ایمانی پر جو اس کے باطن میں تھی چھپانے پر صبر نہ کر سکا نہ اس سے الگ ہو سکا اس کا نام حقیقت ایمان یہ ہے جس کو اللہ پاک نے فرمایا کہ ایسے لوگ سچے ہیں یعنی اپنے عقیدہ میں جس وقت وہ کہیں ہم الحمدللہ ایمان والے ہیں ان کو سچا کہا جائے گا اور ان کو سچا مانا جائے گا جب تک یہ جذبات دل میں متحقق نہ ہوں اور حیات واقعی میں اس کو ثابت نہ کر دے تب تک نہ ایمان متحقق ہوتا ہے اور نہ عقیدہ کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔

یہ بات صرف ایک جہادی کے عمل کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جملہ ارکان اسلام اعمال وایمان میں یہی صورت حال ہے، معلوم ہوا کہ ایمان والے انسان کو اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات سے لڑنا پڑتا ہے اور بہت سی تکلیفیں اور پریشانیاں اس کو نہ صرف گھیرتی ہیں بلکہ جھنجھوڑتی ہیں مگر وہ ان سے مضطرب نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ پر اعتماد اور زیادہ بایقین ہوتا ہے اور مستقیم ہو جاتا ہے لہذا ایمان ایک وقت کا نام ہوا جس میں دفاع کی بڑی صلاحیت ہے اور ایسی زبردست طاقت کا نام ہے جس میں ہزاروں طالبین جمع ہیں جس کی وجہ سے وہ دوسروں کے سامنے غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بالکل انکار کر دیتا ہے سر کٹا تو سکتا ہے جھکا نہیں سکتا اور ایسے واقعات سے ہماری تاریخ بھری ہوئی ہے۔الغرض ایمان امن وامان ہے دنیا میں بھی بہت سی آفات اور بلاؤں سے اور آخرت میں تو امن وامان ہو ہی گا باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (سورۂ انعام آیت:۸۲)۔	وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک وکفر کی ناپاکی) سے خراب نہیں کیا ایسوں کیلئے امن ہوگا اور وہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

ایمان کامل پر مشتمل اعمال صالحہ اخلاق حمیدہ اللہ پاک کی عظیم ہدایت ہے اور جو ایمان کفر وشرک سے محفوظ رہے جس درجہ میں بھی ہو اللہ پاک کی ہدایت ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (سورۂ تغابن آیت:۱۱) جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے قلب کو ہدایت دیتا ہے۔

نوٹ: معلوم ہوا اصل دل کی ہدایت ایمان ہی سے وابستہ ہے اور ایمان ہی ہدایتِ قلبی ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل دوسری جگہ آرہی ہے۔ اور فرمایا:

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (سورۂ انعام آیت:۸۹)۔

اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت ہی کو مدنظر رکھ کر کام کرتے ہیں وہی ہیں حقیقۃً ایمان والے۔

باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ○ (سورۂ انعام آیت:۹۳)۔

اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا باری تعالیٰ عم نوالہ نے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱۹)۔

اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کیلئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو سوا یسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔

اس کے بعد اللہ پاک نے بشارت سنائی ہے قرآن کریم کا ایک خاص طرز ہے

کہ اعمال سیئہ کے بعد وعید کا ذکر ہوتا ہے اور ایمان و اعمالِ صالحہ کے بعد بشارت کا تذکرہ ہوتا ہے فرماتے ہیں:

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o (سورۂ صف آیت:۱۲،۱۳)۔

اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے، اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو اللہ کی طرف مدد اور جلدی فتح یابی اور آپ مومنین کو بشارت دید یجئے۔

انصار اللہ بن جاؤ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ o (سورۂ صف آیت:۱۴)۔

اے ایمان والو! تم اللہ کے مدد گار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے؟ وہ حواری بولے کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، سو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگ منکر رہے سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔

فائدہ: یعنی اس کے دین کے اور اللہ کے رسول ﷺ کے مددگار بن جاؤ اس حکم کی تعمیل بفضلِ خدا مسلمانوں نے ایسی کی کہ ان میں سے ایک جماعت کا نام ہی انصار پڑ گیا۔

(۲) حواری یعنی یاران مسیح علیہ السلام تھوڑے سے گنے چنے آدمی تھے جو اپنے نسب وحسب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے مگر انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قبول کیا ان پر ایمان لائے اور ان کی دعوت کو دیار واعصار میں بڑی قربانیاں دیکر پھیلایا اور ان کے بعد بھی ان کے مخلص دوستوں نے بڑی محنتیں کیں تب جاکر ان کا دین نشر ہوا ہمارے پیغمبر سید عالم ﷺ کے بعد بھی حضرات خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ وتابعین نے ماشاء اللہ زبردست قربانیاں دیں اور آج تک جو دین متین کا سلسلہ ہم تک پہنچا ہے یہ سب ان اسلاف عظام اور ان کے مخلص نائبین کی محنت کا ثمرہ ہے جس میں صحابہ کرام سرفہرست ہیں اور صوفیا کرامؒ کا بہت اہم کردار اور بڑا حصہ ہے اللہ پاک نے ان سے وہ کام لیا جو انبیاء ومرسلین سے لینا چاہتا ہے، حضرت خواجہ شیخ المشائخ معین الدین اجمیری قدس سرہ کو ہی دیکھ لیجئے کہ ان کے دستِ مبارک پر کتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کتنے لوگوں نے بیعت کی ،تبرکاتِ اولیاء رص:۶ر پر لکھا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ نے ایک بار بنگال کا سفر کیا آپ کے اس سفر میں کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بہت سے لوگوں نے توبہ کی جب گھر تشریف لائے چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار ٹپک رہے تھے والدہ صاحبہؒ نے پوچھا معین الدین آج بہت خوش نظر آتے ہو، فرمایا کہ اماں جان اس لئے خوش ہوں

کہ سات لاکھ ہندؤں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے اور ستر لاکھ مسلمانوں نے بیعت کی ہے توبہ کرنے کیلئے اس لئے آج یہ خوشی ہے، ماں نے کہا بیٹا یہ تیرا ہی کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے، پوچھا کیسے اماں نے فرمایا بیٹا جب سے تم پیدا ہوئے ہو میں نے کبھی بھی زندگی میں تمہیں بلا وضوء دودھ نہیں پلایا یہ اس کی برکت ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر اللہ پاک نے لاکھوں لوگوں کو ہدایت دی ہے۔

یہ تو صرف سفر کی برکت ہے اور دوسرے موقع پر کتنے لوگوں کو ہدایت حاصل ہوئی، بعض بزرگوں نے اس کا تخمینہ ۹۰ /لاکھ لگایا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ سلطان الہند کہلائے جاتے ہیں اور جملہ اولیاء ہند کے بڑے اور سردار ہیں، رسول پاک ﷺ کے ارشاد سے ہندوستان تشریف لائے چنانچہ برکات اولیاء/ص:٦ / پر یہ لکھا ہے کہ قیام مدینہ منورہ کے دوران خواب میں رسول کریم ﷺ سے مشرف ہوئے آپ ﷺ بشارت دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ خواجہ تو ہمارے دین کا معین و مددگار ہے تجھے ہندوستان کی ولایت عطاء کی گئی ہے اجمیر جا تیرے وجود سے بے دینی دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا، چنانچہ آپ نے اس کی تعمیل میں سفر ہندوستان کیا اور اجمیر میں قیام فرمایا، خود اجمیر میں آپؒ کے ہاتھوں پر کئی لاکھ ہندو مسلمان ہوئے ۵٦١ھ میں جب آپؒ اجمیر شریف پہنچے تو آپ نے آبادی سے دور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اس جگہ اس وقت کے بادشاہ راجہ پرتھوی کے اونٹ باندھے جاتے تھے راجہ کے ملازم جب رات کے وقت اونٹ لے کر وہاں باندھنے کیلئے آئے ایک درویش کو اس جگہ بیٹھا دیکھ کر کہا یہ جگہ تو بادشاہ کے اونٹوں کیلئے ہے آپ یہاں سے اٹھ جائیں

حضرت خواجہ نے فرمایا بہت اچھا تو ہم یہاں سے اٹھ جاتے ہیں تم شوق سے اونٹوں کو یہاں بٹھالو، چنانچہ آپ وہاں سے اٹھ کر ایک تالاب کے کنارہ جس کو اناساگر کہا جاتا ہے اس جگہ جا بیٹھے جہاں آپ کی قبرِ مبارک بنی ہوئی ہے اس جگہ پر بہت سے مندر بھی تھے راجہ کے ملازمین نے اس جگہ اونٹوں کو بٹھادیا اور سو گئے صبح کو جب ساربان ان اونٹوں کو اٹھانے لگے تو اونٹ وہاں سے اٹھ نہیں رہے تھے بہت کوشش کی مگر اونٹوں نے وہاں سے اٹھنے کا نام نہیں لیا اور ان ملازمین کی ساری کوشش ناکام ہوگئی اور وہ حیران رہ گئے ان ساربانوں میں سے کسی نے یہ بات راجہ کو بتادی راجہ کچھ دیر سوچنے لگا اور اس سے چونکہ پورا واقعہ سن لیا تھا غور وفکر کے بعد کہا کہ تم جا کر اس درویش کی خدمت میں گر کر معافی مانگو ان کے سامنے عاجزی کرو اس کو ملازمین نے ایسا ہی کیا اور معذرت چاہی اور معافی کے خواست گار ہوئے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہیں یہ سنتے ہی ساربان لوگ واپس آئے میدان میں آ کر دیکھا کہ راجہ کے اونٹ کھڑے ہیں اس بات کی خبر راجہ کو پہنچی تو مزید حیران ہوا اس کے بعد حضرت خواجہ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

ان کرامات کو دیکھ کر جوق در جوق غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے اس وقت ہندوؤں کے دماغوں میں اس قدر اسلام سے عداوت بھی نہ تھی جو سرکاری طور پر ہمارے اس دور میں بھاجپا کے لیڈروں نے اور ان سرغنہ شیطان اعظم قاتل مسلمین نے بھر دی ہے اور اس کے چیلے شیطان کے پوجاری اسلام کے خلاف نفرت اور زہر پھیلانے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لے رہے ہیں ایک شیطان نے حضرت خواجہ کی شان عالی میں گستاخی بھی کی لوگوں نے اس کے خلاف تھانوں میں شکایت بھی کی مگر اس کا کچھ نہ

بگڑا اللہ پاک ایسے ظالم کی خبر لیں۔

رام دیو بن گیا شادی دیو یعنی اللہ کا دیو

الغرض بادشاہ نے خود تو اسلام قبول نہ کیا حضرت خواجہ کے مقابلہ کیلئے جادو گروں کا استعمال کیا جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے خلاف جادوگروں کا استعمال کیا تھا، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی ہوا اس نے مقابلہ کیلئے اس وقت سب سے بڑے اور مشہور پجاری اور جادوگر رام دیو سے رابطہ کیا اور اس کو اس کام کیلئے تیار کیا یہ شخص جادوگری کے اسرار و رموز کا ماہر تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو لیکر جادو کے تمام حربے اور منتر شنتر حضرت خواجہ قدس سرہ کے خلاف استعمال کئے یہ جب جادوگران جادوگروں کی ٹیم لیکر اناسا گر کی طرف روانہ ہوا اور حضرت خواجہ کے پاس پہنچا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے نماز مکمل فرمالی اور سلام پھیرا تو اس پر نظر ڈالی ایک نظر پڑتے ہی وہ تمام اسی جگہ ٹھہر گئے اور ان کی زبانیں بند ہوگئی رام دیو کی دل کی دنیا ہی بدل گئی ؎

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت خواجہ قدس سرہ کے سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا اس کی زبان سے اب رام کی جگہ رحیم رحیم نکل رہا تھا وہ اپنی زبان سے رام رام کہنا چاہ رہا تھا مگر اس کی زبان ساتھ نہ دے رہی تھی اس کے ساتھی حیران تھے اس کی اس مجنونانہ کیفیت دیکھ رہے تھے اور سمجھا رہے تھے اس نے پجاریوں پر حملہ کردیا جس کی وجہ سے سب پجاری بھاگ گئے اس کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہ نے ایک پیالہ پانی ایک خادم کے ہاتھ اس کو بھجوایا اس کے پینے سے اس کی حالت ٹھیک ہوئی اور قدموں میں گر گیا اور اسلام قبول

کیا آپ نے اس کا نام رام دیو سے بدل کر شادی دیو رکھدیا (تبرکات اولیاء،ص:۱۵۵)۔

چونکہ اللہ پاک کو آپ سے ایک عظیم ترین خدمت لینی تھی اس لئے آپ کو کشف وکرامات کا ایک بڑا حصہ دیا گیا تھا اس دور کے اعتبار سے اور آپ سے بڑی زبردست خدمت وجود پذیر ہوئی، **ذلک فضل الله یوتیه من یشاء**، حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہ کے بہت قیمتی ملفوظات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ آدمی تین چیزیں اختیار کرے بس کافی ہے، ایک خوفِ الٰہی، دوسرے رجاز باری تعالیٰ، تیسرے محبت الٰہی سبحان اللہ یہ ملفوظ پورے تصوف وسلوک کا عطر ہے (تفسیر امدادی،ص:۱۲۶)۔

الغرض ان آیات مذکورہ میں ایمان والوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اللہ کے دین کی نصرت کرو اگر تم اللہ پاک کے دین کی نصرت کرو تب تمہاری بھی نصرت کی جائے گی اور اللہ پاک تمہارے پاؤں جمادیں گے دنیا کی کوئی طاقت تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی، آج ہم لوگ پریشانیوں کے موقع پر نصرت الٰہی کے طالب ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہئے کہ یہی ایمان کا تقاضہ ہے کہ حالات کے موقع پر تضرع وزاری، عاجزی ومسکنت کا خوب اظہار کیا جائے مگر ان ہی کے ساتھ اللہ کے دین کی نصرت اور حفاظت اور خود بھی دین کو بچانا اور عمل کرنا ضروری ہے تب بھی اللہ پاک کی نصرت آئے گی۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓ اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْO (سورۂ محمد آیت:۷)۔	اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

جب حضرت عیسیٰؑ نے دین کی نصرت کیلئے حواریوں کو آواز دی طلب کیا سب

نے ان کی بات پر لبیک کہا یہ مدد حضرت عیسیٰؑ نے اپنے لئے نہیں مانگی بلکہ خدائے پاک کے دین کی حمایت حفاظت اور اشاعت کیلئے طلب فرمائی ، گویا ان کو اس پر ابھارا کہ انہوں نے جس دین کو پیغمبر وقت سے سیکھا ہے سمجھا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے سرگرم ہوجائیں اور انصاراللہ یعنی اللہ کے دین کے انصار اور معاون بن جائیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد بھی خود دین پر قائم رہیں اور اس دین کو پھیلائیں ان حواریوں کی جن کی تعداد بھی مختصر سی تھی کل ۱۲ر حضرات تھے جو سب سے پہلے ان پر ایمان لائے تھے لیکن انتہائی مخلص اور جان نثار کرنے والے انتہائی مخلص حواری تھے کہ یہ اعلیٰ درجہ کے مخلص اور قلب پاکیزہ صفات تھے گویا ان کے لائق اعتماد مبلغ تھے جو ان کے بعد ان کی نیابت کر سکتے تھے ان کے اندر علم وعمل ، اخلاق حمیدہ اور جذبہ اشاعت دین کے اوصاف متحقق تھے ان کے تیار کردہ افراد کی ایک معتمد ترین جماعت تھی ، چنانچہ انہوں نے ان کے لائے ہوئے دین کو بلاد در بلاد اللہ کے عباد تک پہنچایا ، ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرے پاس کفار کی خبر لائے احزاب کے موقع پر حضرت زبیرؓ آگے بڑھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے ، معلوم ہوا کہ حواری عیسیٰؑ کے ساتھ ہی خاص نہ تھے بلکہ ہر پیغمبر ہر ولی کے کچھ مخلص افراد ہوتے ہیں صحابہ کرامؓ نے لیلۃ العقبہ کے موقع پر بیعت کی اور جاں نثاری کا عہد کیا اور اپنی گارنٹی پر مدینہ طیبہ آنے کی رسول خدا ﷺ کو دعوت دی اور حضرت عباسؓ نے ان کے ساتھ پختہ معاہدہ کیا وہ ۷۰ر ہزار حضرات بھی حواری تھے ایسے ہی خلفاء راشدین اور وہ صحابہ کرام بھی جن میں جاں نثاری اور فداکاری کا جذبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جانوں اور اولاد ، اموال ، وطن ، جائیداد کو رسول خدا ﷺ کی

حفاظت اور ناموس رسول اور عزتِ دین حنیف کے لئے کسی بھی موقع پر کوئی کمی نہ چھوڑی کم وبیش یہ وصف ان سب میں مشترک تھا وہ سب حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں سے بدر جہابڑھ کر ہیں اور اپنے زمانہ کے اصحابہ کہف ہیں جہاں اللہ پاک نے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں اور اصحابہ کہف کے فضائل ومناقب اوران کے معاملات کا ذکر جمیل کیا وہیں صحابہ کرام کی جاں نثارانہ سرفروشانہ داستانوں سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ ہماری حفاظت کا وعدہ دین کی حفاظت سے مربوط ہے چونکہ یہاں حواریوں کی قربانی کا ذکر چل رہا ہے اس لئے اس مناسبت سے ایک دوسرا ارشاد ہے کہ وہ بھی حواریوں کے بارے میں ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مسلمان تھے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی ا للّٰہِ قَالَ الْحَوَا رِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ ا للّٰہِ اٰمَنَّا بِا للّٰـہِ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران آیت:۵۲)۔

اور جب محسوس کیا حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کفر (یعنی ان کومعلوم ہوگیا کہ وہ قتل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ ان کو اللہ پاک کی طرف سے دعوت دے رہے ہیں تو نصرت طلب کرنے کیلئے پکارا کہ کون ہے میری نصرت کرنے والا اللہ پاک کیساتھ تو حواریوں نے کہا کہ ہم لوگ ہیں اللہ کے دین کی نصرت کرنے والے ہم اللہ پاک پر ایمان لا چکے ہیں اور گواہ رہئے کہ ہم مسلمان ہیں۔

تشریح:اوپر آیات میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات ان کے معجزات وکمالات کا تذکرہ چلا آرہا ہے اور یہ کہ انہوں نے ان معجزات کو دکھا کر لوگوں کورب العزت والجلال کی عبادت کی طرف دعوت دی اور صراط مستقیم کی نشان دہی فرمائی،مگر جب حضرت نے اپنی محنت مفید ہوتے ہوئے نہیں دیکھی، بجائے اطاعت وتسلیم کے انکاراورعداوت کا نقشہ سامنے آنے لگااورقوم مخالفت پرآمادہ ہوگئی تب انہوں نے مخلصین سے نصرت طلب کی،اللہ تعالیٰ کی نصرت کیساتھ''الی اللہ ''بمعنیٰ''مع اللہ '' ہے جیسا کہ علامہ واحدی نے الوسیط میں فرمایا ہےتو یہ آوازسنکر جولوگ خوش قسمت اور سعادت مند تھے نصرت کیلئے تیار ہوگئے اور نصرت بغیر ایمان کے مکمل نہ ہوسکتی تھی،لہذا پہلے انہوں نے ایمان قبول کیا اوراپنے ایمان پرآپ کوگواہ اورشاہد بنایا اور پھراس طرح دعاءکرنے لگے:

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ	اے ہمارے رب ہم نے یقین کیا
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ	اس چیز کا جوتونے اتاری اور ہم تابع ہوئے
الشّٰهِدِيْنَ۝(آل عمران آیت ۵۳)۔	رسول کے سولکھ لےہم کو ماننے والوں میں۔

تشریح:اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں اس پر جوآپ نے اتارا ہےاور ہم نے تیرے رسول کی تصدیق وتائید کی تھی،ہمارا شمار بھی ان کیساتھ فرما،تا کہ ان جیسے بلند درجات تک ہم بھی پہنچ جائیں،کہا جاتا ہے کہ حواری شکار پیشہ لوگ تھے چونکہ ان کے کپڑے نہایت سفید تھے اس وجہ سے ان کوحواری کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حواری

کے معنیٰ مخلص مددگار کے ہیں۔جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حواری زبیر بن العوامؓ ہیں (کذافی الوسیط،ص ۴۴۱)۔

مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ:

لَا يَتَّخِذِ	مسلمانوں کو چاہئے کہ ظاہراً و باطناً
الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ	کفار کو دوست نہ بنائیں ایمان والوں کو چھوڑ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ	کر، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ پاک کے
الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ	ساتھ دوستی رکھنے میں شمار نہیں مگر (ایسی
ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ	صورت میں ظاہری دوستی کی اجازت ہے)
شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ	کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اس
تُقٰىةً وَّيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ	سے بچاؤ کیلئے اور اللہ پاک تم کو اپنی ذات
نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ	سے ڈراتے ہیں اور اللہ پاک ہی کی طرف
الْمَصِيْرُ٥ (آل عمران آیت:۲۸)۔	لوٹ کر جانا ہے۔

تشریح: ایمان والوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی نہ رکھیں کیونکہ ان کے ساتھ دوستی کا انجام خراب ہے، ایمان و اعمال صالحہ سے دور کریں گے اور تمہارے راز دار ہو کر سب مسلمانوں اور اسلام کو سخت نقصان پہنچائیں گے کیونکہ غیر مسلم تمہارا کبھی دلی خیر خواہ نہیں ہوسکتا ہے ہاں مگر ظاہر داری کے طور پر تم نقصان اور اسکے شر سے بچنے

کے لئے تھوڑا تعلق رکھ سکتے ہو۔ چنانچہ بارہا کا تجربہ ہے کہ غیر مسلموں کی دوستی نے بہت زیادہ نقصان کیا ہے۔

اہل کتاب ایمان والوں کو غلط راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں

اللہ پاک نے فرمایا:

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ	آپ فرمادیجئے اے اہل کتاب تم
تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ	کیوں روکتے ہو ایمان لانے والوں کو اللہ
اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّاَنۡتُمۡ	پاک کے راستہ سے، اس میں کجی تلاش
شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا	کرتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ پاک
تَعۡمَلُوۡنَ○ (آل عمران آیت:۹۹)۔	تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

تشریح: ان آیات میں یہود و نصاریٰ کو زبردست زجر و توبیخ ہے کہ تم نہ خود صحیح چلتے ہو اور نہ ایمان والوں کو صراط مستقیم پر چلنے دینا چاہتے ہو، حالانکہ تمہاری کتابوں میں پہلے ہی سے خبر دی گئی ہے کہ محمد ﷺ آخری پیغمبر ہوں گے اور ان کا مذہب اسلام ہوگا اور وہ صحیح مذہب ہوگا، اس کے ظاہر ہونے کے بعد کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں ہوگا، تم ان باتوں کے عالم ہو اور گواہ ہو پھر یہ شرارت کیسی ہے، کیا تم میں عقل نہیں ہے کہ اس کو سمجھ سکو، ہدایت کی طرف آسکو، اہل کتاب کی شرارت و خباثت سامنے آجانے کے بعد اگر تم مسلمانو! ان کی اتباع و تقلید کرو گے اور ان کے طرز پر زندگی گذارو گے تو تمہارا ہی نقصان ہوگا، ایمان کے بعد پھر گمراہی میں

چلے جاؤ گے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ	اے ایمان والو! اگر تم
تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا	یہود ونصاریٰ کی کسی جماعت کی
الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ	اتباع کرو گے تو یہ ایمان کے بعد تم
كٰفِرِیْنَ○ (آل عمران آیت:۱۰۰)۔	کو پھر کافر بنائیں گے۔

تشریح: حالانکہ تم پر اللہ کی کتاب پڑھی جاتی ہے، نماز میں بھی اور غیر نماز میں بھی اور تم کو انبیاء، صدیقین، شہدا، صالحین والا راستہ صاف صاف بتا دیا گیا ہے، پھر اس کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو، خدا کے نافرمان شیطان طبیعت شراب اور حرام کاموں میں مبتلا انسانوں کو اپنا نمونہ بناتے ہو اس سے زیادہ حماقت اور جہالت والی کونسی بات ہو سکتی ہے؟ سمجھ سے کام لو اور صراط مستقیم پر چلتے رہو، اس میں صلاح وفلاح ہے۔

اہل کتاب سے دوستی ومحبت مت رکھو

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! مسلمانوں کے
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً	علاوہ (اہل کتاب) کو اپنا جگری دوست مت
مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ	بناؤ، یہ تمہاری بربادی میں کوئی کمی نہیں
خَبَالًا وَّدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ	چھوڑتے (جب ان کو موقع ملتا ہے) یہ چاہتے
بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ	ہیں کہ تم سخت مشقت میں پڑ جاؤ، دشمنی و
اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ	عداوت ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور

صُـدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّـا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُـنْتُـمْ تَعْقِلُوْنَ o (آل عمران آیت:۱۱۸)۔

انہوں نے اپنے سینوں میں جو عداوت چھپا رکھی ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑی اور خطرناک ہے، تحقیق کہ ہم نے تمام باتیں بتلا دی ہیں تا کہ تم عقلمندی اور ہوش سے کام لو۔

تشریح: ان آیات مبارکات میں یہود ونصاریٰ اور کفار کے مسلمانوں کے بارے میں دلی جذبات کو واضح کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود بھی مسلمان اور ان کے بادشاہ یہود وعیسائی بادشاہوں کی شرارتوں اور سازشوں کو نہیں سمجھتے اور اپنی رعایا کو ہلاک وبرباد کر رہے ہیں، ظاہرداری کی ممانعت نہیں ہے مگر ہاں! اس طرح کے تعلقات کہ وہ لوگ مسلمانوں کے راز سے واقف ہو جائیں نہایت خطرناک ہے، اہل کتاب بے حد شاطر اور عیار ہوتے ہیں، وہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوتے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کی عیاریاں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ شروع سے چلی آرہی ہیں اور انہوں نے ہر دور میں مسلمانوں پر بے حد وحساب مظالم کئے ہیں، مگر مسلمانوں نے صبر وہمت کا مظاہرہ کیا ہے، اور موقع ملنے پر عفو وکرم کا معاملہ کیا ہے، یہ مسلمانوں کی شان رہی ہے، اس کے باوجود یہ مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں اور کر رہے ہیں، اللہ پاک انکے خبیث اور شرّی عزائم سے جملہ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے تہذیب وطریقے اپنانے سے بچائے، آمین۔

اہل کتاب میں اچھے لوگوں کی قرآن تعریف کرتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ○ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِوَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (آل عمران آیت:۱۱۳،۱۱۴)۔

اور اہل کتاب میں بھی سب برابر نہیں ہیں (اچھے بھی ہیں) ان کی بھی ایک جماعت ہے جو حق پر قائم ہے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اللہ پاک کی آیات کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، رات کے اوقات میں اور وہ نماز پڑھتے ہیں، اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں آگے رہتے ہیں یہ نیک لوگوں میں شامل ہیں۔

تشریح: یہاں معروف سے مراد بطور خاص توحید ہے، جیسا کہ ترجمان القرآن حضرتِ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، اور منکر سے مراد شرک وکفر ہے، علامہ زجاجؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حکم فرماتے ہیں اور آپ کی مخالفت سے روکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اچھے کاموں میں سبقت کرتے ہیں، پھر ایسوں کے اچھے ہونے میں کیا شبہ ہے، بلکہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے اگر کوئی ایمان

لائے گا تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک پہلے نبی پر ایمان لانے کا دوسرا نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا اور اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، سبحان اللہ اس قدر فضیلت ہونے کے باوجود یہود و نصاریٰ کو اسلام میں سبقت کرنے کی ضرورت ہے، اسلام انکا استقبال کرتا ہے اور ان کی تعریف کرتا ہے۔

ایمان والو! کفار کی اطاعت نہ کرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ	اے ایمان والو! اگر تم کفار
تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	اور مشرکین کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں الٹے
یَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	پاؤں گمراہی اور نقصان کی طرف لوٹا دیں گے
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ بَلِ اللّٰهُ	اس وقت تم سخت خسارہ میں ہو جاؤ گے بلکہ
مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ o	اللہ پاک ہی تمہارے مولیٰ و مددگار ہیں اور وہ
(آل عمران آیت:۱۴۹) ۔	بہتر مدد کرنے والے ہیں۔

تشریح: ان آیات میں ایمان والوں کو کفار و مشرکین اور منافقین کی اطاعت سے روکا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کی اطاعت سراسر خسارہ اور نقصان کا باعث ہے، یہ ایمان کا خسارہ بھی ہے اور دنیا کا خسارہ اور نقصان بھی، پھر بھی بہت سے مسلمانوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیر مسلموں کی اطاعت اور اتباع کرتے ہیں اور اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔

یہود ونصاریٰ کے راستہ سے بچو

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى
عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا
النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ
الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَ
كَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
(سورۂ بقرہ آیت:۱۲۰،۱۲۱)۔

اور آپ سے یہود ونصاریٰ ہرگز راضی
نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے ملت (دین)
کی پیروی نہ کرنے لگیں، آپ کہہ دیجئے کہ اصل
ہدایت تو اللہ پاک کی ہدایت ہے اور اگر بالفرض
آپ ان کی خواہشات کی اتباع و تکمیل کرنے لگ
جائیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس صحیح علم آچکا
ہے تو آپ کو اللہ سے بچانے کے لئے کوئی
دوست اور نصرت کرنے والا نہ رہے گا، وہ لوگ
جن کو ہم نے کتاب دی ہے ان میں سے بعض
ایسے بھی ہیں جو اس کتاب کی کما حقہ قدر کرتے
ہیں یہی لوگ حقیقت میں ان پر ایمان رکھنے
والے ہیں، اور جو اس کتاب کا انکار کریں گے
ایسے لوگ سخت خسارہ اور نقصان میں ہوں گے۔

تشریح: ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے جو مسلمان اپنا صحیح راستہ اسلام کا بتایا ہوا چھوڑ کر ان کے راستہ پر چلے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں بلکہ اس کے لئے ان کی اتباع ہدایت وایمان والے راستہ سے دور کرنے والی چیز ہوگی، قرآن پاک نے سورۂ فاتحہ میں ہی اس بات کو واضح

کردیا تھا کہ خیر وبھلائی یہود ونصاریٰ سے بچ کر زندگی گزارنے میں ہے یہ لوگ کبھی اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہوسکتے ان کے طریقہ سے بچنا اور منعم علیہم (انبیا، شہداء، صالحین) کے طریقہ کو اختیار کرنا اس میں تمہاری صلاح وفلاح کی ضمانت ہے، اتنا واضح وصاف اعلان کرنے کے باوجود کتنے ہیں جو پھر بھی یہود ونصاریٰ کے طریقہ پر چلتے ہیں اور اسلام کے طریقہ کو معیوب سمجھتے ہیں ایسے لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اور باطن میں یہود وعیسائی ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

ایمان والو! کفار کی طرح مت ہوجاؤ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَامَاتُوْا وَمَاقُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ○ (ال عمران آیت:۱۵۶)۔	اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے کفر کیا ہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جبکہ وہ علاقہ میں سفر کررہے تھے یا غزوہ کررہے تھے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔

تشریح: علامہ واحدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آیت کریمہ میں منافقین کی جماعت مراد ہے جنہوں نے ان لوگوں کے بارے میں کہا تھا جن کو رسول کریم ﷺ نے بئر معونہ یا رجیع کے مقام کی طرف بھیجا تھا اور ان کو نقصان اٹھانا پڑا اور تکلیف پہنچی تھی اور بعض انتقال کر گئے تھے، یہ کہا کہ اگر یہ لوگ

ہمارے پاس ہوتے نہ سفر کرتے اور نہ غزوہ میں جاتے تو امن سے رہتے نہ موت آتی اور نہ قتل ہوتے، اے ایمان والو! تم اس قسم کی باتیں نہ کرو موت کا ایک وقت ہے، انسان جہاں بھی رہے، سفر ہو یا حضر موت پہنچ کر رہے گی، اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور اللہ کے راستہ میں مرجانا شہید ہوجانا بڑی نعمت ہے، ان آیات میں زبردست تنبیہ ہے کہ ایمان والے کفار و مشرکین جیسی باتیں ہرگز نہ کریں، ان کے پاس ایمان نہیں ہے، تمہارے پاس تو ایمان ہے تو تم اس کی روشنی میں باتیں کیا کرو۔

بنی اسرائیل کی ایک اور خباثت، توریت کے علاوہ کتابوں کا انکار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَاقِيْلَ لَهُمْ	اور جب ان یہودیوں سے کہا جاتا ہے کہ
اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ	ایمان لاؤ اس پر جو اللہ پاک نے نازل فرمایا ہے
قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ	یعنی قرآن کریم، تو کہتے تھے کہ ہم تو اس پر ایمان
عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا	رکھتے ہیں جو ہماری طرف کتاب اتاری گئی ہے یعنی
وَرَآئَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ	توریت اور دوسری چیزوں کا کفر و انکار کرتے ہیں
مُصَدِّقًالِّمَا مَعَهُمْ قُلْ	جو توریت کے بعد ہیں (انجیل اور قرآن) حالانکہ
فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ	وہ تصدیق کرنے والی کتابیں ہیں اس کتاب کی جو
اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ	ان کے پاس (توریت) ہے، آپ ﷺ فرمادیجئے
مُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ بقرہ	کہ پھر تم نے انبیاءؑ کو کیوں قتل کیا اس سے پہلے اگر
آیت:۹۱)۔	واقعی ایمان لانے والے تھے۔

تشریح: یعنی تصدیق کرنے والی کتابوں کا انکار جوتوریت کا انکار ہے پھر اگر تمہارا ایمان توریت پر ہی تھا تو تم پہلے انبیاءؑ کو کیوں قتل کرتے تھے؟ کیا تمہاری کتاب نے تم کو نبیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟ کس کتاب اور کس نبی نے تمہیں یہ تعلیم دی تھی؟ یہ خطاب اگر چہ ان یہودیوں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھے اور ان جرائم کا ارتکاب ان کے آباء واجداد کرتے تھے مگر چونکہ یہ بھی ان کے افعال وکردار سے خوش تھے اس لئے جرم میں یہ بھی شریک ہوگئے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب دنیا میں کوئی گناہ کا کام ہوتا ہے جو اس پر انکار کرتا ہے وہ اس سے بَری ہوتا ہے اور جو اس سے راضی وخوش ہوچا ہے شریک نہ بھی ہو تب بھی گناہ میں شریک وملوث ہوتا ہے (کذافی الوسیط رص ۱۷۵رج ۱)۔

اہل کتاب کو ایمان اور تقویٰ کی دعوت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ اٰمَنُوْا	کاش یہ لوگ اہل کتاب ایمان لاتے
وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِنْ	اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو اللہ پاک کے
عِنْدِاللّٰهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوْا	یہاں جو جزائے خیر اور ثواب وبدلہ ان کو ملتا وہ
يَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ بقرہ آیت:۱۰۳)۔	بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ جانتے۔

تشریح: ان آیات میں اہل کتاب کو ایمان اور تقویٰ کی دعوت دینا مقصود ہے اور یہ مضمون بہت سی آیات میں آیا ہے مگر یہ ایسے خبیث نکلے کہ خود ایمان وتقویٰ پر آنے

کے بجائے ایمان والوں ہی کو ایمان اور تقویٰ سے ہٹانے کی سازشیں کرتے ہیں تا کہ وہ بھی گمراہ ہو جائیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	بہت سے اہل کتاب (یہودی وعیسائی) یہ
لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ	چاہتے ہیں کہ تم کو (ایمان والو) تمہارے
اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا	ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں یہ سب اس
مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ	حسد وجلن کی وجہ سے ہے (جو ان کے دلوں
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ	میں ہے) بعد اس کے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے،
فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى	لہذا تم ان کو معاف کر دو اور درگذر سے کام لو
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ	یہاں تک کہ اللہ پاک اپنا حکم ان کے بارے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ०	میں نافذ کر دیں، بے شک باری تعالیٰ ہر چیز پر
(سورۂ بقرہ آیت:۱۰۹)۔	مکمل قدرت رکھتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے غزوۂ اُحد کے بعد جس میں مسلمانوں کو تکلیف اور چوٹ پہنچی تھی یہ کہا کہ اگر تم لوگ حق پر ہوتے تو تم کو یہ پریشانیاں تکلیف اور چوٹ نہ لگتی لہذا تم ہمارے دین کی طرف لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حالانکہ یہ غلط ہے یہودی مذہب اسلام سے کسی طرح خیر و بہتر نہیں ہوسکتا ہے اسلامی تعلیمات، آداب، اخلاق کے مقابلہ دنیا کی کوئی تہذیب اور کوئی تعلیم اور کوئی مذہب نہیں ہے اور نہ آسکتا ہے یہ باتیں یہ لوگ بھی جانتے ہیں مگر صرف حسد ہے لہذا تم ان سے درگذر کرو اور حِلم و بردباری سے کام لو، ان کے بارے میں اللہ پاک کا فیصلہ

عنقریب ہونے والا ہے، چنانچہ کچھ ہی دن کے بعد بنونضیر شیطان یہودیوں کو جلاوطن کرنے اور بنوقریظہ جیسے خبیث یہودیوں کوقتل کرنے کا حکم نازل ہوا، اور خیبر و فدک جو ان کے مرکز تھے فتح ہوئے ، اور اللہ پاک نے پورے علاقہ میں اپنے فضل وکرم سے اسلامی احکام نافذ کر دئے اور اسلام کا نور چمکنے لگا۔

ایک اور جگہ اللہ پاک نے فرمایا کہ یہودی وعیسائی تم کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں فرمایا:

وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۝ (ال عمران آیت:۶۹)۔

اہل کتاب کی ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ تم کو گمراہ کردیں حالانکہ یہ خود اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان کو اس کا شعور واحساس بھی نہیں ہے۔

جو بھی ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرے گا اس کو کامیابی ملے گی

اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ (سورۂ بقرہ آیت:۶۲)۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور (چاہے یہودی ہوں یا عیسائی یا ستارہ پرست لوگ اور فرشتوں کو ماننے والوں) میں سے جو بھی اللہ پاک پر ایمان لائے گا اور قیامت کے دن کو مانے گا اور اچھے کام کرے گا تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر وثواب ہوگا اور انکو نہ خوف ہوگا اور وہ نہ غم زدہ ہوں گے۔

تشریح: اس آیت پاک میں تمام اقوام کو ایمان کی دعوت ہے اور یہ بتایا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرے گا اس کے لئے بہترین اجروثواب ہوگا اور آخرت میں بلاخوف اور بلاحزن جنت ملے گی امن باللہ میں ایمان حقیقی مراد ہے اور وہ تب ہوگا کہ رسول ﷺ کو اپنا رسول اور مقتداء تسلیم کرے نیز عمل بھی عمل صالح تبھی ہوگا جبکہ آپ ﷺ پر ایمان ہوگا اور وہ عمل سنت مطہرہ کے موافق ہوگا (کذافی الوسیط رص ۱۵۰ رج ۱)۔

بہر حال دنیا کا کوئی انسان ہو اس کی کامیابی اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی اتباع میں منحصر ہے اور ایسے لوگوں کا ایمان معتبر نہیں ہے جو صرف ان پہلی کتابوں پر ایمان رکھیں اور اسلام اور رسول مقبول ﷺ پر ایمان نہ لائیں یہ ایمان نہیں ہے بلکہ ضد اور عناد کا راستہ ہے اس لئے ان پر شدید عذاب ہوگا، ہاں رسول اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے اپنی اپنی کتابوں پر ایمان اور ان کے مطابق عمل نجات کے لئے کافی تھا مگر آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد عنداللہ نجات کا راستہ صرف اسلام ہی میں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان الدین عنداللہ الاسلام**، بے شک پسندیدہ دین اللہ پاک کے یہاں اسلام ہی ہے یعنی جو اس پر قائم ہو وہ ہی اللہ پاک کے یہاں پسندیدہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اہل کتاب کو ایمان نہ لانے پر زجر و توبیخ

یاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا	اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے،
الْکِتٰبَ آمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا	ایمان لاؤ اس کتاب پر جس کو ہم نے نازل کیا
مُصَدِّقاً لِّمَامَعَکُمْ مِنْ قَبْلِ	ہے (قرآن) جبکہ وہ تصدیق کرنے والی

اَنۡ نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا فَنَرُدَّهَا	کتاب ہے ان چیزوں کی جو تمہارے پاس ہیں
عَلٰۤى اَدۡبَارِهَاۤ اَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ كَمَا	اس سے قبل کہ ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو
لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ‌ؕ وَكَانَ	پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں
اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا (سورۂ نساء	ان پر جیسے ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں
آیت:۴۷)۔	پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔

تشریح: آیات سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف برائیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اب ان کو خاص طور پر ایمان اور قرآن کریم کا حکم کیا جارہا ہے اور اسکی مخالفت سے ڈرایا جا رہا ہے مطلب یہ ہیکہ اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن کریم پر جس کے احکام موافق ہیں توریت کے اس سے قبل کہ ہم مٹا ڈالیں تمہارے چہروں کے نشانات اور یہ کہ تمہاری صورتیں بدل ڈالیں، الٹ دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف (خدا کی پناہ یا کہ تم کو مسخ کر دیں جیسا کہ اصحاب السبت مسخ کر کے بندر بنا دیۓ گئے تھے جس کا قصہ سورہ اعراف میں مذکور ہوا ہے (از تفسیر عثمانی)۔

تفسیر البحر المحیط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی علماء کو اسلام اور قرآن کے ماننے کی دعوت و ترغیب دی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ جو میں لیکر مبعوث ہوا ہوں بالکل برحق ہے اس پر انہوں نے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ واحدیؒ نے ''الوسیط'' میں فرمایا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کے پاس جانے سے پہلے دربار

نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا اور عرض کیا کہ کہیں میرا چہرہ مسخ اور تبدیل نہ ہوجائے اس سے قبل میں نے اسلام قبول کیا ہے۔حضرت ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ کعب احبار نے جب یہ آیت ایک صحابی سے سنی جورات کو آیت کی تلاوت کررہے تھے تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر انہوں نے اسلام قبول کیا اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی تو کعب بن احبار نے کہا کہ اس وعید شدید سے قبل میں نے اسلام قبول کرلیا ہے، اے رب! میں ایمان لایا اور اطاعت قبول کی کہیں مجھ کو یہ عذاب نہ پہنچ جائے۔

ان آیات میں سخت وعید ہے کہ اہل کتاب پر دنیا ہی میں اس قسم کا عذاب نازل ہوسکتا ہے اگر وہ ایمان نہ لائے اور بہت جگہ سنا جارہا ہے کہ صورتیں بدل گئی ہیں جیسا کہ امریکہ کے بارے میں چندایام قبل رسالوں میں آیا تھا کہ وہاں اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے، الامان والحفیظ۔

ایمان والوں کواتحاد سے رہنا ضروری ہے

ارشادربانی ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والواللہ پاک سے ڈرو
اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا	جیسا کہ ان سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ	موت اسلام ہی پر آنی چاہئے اور سب مل کر
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ	اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور جداجدامت
جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا	ہوجاؤ، اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تمہارے اوپر

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ	ہے کہ تم آپس میں دشمن تھے اللہ پاک نے
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ	تمہارے قلوب میں محبت ڈال دی، اورتم اس
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا	کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے، اورتم
وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ	جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ نے
النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ	تم کو وہاں سے نجات عطا فرمائی، اسی طرح
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ	اللہ پاک اپنی باتیں تمہارے سامنے بیان
تَهْتَدُوْنَ (ال عمران آیت:۱۰۲تا۱۰۳)۔	کرتے ہیں تاکہ تم ہدایت پر قائم رہو۔

تشریح: ان آیات مبارکات میں اہل ایمان کو اتحاد و اتفاق سے رہنے اور اللہ پاک سے ڈرنے کی ہدایت وتعلیم دی جارہی ہے اور یہ کہ اللہ پاک کی نعمتوں کو یاد کرو کہ عداوت کے بعد تم میں الفت ومحبت قائم کردی ہے اور تمہیں جہنم کے گڑھے سے بچایا ہے۔ اس پر جتنا اللہ پاک کا شکر ادا کرو کم ہے، **حق تقاتہ** کا مطلب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی یہ ہے کہ ایسی اطاعت کی جائے اللہ پاک کی جس کے بعد نافرمانی نہ ہو، ایسا شکر کیا جائے جس کے بعد ناشکری نہ ہو، ایسا ذکر کیا جائے کہ نسیان نہ ہو اور **حبل اللہ** سے مراد دین ہے (بندہ نے فضیلت تقویٰ نامی کتاب میں ان آیات کی کافی تشریح کی ہے، اس لئے یہاں اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے)۔

اس امت کی فضیلت اور اس کے اسباب

ارشاد ربانی ہے:

كُــنْتُــمْ خَيْــرَ اُمَّةٍ　　تم بہترین امت ہو جو بھیجی گئی
اُخْــرِجَــتْ لِلْـنَّـاسِ تَـأمُـرُوْنَ　　لوگوں کی ہدایت کیلئے ،حکم کرتے ہو
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ　　اچھائیوں کا اور روکتے ہو برائیوں سے
وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران آیت:۱۱۰)۔　　اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

تشریح: علامہ واحدی نیشاپوریؒ الوسیط میں اور علامہ شوکانی فتح القدیر میں زجاج اور فراء کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ لوح محفوظ میں اللہ پاک کے یہاں بہترین گروہ بہترین امت مانے گئے ہو، زجاجؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے اصل مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں، گو عمومی طور پر ساری امت اس میں شامل ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد امتِ محمدیہ ﷺ ہے اور یہ خیریت مشترک ہے ساری امت کے درمیان، اول والے حضرات ہوں یا اخیر والے یا درمیان والے، چنانچہ ایک روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

عن أنسؓ قال رسول　　حضرت انسؓ سے مروی ہے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل　　کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری
أمتی مثل المطر لایدری أوله　　امت کی مثال بارش جیسی ہے، معلوم نہیں
خیر أم اٰخرہ (رواہ الترمذی، مشکوۃ ۲/۵۸۳)۔　　اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔

شارح مشکوۃ علامہ فضل اللہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس امت کے اول طبقہ (صحابہ کرامؓ) کی بعد والوں پر فضیلت میں تردد کا اظہار ہے، کیونکہ قرن اول یعنی صحابہؓ کی فضیلت مسلم ہے، اور اس سلسلہ میں تصریح ہے خیــــر

امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم میری امت میں بہترین دور میرا دور ہے پھر وہ جو اس کے متصل ہے پھر وہ جو اس کے متصل ہے، دوسری روایت میں ارشاد عالی ہے:

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أکرموا أصحابی فإنهم خیارکم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم الخ (مشکوٰۃ شریف ۵۵۴)۔	حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابہ کرام کی تعظیم کرو کیونکہ یہ تم میں سب سے افضل ہیں پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے حضرات ہیں۔

لہذا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اس تردد کا کوئی مطلب نہیں رہتا ہے بلکہ مراد نفع ہے، ہوسکتا ہے کہ بعد والوں میں ایسے افراد پیدا ہوں جن سے شریعت کی ترویج واشاعت اور قلوب کی اصلاح خیر وبرکت کا کام زیادہ ہوجائے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ بعد والوں میں فقہاء میں سے ائمہ اربعہ اور صوفیاء کرام میں سے حسن بصریؒ، جنید بغدادیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مجدد الف ثانی سرہندیؒ، شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، اور متکلمین میں سے شیخ ابوالحسن اشعری اور شیخ ابومنصور ماتریدی جیسے حضرات سے دین کو کس قدر نفع ہوا ہے اور پھر ہر دور میں اولیاء، علماء، صلحاء، فقہاء، حکماء پیدا ہوتے چلے گئے اور دین کی نشر واشاعت کا کام خوب ہوا ہے فللّٰہ الحمد، مگر یہ حضرات اپنے انتہائی کمالات کے باوجود صحابیت کی فضیلت اور مقام تک نہیں پہنچ سکتے، یہ امر مسلم الثبوت ہے، بہرحال جس طرح بارش کے کسی خاص حصہ کے بارے میں یہ فیصلہ حتمی اور قطعی طور پر نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اول کا حصہ

بہتر تھا یا آخر کا، اسی طرح امت کے اول طبقہ کے تمام افراد کو من جمیع الجہات امت کے بعد والے طبقات کے تمام افراد پر فضیلت دینا مشکل ہے، گو کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو صحابیت کا شرف حاصل ہونا اور ان کا افضل ہونا صحابیت کی وجہ سے مسلم ہے اگر چہ بعد والے افراد میں دینی نفع کے اعتبار سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر بھی ہوں تب بھی ان کی فضیلت ببرکت صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیر قابل انکار ہے، بعد والے حضرات کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے:

عن أبی هریرةؓ أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إن من أشد أمتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود أحدهم لو رآنی بأهله وماله (رواہ مسلم، مشکوۃ ۵۸۳/۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بعد مجھ سے بہت محبت رکھنے والے ایسے افراد بھی ہونگے جو تمنا کریں گے کہ مال واہل کی قربانی دیکر کاش مجھے دیکھ لیتے ان کو اس قدر تعلق ہوگا۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اس امت کی فضیلت کی وجوہات میں تین باتیں مذکور ہوئی ہیں (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (۳) ایمان باللہ۔ اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو بیہقیؒ نے ''دلائل النبوۃ'' میں ذکر فرمایا ہے۔

عن عبدالرحمن بن العلاء الحضرمی قال حدثنی من سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول إنه سیکون فی اٰخر هذه

حضرت علاء بن عبدالرحمٰن حضرمی کہتے ہیں کہ اس شخص نے مجھ سے بیان کیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا: آخری دور میں اس امت میں ایسے افراد ہونگے جن

الأمة قوم لهم مثل أجر أولهم يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقاتلون أهل الفتن (مشکوٰۃ ۲؍۵۸۴ کذافی المرقات للعلامہ علی القاریؒ)۔

کو پہلوں جیسا ثواب ملے گا، جو اچھائیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور فتنوں والوں سے قتال ومقابلہ کریں گے۔ اہل فتن سے مراد باطل فرقے ہیں۔

اس آیت کریمہ (**کنتم خیر اُمةٍ الآیة**) بارے میں ایک صحابی نے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ پاک کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تم نے امتوں کا عدد پورا کر دیا ہے، سترؔ ویں امت تم ہو، اور ان تمام میں تم سب سے بہتر ہو، اور اللہ پاک کے نزدیک سب سے زیادہ قریب اور باعزت ہو (مشکوٰۃ ۲؍۵۸۴)۔

اور اس امت کا بہتر اور کریم ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس امت کو جو رسول ملے وہ سب رسولوں میں سب سے افضل واکرم ہیں، آپ ﷺ کی برکت سے اس امت کو خیر وبرکت کا حصۂ وافر حاصل ہوا ہے، اسی وجہ سے اس امت کو ثواب بھی دیگر امتوں سے بدرجہا زائد حاصل ہوتا ہے، عمر کم ہے اور ثواب زیادہ ہے، بخلاف پہلی امتوں کے کہ ان کی عمریں لمبی اور ثواب کم ہوتا تھا، چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے:

عن ابن عمرؓ عن رسول الله ﷺ قال إنما أجلكم في أجل من خلا من الأمم مابين صلاة العصر إلى مغرب الشمس و انما مثلكم

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک تمہاری عمریں گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہیں جتنا کہ عصر سے مغرب تک کا وقت ہے، اور تمہاری اور

ومثـل اليهـودى والـنصـارىٰ	یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی
كـرجلٍ استعمل عمالا فقال	ہے کہ جس نے اعلان کیا کہ کون ہے
مـن يـعـمـل لــي إلـى نصف	جو میری مزدوری کرے !صبح سے
الـنهــار علـى قيـراط قيـراط	آدھے دن کے حصہ تک ایک قیراط
فـعـمـلـت اليهود إلى نصف	اجرت پر، یہ سنکر یہودی تیار ہوگئے اور
الـنهـار على قيراط قيراط ثم	انہوں نے آدھے دن تک کام کیا ایک
قـال مـن يـعمل لى من نصف	قیراط اجرت پر، پھر اس شخص نے یہ
الـنهار إلى صلاة العصر على	اعلان کیا،کون ہے جو آدھے دن سے
قيــراط قيــراط فـعــمـلـت	لیکرعصر تک میرا کام کرے ایک قیراط
الـنـصـارى مـن نصف النهار	مزدوری پر !یہ سنکر نصاریٰ نے کام کیا
إلى صلاة العصر علىٰ قيراطٍ	ایک قیراط پر، پھر اس نے اعلان کیا
قيـراطٍ ثـم قـال من يعمل لى	کون ہے جو میرا کام کرے عصر سے
مـن صـلاة العصر إلى مغرب	مغرب تک دو قیراط پر! یہ سن کر تم
الشــمــس عـلـى قيـراطيـن	لوگوں نے کام کیا عصر سے مغرب تک
قيــراطيـن الأ فـانتـم الـذيـن	اورتم کو دوہری اجرت ملی ، یہ دیکھ کر
يعملون من صلاة العصر إلى	یہود ونصاریٰ کو غصہ آیا کہ ہم نے کام
مـغـرب الـشـمــس الا لكم	زیادہ کیا اور اجرت کم ملی اور انہوں نے

الأجر مرتين فغضبت اليهود والنصارى فقالوا نحن أكثر عملا وأقل عطاء قال الله تعالىٰ فهل ظلمتكم من حقكم شيئا قالوا لا قال الله تعالىٰ فإنه فضلي أعطيه من شئت (راوہ البخاری مشکوۃ ۵۸۳/۲)۔

کام کم کیا اور اجرت زیادہ ملی، اللہ پاک نے فرمایا میں نے تمہارا حق جتنا طے کیا تھا دیدیا اس میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے کیا؟ تو ان لوگوں نے کہا نہیں اس پر اللہ نے کہا یہ تو میرا فضل وکرم ہے کہ میں جس کو چاہوں زیادہ عطاء کروں (اس پر اعتراض کا کسی کو حق نہیں)۔

اہل ایمان پر اللہ کا احسان (بعثت رسول ﷺ)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍO (ال عمران آیت:۱۶۴)۔

تحقیق اللہ پاک نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جبکہ بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھتے ہیں ان پر اپنے اللہ کی آیات کو اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھلاتے ہیں اگر چہ وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ جل شانہ نے ایمان والوں پر احسان جتایا ہے کہ ہم نے تمہاری ہدایت کیلئے ایک عظیم رسول بھیجا ہے جو تمہارے قبیلہ وخاندان سے ہے، یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سلسلۂ نسب ایسا ہی تھا کہ تمام قبائل کہیں نہ کہیں آپ ﷺ سے ملتے تھے

نسبی طور پر،سوائے قبیلۂ بنی تغلب کے کہ وہ اصلاً نصاریٰ میں سے تھے،اللہ پاک نے ان کو ہدایت سے نوازا تھا،ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے تین وظیفے بتائے ہیں:

(۱) آپ ﷺ نے اللہ پاک کی آیات کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔

(۲) لوگوں کو برے اخلاق سے پاک کیا۔

(۳) لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت کی تعلیم دی،ان اعمال کی برکت سے لوگوں کو قرآن کریم کے الفاظ، معانی، مراد کی تعلیم حاصل ہوئی اور اخلاق حسنہ کے ساتھ تربیت سے ان کا ظاہر و باطن مجلّٰی اور مزکّٰی ہو گیا،الحمد للہ علیٰ احسانہ۔آج بھی ان باتوں پر عمل ہے اور ہر دور میں رہا ہے،تعلیم آیات یعنی قرآن کریم کی تعلیم ناظرہ، حفظ، تجوید، کا اہل مدارس نے زبردست اہتمام کیا ہے، **جزاھم اللہ فی الدارین خیراً۔**

اسی طرح تعلیم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ کا زبردست انتظام فرمایا ہے، اور تزکیۂ اخلاق کا اہتمام حضرات اہلیان خانقاہ اور صوفیاء کرام نے کیا ہے اور بے شمار لوگوں کو اچھے اخلاق پر فائز کیا ہے، اور برے اخلاق تکبر، حسد، بغض، نفرت، عداوت جیسے امراض رذیلہ سے نجات دلائی ہے، **جزاھم اللہ فی الدارین خیراً** ۔اس آیت کریمہ سے ضمنی طور پر مدارس اور خانقاہوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تلاوت تعلیم قرآن وسنت اور تزکیہ یہ سب بعثت رسول ﷺ کے اہم مقاصد ہیں، ان کی ترویج میں لگنے والے حضرات نبوت کے کام کو انجام دے رہے ہیں، لہٰذا ان کی عظمت کا اعتراف اور ان کا احترام ضروری ہے، بعض لوگ دین کے بعض شعبوں میں لگ کر اہل مدارس اور خانقاہوں پر اعتراض کرنے لگتے ہیں ایسے لوگ

اپنے انجام سے بے خبر ہیں، دراصل وہ دین کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں، اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ایمان کے بدلہ کفر نہ خریدو

ارشاد باری عزّ اسمہ ہے:

اِنَّ الَّـذِيْنَ اشْتَرَوُا	بیشک وہ لوگ جو خریدتے ہیں
الْـكُـفْـرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا	کفر ایمان کے بدلہ میں وہ اللہ پاک کو
اللّٰهَ شَيْئاً وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o	کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں ان کے
(آل عمران آیت:۱۷۷)۔	لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایمان کے عوض کفر اختیار کرنے سے اللہ پاک اور ان کے رسولوں کا کچھ نقصان نہیں ہے، سارے ایمان والے بن جائیں تب بھی اللہ پاک کی شان میں اضافہ نہیں ہوتا اور بالفرض العیاذ باللہ! اگر سب کفر پر جمع ہوجائیں تب بھی اللہ پاک کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، ان کی شان جیسی ہے ویسی ہی رہے گی، ایمان سے اپنا ہی فائدہ ہے اور کفر سے اپنا ہی نقصان وابستہ ہے، اس کے بعد یہ بتلایا گیا ہے کہ کفار جو دنیا میں مزے کر رہے ہیں یہ نہ کہیں کہ یہ ڈھیل اور مہلت ان کے لئے بہتر ہے، بلکہ یہ بھی عذاب ہے تاکہ وہ خوب غفلت اور برائیوں میں لگے رہیں اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوجائے، اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داخل ہوجائیں وہیں سب مزے نکل جائیں گے۔ آگے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کروگے تو تمہارے لئے اجر عظیم ہوگا۔

ایمان والو! دشمن کے مقابلہ میں مضبوط رہو

ارشاباری تعالیٰ ہے:

یَـآ اَیُّھَـا الَّـذِیْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو! صبر سے کام لو
اصْبِـرُوْا وَصَـابِـرُوْا وَرَابِطُوْا	اور دشمن کے مقابلے میں جم کر رہو اور جہاد
وَاتَّـقُـوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o	پر قائم رہو اور اللہ پاک سے ڈرو تا کہ تم
(ال عمران آیت:۲۰۰)۔	کامیاب ہوسکو۔

تشریح: ان آیات مبارکہ پر سورۂ ال عمران مکمل ہوگئی ہے، ان آیات میں ایمان والوں کو صبر کی تلقین کی گئی ہے، ایک صبر تو ہے احکام وفرائض پر جم کر عمل کرنا یہ صبر فرض اور ضروری ہے، جس میں احکام، فرائض، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہوسکیں، اور ایک صبر ہے برائیوں سے باز رہنا یہ بھی از حد ضروری ہے، اور ایک صبر ہے تکالیف اور پریشانیوں کو برداشت کرنا بے صبری نہ کرنا، آیتِ کریمہ میں یہ سب مراد ہیں، اور ان سب کے بڑے فضائل ہیں جن کا تفصیلاً تذکرہ صبر وصابرین کے ذیل میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور صابروا میں بتلایا کہ دشمن کے مقابلہ میں جم کر رہنا ہے بزدلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ مت کرو، ایمان پر مرنا شہادت ہے اور رابطوا سے مراد جہاد ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد نماز کا انتظار ہے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کیلئے، چنانچہ روایت میں ہے:

عـن أبـي هريرةؓ	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول
أن رسول الله صلى الله	اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو ایسی باتیں نہ بتلاؤں

علیہ وسلم قال: ألا أدلکم علی مایمحوا لله به الخطایاویرفع به الدرجات قالو بلیٰ یا رسول الله قال إسباغ الوضوء علی المکاره وکثرة الخطا إلی المساجد وانتظار الصلاة بعد الصلاة فذٰلکم الرباط (بخاری،مسلم،ترمذی)۔

جن سے گناہ معاف ہوں اور درجات بلند ہوں عرض کیا ضرور بتلایئے گا یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا اچھی طرح وضوء کرنا ناگواری کے باوجود سردی کے موسم میں یا مثلا پانی خریدنا پڑتا ہے، اور مساجد کی طرف زیادہ چلنا بار بار جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا مسجد میں ہوں یا گھر میں یا دوکان میں، جہاں بھی ہوں، حضرت نے فرمایا یہ رباط ہے یہ رباط ہے یہ رباط ہے، یعنی سرحدوں کی حفاظت ہے، کیونکہ نماز کی مواظبت بھی دشوار کام ہے۔

ایمان والوں کے لئے بشارت عظمیٰ

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا اَبَدًا لَهُمۡ فِيۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا ۝ (سورۂ نساء آیت:۵۷)۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہم عنقریب ان کو ایسے باغات میں داخل کردیں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہونگی اور ہم ان کو گھنے سایہ میں داخل کریں گے۔

تشریح: امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ چونکہ بلاد عرب سخت گرم تھے موسم کے اعتبار سے، اس لئے سایہ ان کے نزدیک بڑی نعمت اور راحت کی چیز شمار ہوتا تھا، اس وجہ سے قرآن کریم میں ''ظِلاً ظلیلاً''، کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو

ارشاد باری ہے:

یٰاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اطاعت کرو
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	اللہ پاک کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ	اور اپنے ذمہ داروں کی اگر کسی کے
تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی	بارے میں تم میں جھگڑا ہو جائے تو
اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ	اسکو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ	دو اور اگر تم واقعی اللہ پاک اور قیامت
ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً ○	کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے
(سورۂ نساء آیت:۵۹)۔	اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

تشریح: اوپر آیات میں اس بات کا حکم فرمایا گیا ہے کہ امانات (ذمہ داریاں) مستحق کے حوالہ کردو''جو جس کام کا اہل ہو وہ کام اس کے سپرد کردو اور اس میں ذمہ داروں کو بھی حکم ہے کہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کریں رعایا کے حقوق سمجھیں اور ان کو ادا کریں''، ان اچھی باتوں کا اللہ پاک تمہیں حکم فرماتے ہیں، بیشک اللہ پاک خوب سننے والا ہے، اس کے بعد یہ حکم فرمایا ہے کہ ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی

اطاعت کرو یعنی قرآن وسنت کی اتباع کرو، اور اپنے ذمہ داروں یعنی فقہاء، علماء، صلحاء کی اطاعت کرو جو لوگوں کو دین سکھلاتے ہیں، اور اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں، اللہ پاک نے ان کی اطاعت بھی ضروری قرار دی ہے، یہ قول حسن بصری ضحاک اور مجاہد رحمہم اللہ جیسے کبار مفسرین سے مروی ہے، اور عندالبعض ذمہ داروں سے مراد والی اور حاکم اور سلطان ہیں جو انتظام سنبھالتے ہیں ان کی اطاعت ضروری ہے، یہ قول حضرت عطاءؒ، ابن زیدؒ وغیرہما کا ہے، نیز فرمایا گیا ہے کہ اپنے اختلافی معاملات کو کتاب وسنت سے حل کرو، کفار کی عدالتوں میں اپنے معاملات لے جا کر اپنا مال، عزت، وقت ضائع نہ کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور انجام وعاقبت کے اعتبار سے خوب تر ہے۔

اُولِی الْاَمْر کے مصداق کے سلسلہ میں ''البحر المحیط'' میں اور بھی اقوال مروی ہیں، آگے ان لوگوں کی مذمت بیان کرتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن اور دوسری کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اس کے باوجود اپنے اختلافی معاملات کا حل بجائے اللہ (قرآن) اور اس کے رسول ﷺ (سنت) سے کرانے کے منافقین اور شیطان قسم کے انسانوں سے کراتے ہیں ایسے لوگ ہدایت پر نہیں ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ یہودی اور منافق کے درمیان جھگڑا تھا، یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس چلنے کیلئے کہہ رہا تھا اور منافق (مدعیٔ ایمان) کعب بن اشرف (یہودی لیڈر) کے پاس چلنے کیلئے کہہ رہا تھا، آخر کار دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں جھگڑا لائے آپ ﷺ نے بیانات سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا کیونکہ وہ سچا اور حق پر تھا اس پر اس منافق سے رہا نہ گیا اور باہر نکل کر کہنے لگا کہ ہم دوبارہ یہ جھگڑا حضرت

عمرؓ سے حل کرائیں گے، جب وہاں گئے تو یہودی نے باتوں میں یہ بھی بتلا دیا کہ ہم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تھے اور آپ ﷺ نے فیصلہ میرے حق میں فرمایا، مگر اس نے نہیں مانا اور حضرت عمرؓ اندر تشریف لے گئے اور تلوار لائے اور اس منافق کی گردن اُڑا دی اور یہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر جو راضی نہ ہو اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرتی ہے۔ مقتول منافق کے وارث نے حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اس پر یہ آیت حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی اور اسی دن سے حضرت عمرؓ کا لقب فاروق رکھا گیا (حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے والا)۔

ان آیات کے بعد فرماتے ہیں کہ ایمان کامل تب ہوگا جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر دل و جان سے راضی رہو گے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُوْنَ	قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ہرگز
حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا	مکمل ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک کہ
شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا	اپنے تمام اختلافی معاملات میں آپ ﷺ کو حکم
فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِمَّا	بنانے کے لئے تیار نہ ہوں اور پھر جو فیصلہ
قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا	آپ ﷺ کر دیں تو اپنے دل میں کوئی تنگی اور حرج
تَسْلِیْمًاO (سورۂ نساء آیت: ۶۵)۔	محسوس نہ کریں بلکہ دل و جان سے راضی ہوں۔

تشریح: یعنی محض ایمان کے دعویٰ سے حقیقتہً ایمان والے نہیں مانے جاسکتے، یہ کیا معاملہ ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے فیصلہ کی مخالفت کرتے ہیں یہ ایمان کے غیر کامل ہونے کی علامت ہے، امام مجاہد، عطاء، شعبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ

یہودی اور منافق کے قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، بعض مفسرین فرماتے ہیں اس کا تعلق دوسرے قصے سے ہے جو ایک انصاری اور حضرت زبیرؓ کے درمیان تھا، دونوں کے کھیت کے قریب پانی کی چھوٹی نہر جاری تھی پہلے کون اپنا کھیت سیراب کرے اسی میں جھگڑا تھا، یہ معاملہ دربارنبوی ﷺ میں آیا تو آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو فرمایا کہ تم پہلے اپنا کھیت سیراب کر کے پانی ساتھی کیلئے چھوڑ دو، اس پر وہ انصاری ناراض اور غصہ ہو گیا، کہ زبیر چونکہ رشتہ دار ہیں اس وجہ سے ان کی طرف داری کی گئی ہے حالانکہ یہ فیصلہ بالکل صحیح تھا کہ نہر حضرت زبیرؓ کے کھیت کے متصل تھی بعد میں اس انصاری کا کھیت تھا، اور حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ تم معمولی سیراب کر کے پانی چھوڑ دو تا کہ اس کا کام بھی ہو جائے جب حضور ﷺ نے یہ بات دیکھی تو فرمایا کہ اے زبیر تم پہلے اچھی طرح اپنا کھیت سیراب کرو جب پانی کھیت کے کناروں کے اوپر آئے گا تب پانی چھوڑ دو، اب یہی فیصلہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، امام ترمذیؒ وغیرہ نے یہ قصہ ''کتاب التفسیر'' میں نقل کیا ہے اور دوسرے مفسرین نے اپنی کتب تفاسیر میں نقل کیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا مبارک انجام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ	اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول
وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ	ﷺ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان حضرات
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ	کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے خصوصی انعام

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًاO (سورۂ نساء آیت ۶۹)۔

فرمایا (یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ ہوگا) اور یہ بہترین ساتھی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے، اور اللہ پاک کافی جاننے والے ہیں۔

تشریح: ان آیات میں کس قدر عظیم الشان بشارت ہے اس کیلئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے کہ اس کا انجام ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے بڑھ کر کوئی طبقہ، کوئی جماعت، کوئی گروہ ممکن نہیں، ان سے بہتر رفیق اور ساتھی کوئی نہیں ہوسکتا **(اللھم احشرنا معھم اجمعین آمین یا رب العالمین)**۔

تفسیر ''الوسیط'' میں ہے کہ سُدّیؒ نے فرمایا کہ بہت سے انصاری صحابہ کرامؓ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تو جنت میں اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ہم اس مقام پر نہیں ہوں گے لہذا ہمیں جب آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوگا تو کیسے ملاقات ہوگی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، آپ ﷺ مجھے میری ذات، میرے اہل وعیال، میرے مال واولاد سے زیادہ محبوب ہیں، میں یہاں دنیا میں جب آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں تو حاضر ہوجاتا ہوں اور اپنی تسلی کرلیتا ہوں مگر آخرت میں تو آپ ﷺ انبیاء کے ساتھ اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور میں اگر داخل بھی ہوا تو نیچے کہیں ہونگا، آپ ﷺ کی

زیارت وملاقات سے محروم رہوں گا تو ایسی جنت میں کیا لطف ومزا ہوگا جس میں محبوب کی زیارت وملاقات نہ ہو، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تسلی رکھو وہاں انبیاء سے ملاقات اوران کی خدمت میں حاضری کا موقع ملے گا اگر چہ وہ بلند مقام پر ہوں گے۔

تفسیر البحر ''المحیط'' میں حضرت ثوبانؓ جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے متعلق اس طرح لکھا ہوا ہے کہ ان کو حضور اقدس ﷺ سے بہت زیادہ محبت تھی ایک دن آئے تو غم کی وجہ سے رنگ بدلا ہوا جسم کمزور، حالت خراب تھی، آپ ﷺ نے معلوم فرمایا تو مذکورہ بات عرض کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زیدؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے اس طرح کا سوال مروی ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ مؤمنین انبیاء صدیقین، صالحین اور بلند درجہ حضرات کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کریں گے، اور بلند درجات والے حضرات نیچے اتریں گے اور اپنے سے کم درجات والے حضرات سے ملاقات کریں گے، تاکہ اللہ پاک کی نعمتوں کی قدر دانی زیادہ ہو، ایک درجہ میں رہنا مراد نہیں ہے۔ امام رازیؒ نے اس سے یہ مستنبط فرمایا کہ ارواح ناقصہ جب دنیاء میں ارواح کاملہ سے تعلق واتصال پیدا کر لیتی ہیں تو مفارقت دنیوی کے بعد بھی یہ اتصال وتعلق قائم اور باقی رہتا ہے (کذا فی البحر المحیط ۲/۲۹۹)۔

پھر نبوت کے بعد والے اوصاف ثلثہ یعنی صدیقیت، شہادت اور صلاح ایک شخص کے اندر بھی جمع ہو سکتے ہیں اور الگ الگ اقسام بھی مراد ہو سکتی ہے۔ بہر حال صدیق، کثیر الصدق اور ایک قول کے مطابق کثیر الصدقہ کو کہا جاتا ہے، دین میں نبوت ورسالت کے بعد صدیقیت سے بڑھ کر دوسرا مقام نہیں ہے، ہمارے حضرت مولانا شاہ

محمد احمدؒ نے فرمایا کہ حضرات انبیاءعلیہم السلام کے بعد نعمائے الٰہیہ کے دسترخوان پر جو گروہ بیٹھا ہے وہ صدیقین کا گروہ ہے ان کا درجہ انبیاءعلیہم السلام کے بعد ہے، قرب خداوندی کے شرفِ عظیم سے یہ حضرات حصۂ وافرہ حاصل کرتے ہیں۔ تفسیر البحر المحیط میں امام راغبؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے اس آیت میں مؤمنین کو چار قسم پر تقسیم فرمایا ہے، اور ان کیلئے چار منازل ودرجات قائم فرمادئے ہیں، پہلا گروہ معشر انبیاءاور رسل کا ہے، الٰہی قوت وطاقت، ان کی تائید وحمایت اور تقویت کرتی ہے اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی شئ کو انتہائی قریب سے دیکھنے والا ہوتا ہے، اسی طرح یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال، کمال ونوال اور ان کے انوار وبرکات وغیرہ کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے حضرات ہیں، اسی وجہ سے اللہ پاک نے فرمایا ہے:

اتمارونه علیٰ مایریٰ کیاتم شک کرتے ہواس کا جس کوانہوں نے دیکھا ہے۔

دوسرا گروہ صدیقین کا ہے، اور یہ حضرات معرفت الٰہیہ اور قرب خداوندی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے انبیاء کے قریب مگر ان کے بعد ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی کچھ فاصلہ سے کوئی چیز دیکھتا ہے، یہ حضرات صدیقین کی شان ہے کہ وہ دل کی آنکھ سے اور ایمان کی آنکھ سے مشاہدۂ باری عزّ اسمہ میں مستغرق رہتے ہیں۔

تیسرا گروہ شہداء حضرات کا ہے۔ وہ دلائل وبراہین سے اشیاء کی معرفت حاصل کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی آئینہ میں قریب کی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسا کہ بعض حضرات سے منقول ہے کہ فرمایا کہ میں گویا عرش الٰہی کا مشاہدہ

کرتا ہوں اور نبی کریم ﷺ کے فرمان اعبداللہ کانک تراہ میں یہی مراد ہے کہ اللہ پاک کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔

چوتھا طبقہ اور گروہ صالحین کا ہے، یہ حضرات راسخین فی العلم کی تقلید واتباع میں مقاصد حسنہ تک پہنچ جاتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی آئینہ میں دور کی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، عکرمہؒ نے فرمایا: نبیوں سے مراد حضرت محمد ﷺ اور صدیقین سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور شہداء سے مراد حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ ہیں، اور صالحین سے مراد امت کے نیک حضرات ہیں، یہ بطور مثال ہے (کذا فی البحر المحیط ۳۰۰/۲)۔

ایمان والوں کو دشمن سے مقابلہ کیلئے تیار رہنے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! لے لو
خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ	ہتھیار پھر نکلو علیٰحدہ علیٰحدہ یا نکلو سب
اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا○ (سورۂ نساء آیت:۷۱)۔	ایک ساتھ۔

تشریح: ان آیات میں رب العزت والجلال نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ کیلئے تیاری کرنے اور تیار رہنے کا حکم فرمایا ہے معلوم نہیں کس وقت دشمن حملہ کر دے، لہذا اس سے بے خبر نہ رہو، دشمن سے مقابلہ کیلئے کبھی متفرق طور پر جماعتیں بنا کر اور کبھی ساری فوج ایک ساتھ مل کر چلنا پڑتا ہے، یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہوتا ہے، کیونکہ جہاد فرض عین نہیں ہے ہاں جبکہ نفیرِ عام کا اعلان شاہ اسلام کی طرف سے ہو جائے تو اس وقت ہر ایک پر ضروری ہو جاتا ہے، نفیر عام کے بغیر دیگر حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے، جہاد سے اسلام کو

قوت وطاقت ملتی ہے ، آپس میں اتحادواتفاق قائم رہتاہے، دشمن کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں، خدا کی زمین خدا کے باغیوں سے پاک ہوجاتی ہے، یہ ایک قسم کا آپریشن ہے جس سے مادۂ فاسد کا خروج ہوتا ہے، مگر جہاد کیلئے اصول وضوابط بھی ہیں، حدود وقیود بھی ہیں، ان کا لحاظ کئے بغیر جہاد، جہاد نہیں بلکہ فساد بن جاتا ہے جس سے اللہ پاک کا قہر اور ناراضگی مسلط ہوسکتی ہے، کیونکہ اللہ پاک کو فساد پسند نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے: **اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْفَسَادَ** اور کہیں پر تو یوں فرمایا: **اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ** اللہ پاک فساد اور فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں، آج بہت سے لوگ جہاد اور فساد کا فرق نہیں کرتے ہیں، بعض جہاد کو فساد اور فساد کو جہاد کا نام دیتے ہیں، اس لئے معتبر علماء سے رجوع ضروری ہے، بہرحال دشمن سے مقابلہ کیلئے تیاری ضروری ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے

ارشادربانی ہے:

مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًاo (سورۂ نساء آیت:۸) ۔	جس نے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اعراض کیا تو ہم نے آپ کو ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا۔

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ پاک نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی فرمانبرداری کو عین اپنی فرمانبرداری قرار دیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ہی قرآن پاک کو سمجھایا ہے، آپ نے اقوال واعمال ہر طرح سے اس کی تشریح فرمائی ہے، اس مضمون کی آیات واحادیث کا

ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جس کو مستقل لکھنے کی ضرورت ہے اور لکھا بھی جا چکا ہے۔

شعائر الٰہی کی بے ادبی نہ کرو

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی
تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا	نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینہ کی اور نہ حرم
الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ	میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ	جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں
الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ	اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا	سے جا رہے ہوں اپنے رب کے فضل اور
وَّاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا	رضامندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم
وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ	احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو
اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ	کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ	کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ
تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَی	تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم حد
الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا	سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے
عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	کی اعانت کرتے رہو اور گناہ و زیادتی میں ایک
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ	دوسری کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا
الْعِقَابِ O (سورۂ مائدہ: آیت: ۲)۔	کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

فائدہ:۱) یعنی جو چیزیں حق تعالی کی عظمت وعبودیت کیلئے علامات ونشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو ان میں حرم بیت اللہ شریف، جمرات، صفا، مروہ، ہدی کے جانور اور مساجد، کتب سماویہ، مدارس اسلامیہ، مراکز دینیہ، حدود، فرائض، احکامات وغیرہ شامل ہیں، ایسی چیزیں جن کا دین کے شعائر سے تعلق ہو اس کا ادب واحترام ضروری ہے جیسے رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس میں روزہ کا حکم وارد ہوا ہے اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے کھانا وغیرہ پڑ جائے تو سب کے سامنے کھانے اور ہوٹلوں پر دن کے اوقات میں کھانے سے احترام رمضان کی خاطر رکا رہے تا کہ دوسروں کو بدظنی نہ ہو اور ان کا ماحول متأثر نہ ہو۔

فائدہ:۲) ان نشانیوں میں سے بعض مخصوص چیزوں کا حصہ مناسک حج سے تعلق رکھتے ہیں ذکر فرماتے ہیں ان میں ادب والے مہینہ یعنی ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے ان میں قتل وقتال بند رہتا تھا، حج وعمرہ اور تجارتی کاروبار کیلئے امن وامان کے ساتھ آزادی کے ساتھ سفر کئے جاتے تھے حتی کہ ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی کچھ نہ کہا جاتا تھا دور جاہلیت میں بھی مسلمانوں کو ان مہینوں کے احترام کا حکم فرمایا گیا ان میں بعض حضرات نے حج کے مہینوں کو بھی شامل فرمایا ہے (کذافی روح البیان ص:۳۳۸ ج:۲)۔

ظلم کرنا تو ہمیشہ گناہ ہے ان مہینوں میں اور بھی زیادہ گناہ ہے اور رہا جہاد کا معاملہ تو وہ جائز ہے کیونکہ بعض جہاد جیسے تبوک رجب میں واقع ہوا البتہ اپنی طرف سے پہل کرنا جہاد کے لئے بھی ان مہینوں میں اچھا نہیں ہے اور دفاع کرنے کیلئے تو ضروری ہے ترک کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔

اسی طرح ہدی یعنی وہ جانور جو حدود حرم میں ذبح کئے جاتے ہیں کعبہ کی نذر مقصود

تقرب الی اللہ ہوتا ہے ابل، بقر، غنم وغیرہ (بغوی رص:۷رج:۲روح البیان رص:۳۳۸رج:۲)۔

اورجن جانوروں کے گلے میں پٹا ڈالا جاتا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ حدی ہے حرم کی قربانی کا جانور ہے اورحجاج کرام معتمرین حضرات جو بیت اللہ کے قصد سے جارہے ہیں اللہ پاک کا فضل وکرم اوران کی رضامندی ان کا مقصد ہے ان سے کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرو بظاہر یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے کہ ان کا مقصود سفر میں حج وعمرہ سے رضا مولیٰ جلیل ہے اوران کے عظیم انعامات کا حصول ہے، اور جو کفار اطراف مکہ کے قبل از اسلام حج وعمرہ کے لئے آتے تھے اپنے خیال کے مطابق اللہ کی رضا کیلئے ان کے بارے میں یہ منسوخ ہے کیونکہ بعد میں اللہ پاک نے کفار سے جب عام قتال کا حکم دیا **قَاتِلُو الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ الخ** اور **تَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ** کے ذریعہ تو حکم منسوخ ہے بقول امام شعبیؒ کے آیت مائدہ میں صرف یہی ایک حکم منسوخ ہے (روح البیان رص:۳۳۸رج:۲)۔

فائدہ:۳) گذشتہ آیات میں شعائر کی تعظیم کا حکم تھا جن کو اللہ پاک نے محترم قرار دیا ہے ۶ھ میں مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ اورڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو ماہ ذیقعدہ میں عمرہ کرنے سے روک دیا حالانکہ یہ حضرات رحمت عالم ﷺ کی محبت میں صرف عمرہ کرنا چاہتے تھے نہ ان کے احرام کا کچھ خیال کیا نہ کعبۃ اللہ کا نہ رسول اللہ ﷺ کا نہ محترم مہینہ کا نہ ہدی کا نہ قلائد کا مسلمان شعائر اللہ کی اس توہین سے اور مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روک دیے جانے سے بہت پریشان ہوئے ایسی ظالم اور جاہل وحشی قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب وعداوت کا اظہار کرتے حق بجانب تھا جوش انتقام بھی تھا اوراسلامی حمیت وغیرت کا جذبہ بھی موجزن تھا مگر قرآن کریم نے ارشاد

فرمایا ان جذبات کو قابو میں رکھو اور تم لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو بلکہ آپس میں نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و عدوان پر تعاون بھی کرو بیشک اللہ پاک سخت عذاب والے ہیں (ترجمہ شیخ الہند)۔

امام بغویؒ نے فرمایا کہ آیات مسطح کے بارے میں نازل ہوئیں اس کا نام شریح بن ضیعہ تھا مدینہ پاک آیا اور اپنے گھوڑوں کو باہر چھوڑ کر تنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے کی، کہنے لگا یہ تو اچھی بات ہے اس میں تو کوئی خراب بات نہیں ہے مگر ہاں میرے کچھ ساتھی ہیں وہ بھی اپنے قبیلوں کے لیڈر ہیں جن کی رائے کے بغیر میں کوئی بات طے نہیں کر سکتا شاید کہ میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کو بھی آپ کے پاس لے آؤں اس کے آنے سے قبل رسول اللہ ﷺ اپنے پاس بیٹھے اصحاب والا شان کو فرما چکے تھے کہ تمہارے پاس قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جس کی زبان پر شیطان بولتا ہے پھر شریح آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر چلا گیا حضور پاک ﷺ نے فرمایا ایک شخص کافرانہ چہرہ مہرہ کے ساتھ داخل ہوا تھا دھوکہ دینے والا بن کر چلا گیا اور وہ مسلمان ہونے والا نہیں ہے محض دھوکہ دینے آیا تھا مدنیہ طیبہ کے باہر جہاں اس کے گھوڑے وغیرہ تھے وہاں گیا ان کو لیکر آگے چلتا بنا لوگوں نے اس کا پیچھا کیا مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا جب آئندہ سال آیا پھر وہ غادر کافر حج کے ارادہ سے نکلا کیونکہ کفار بھی حج کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ دوسرے کفار بھی تھے متکبرین خاندان کے جو یمامہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے ساتھ ایک

تجارتی قافلہ بھی تھا اور اس دور کے دستور کے مطابق جانوروں کے قلادے (پٹے) ڈالے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا وہ کافر غادر دھوکے باز آیا ہے ہمیں اس پر کاروائی کرنے کا موقع دیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے حج کا ارادہ کیا ہے اور اس نے جانوروں کے گلوں میں پٹے وغیرہ ڈالے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یہ کام دور جاہلیت کے ہیں ہم نے بھی کئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف کاروائی کی اجازت نہیں دی اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (بغوی رص:۷رج:۲رروح البیان رص:۳۳۸رج:۲)۔

بعد میں کفار ومشرکین کو اس مقدس حدود میں داخلہ سے روکنے کا اعلان نازل ہوگیا اور سب کفار کو اس قانون الٰہی کی باقاعدہ اطلاع دیدی گئی اور جس کے ساتھ جو معاہدہ تھا اس علاقہ میں رہنے کا اس کو پورا کیا گیا رسول اللہ ﷺ نے اس اعلان کیلئے ۹ھ میں اپنے دونہایت قابل اعتماد جلیل القدر حضرات صحابہ صدیق اکبر اور حضرت علی مرتضیٰؓ کو بھیجا اور انہوں نے مختلف مواقع پر اس کا اعلان فرمایا اور خبردار کیا یہ اس آیت پر عمل کیا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اے ایمان والو بے شک مشرک لوگ ناپاک ہیں لہذا یہ مسجد حرام کے نزدیک نہ آپائیں اس سال کے بعد اب کسی بھی کافر کو مکہ میں داخل ہونا ممنوع ہے کفار ومشرکین کے قلوب میں کفر وشرک کی نجاست بھری ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس قدر ناپاک ہیں باطن کے اعتبار سے کہ ظاہر میں بھی اس مقام میں اور توحید کے مرکز اعظم بیت اللہ میں داخل ہونے کے لائق نہیں رہے۔

معلوم ہوا کہ کفر وشرک سب سے بڑی نجاست اور غلاظت ہے اور ایمان وتوحید

طہارت وتقدس ہےامام بغویؒ لکھتے ہیں کہ **هذه الآية متفرق فلا يجوز ان يحج مشرک ولا يأمن كافر بالهدى و القلائد** (بغوی رص:۸رج:۲)۔

نوٹ: کفار ومشرکین کو قتل کرنے کا جو حکم وارد ہوا ہے اس سے مراد وہ کفار ومشرکین ہیں جو برسر پیکار ہوں ان سے لڑائی جاری ہو جن کفار سے معاہدہ ہو یا ہم ان کے ملک میں رہتے ہوں وہاں سب اس معاہدہ کے پابند ہیں اور جو کفار ومشرکین معاہدہ شکنی کردیں تو پھران کو جواب دینا ضروری ہے، کیونکہ جان وایمان کا تحفظ فرض ہےازخود معاہدہ شکنی کرنا فساد ہی فساد ہےاگر وہ ہمارےاسلامی ملکوں میں ہوں تو جزیہ لینے کے بعد ان کا تحفظ ضروری ہےان کے ساتھ عہد شکنی ممنوع ہے ہر کافر ومشرک کے مارنے کا نام جہاد نہیں ہے بلکہ جو معرکہ آزما ہوں اور مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کریں وہاں دفاع ضروری ہو جاتا ہے،اس وقت ہمارے ملک میں سخت گیر ہندو تنظیمیں غلط فہمیاں پھیلا رہی ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کا وبال کر رہی ہیں ان کا ذہن صاف کرنے کی ضرورت ہے جولوگ ان کے قریب ہیں ان کوان کا ذہن صاف کرنا چاہئے۔

صاحب روح البیان رص:۳۳۹رج:۲ر پر لکھتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ شعائر اللہ تعالیٰ حقیقت میں وصول الی اللہ کے مقامات ہیں اور وہ دین کے معالم اور شریعت کے مینار ہیں اور آداب طریقت کے طریقے اور راستے ہیں جب ان کا استعمال ارباب حقیقت کے اشارہ اور بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کیا جائے گا تو حق تعالیٰ تک رسائی ہوگی، یہی بر وتقویٰ کی حقیقت ہے کہ مؤمن حق کے لئے فارغ ہو جائے اور تقویٰ کی حقیقت غیر حق سے خروج ہی تو ہےاسی پر وصول الی اللہ موقوف ہے جہاں تک خود سے رسائی نہ ہوگی جبکہ کسی

مرشداورشیخ کی معونت اورسرپرستی حاصل نہ ہوگی جوواصل بھی ہواورموصل بھی ہویعنی خودبھی پہنچاہواہواورپہنچانے والابھی ہووہی طریقت کارہبرہےاوررفیق بھی اسی کوبعض مشائخ نے فرمایاکہ رفیق کوطریق سے پہلے تلاش کرلو،حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ؂

بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم کہ من بخویش نمودم صد اہتمام ونشد

شبان وادی ایمن گہی رسد بمراد کہ چندسال بجان خدمت شعیب کند

اس آیتِ کریمہ میں صاف اشارہ ہے کہ جس جگہ اور مکان اوراخوان دوستوں اوردینی بھائیوں کواللہ پاک نےعظمت بخشی ہےان کی تعظیم کرنااہم وضروری ہے کہ اس جگہ ہدی،قلادہ اورحجاج کرام اورشعائراللہ کا ذکرفرمایا گیا ہے باری تعالیٰ شانہ نے بہت سے مہینوں اورایام کواوراوقات کوفضیلت وعظمت بخشی ہے کہ ان میں ثواب اورتقرب عنداللہ کا موقع زیادہ رکھا گیا ہے جیسے لیلۃ القدر کی فضیلت رات کے آخری حصہ کی فضیلت،جمعہ کے دن کی فضیلت ، رمضان المبارک کی فضیلت ،ذی الحجہ کےعشرہ کی فضیلت آیات وروایات میں منصوص ہے تاکہ ان کا اہتمام کیاجائے اوراس فضیلت کوحاصل کیاجائے جو ان کے اندرموجودہےمقامات مقدسہ جیسے قیام اورمقدس اوقات میں عبادت الٰہی کااہتمام کرکے یہ فضیلت حاصل ہوسکتی ہے،اسی طرح اللہ پاک نے انبیاءومرسلین کوایک دوسرے پرفضیلت بخشی ہےاسی طرح اولیاءاللہ کوایک دوسرے پرفضیلت دی ہےایسے ہی علماءکوایک دوسرے پرفضیلت دی ہےسب کےسب یکساں نہیں ہیں (روح البیان)۔

ماہ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ

بموقع لاک ڈاؤن دریوپی

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ	انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم
قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ	اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں
فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ	سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ	اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اہلِ ایمان کو اللہ
الْمُؤْمِنُوْنَ○ (سورۂ مائدہ آیت:۱۱)۔	تعالیٰ پر ہی اعتماد رکھنا چاہئے۔

فائدہ: عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد بعض خصوصی احسان یاد دلائے ہیں یعنی قریش مکہ اوران کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کو تکلیف وصدمہ پہنچانے کیلئے اور اسلام کو مٹانے کیلئے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ شانہ نے فضل وکرم سے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا اس احسان عظیم کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ مسلمان غلبہ اور قابو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوش انتقام میں عدل وانصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ پہلے بھی سمجھایا گیا اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ ایسے معاند دشمنوں کے حق میں اس قدر رواداری برتنا نقصان دہ نہ ہو جائے کہیں اس کی وجہ سے ان کے حوصلے اور اثرات زیادہ نہ ہو جائے تو اللہ پاک نے **واتقوا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون** فرما کر اس کا جواب دے دیا کہ مومن کی سب سے بڑی سیاست تقویٰ اور توکل علی اللہ ہے (ترجمہ شیخ الہند)۔

صاحب روح البیان نے اس آیت کی تفسیر میں ۲/ قصہ لکھتے ہیں (۱) جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو وادی عسفان میں واقعہ ذی انمار اور

غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر دیکھا کہ نماز ظہر کیلئے کھڑے ہوگئے اور اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرلی مشرکین بڑے نادم ہوئے کہ ہم نے کیوں اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا اوران پر حملہ نہ کردیا بعض نے کہا کہ ایک اور نماز کا وقت آرہا ہے اور وہ بھی ان کو بہت محبوب ہے اپنی اولاد اور ماں باپ سے بھی زیادہ یعنی عصر کی نماز اس موقع پر حملہ کرنے کیلئے تیار رہو مگر اللہ پاک نے ان کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیا اور صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی۔

(۲) جب رسول اللہ ﷺ ایک معاملہ میں دیت کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کیلئے بنی قریظہ کے پاس تشریف لائے اور ساتھ میں ابوبکرؓ وعمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے بنوقریظہ نے کہا اے ابوالقاسم آپ یہاں بیٹھ جائیے پہلے کچھ ناشتہ وغیرہ ہوجائے پھر اس بات کے سلسلہ میں گفتگو کر لیتے ہیں جس کے بارے میں آپ آئے ہیں اور آپ علیہ السلام کو ایک جگہ پر بٹھا دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں غلط اور بے ہودہ پلان قتل کے کرنے لگے عمرو بن فجاش بد بخت نے ایک چکی کا پاٹ گرا کر آپ ﷺ کو ہلاک کرنا چاہا اللہ پاک نے اس کو اس ناپاک ارادہ سے باز رکھا اور ایسا نہ کرنے دیا اور فوراً جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آپ کو خبردار کیا اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ گئے اور مدینہ پاک پہنچ گئے یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب گرامی بھی اٹھ گئے اور یہود نالائقوں کا پردہ فاش ہوگیا (کذا فی تفسیر الثعلبی رص:۳۶۲رج:۲)۔

(۳) ایک غزوہ میں واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور آپ کے اصحاب نے دوسرے درختوں کے نیچے آرام کیا دوپہر کا وقت تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار شریف ایک درخت پر جس کے نیچے آرام فرماتے تھے

لٹکا رکھی تھی، ایک دیہاتی دشمن آیا اس نے تلوار اٹھالی اور رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے اس نے پوچھا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے دیکھ لیا کہ سب سوئے ہوئے ہیں اور قدرے فاصلہ پر ہیں رسول اللہ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ اللہ بچائیں گے اس کے ہاتھ سے یہ سن کر تلوار چھوٹ گئی، درحقیقت جبرئیلؑ نے گرادی تھی بحکم الٰہی اور رسول اللہ ﷺ نے اس تلوار کو اٹھالیا اور اس سے پوچھا اب بتا کہ تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا اس نے کہا آپ کے سوائے دوسرا کوئی نہیں بچائے گا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا اس نے یہ کرم فرمائی دیکھ کر کلمۂ توحید پڑھ لیا اشھد ان الا الٰہ الا اللہ واشھد ان **محمد** رسول اللہ (روح البیان رص: ۳۶۰ رج: ۲ رکذا فی تفسیر البغوی رص: ۱۹ رج: ۲)۔

ان جملہ واقعات میں اللہ پاک نے حفاظت فرمائی اور ایمان والوں کو دشمنوں سے بچایا یہ خاص اللہ پاک کے فضل وکرم کی بات ہے اس سے ایمان والوں کے اندر تقویٰ کا وصف اور توکل علی اللہ کیفیت پیدا کرنا مقصود ہے، یہ سب حفاظت ربانیہ تقویٰ اور توکل علی اللہ کا نتیجہ ہے۔

توکل علی اللہ کی برکات

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ توکل اس بات کا نام ہے کہ تمام کاموں میں باری تعالیٰ شانہ کو مضبوط پکڑے اور اس کا محل قلب ہے اور ظاہر سے حرکت کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جبکہ اس بات پر پورا یقین کرے کہ تقدیر کا ہر فیصلہ من جانب اللہ تعالیٰ ہے اگر کوئی مشکل پیش آرہی ہے تو بھی بتقدیر الٰہی ہے اور توکل کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے کہ

اللہ پاک کے سامنے ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھ میں اسی طرح بندہ کو قدرت الٰہیہ ازلیہ کے تحت ہو جانا چاہئے۔

دیکھئے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا اور فرشتے نصرت کیلئے آئے ان سب کو منع کر دیا اور **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** پڑھا اور رسول اللہ ﷺ کا توکل غار ثور میں کس مرتبہ پر ظاہر ہوا ایسے شدید گھبراہٹ کے موقع پر جس میں ابوبکر سخت پریشان تھے **لاتحزن ان اللہ معنا** کا تسلی بخش جواب زبان مقدس پر جاری ہوا اور بدر و احد اور تمام معرکوں میں توکل علی اللہ کا کس قدر مظاہرہ فرمایا جس کی برکت سے اللہ پاک نے آپ ﷺ سے اور آپ کے اصحاب سے مشرکین کے ہاتھوں کو روک لیا اور وہ جو چاہتے تھے وہ نہ کر پائے۔

توکل علی اللہ مقربین الٰہی کی خصوصی صفات میں سے ہے لہذا مومن پر لازم ہے کہ صفات حمیدہ کے ساتھ متصف ہو اور راہ حق میں عمدہ سیرت کے ساتھ چلے، ہر چیز اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے اللہ پاک اپنے بندوں کو آزماتا ہے بندوں کو اپنی کسی آزمائش کا حق نہیں ہے بندہ پر توکل ضروری ہے اور انعامات الٰہیہ پر شکر گذاری کرنا۔

ایک بار حضرت عیسیٰؑ سے شیطان نے کہا جبکہ وہ کسی پہاڑی پر کھڑے تھے آپ کو اللہ پاک پر بھروسہ ہے فرمایا بیشک، تو کہنے لگا کہ اپنے آپ کو گرا کر دیکھئے، فرمایا نالائق دفع ہو مجھے اپنے رب کی آزمائش کا کوئی حق نہیں ہے۔

خُلّت کیلئے امتحان بھی ہوتا ہے

ایک بار حضرت ابراہیمؑ کے پاس باری تعالیٰ شانہ نے وحی بھیجی اے ابراہیم تم

میرے دوست ہو اور میں تمہارا دوست و خلیل ہوں، عرض کیا بیشک ایسا ہی ہے، فرمایا دیکھنا کہ تمہارا باطن میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ مشغول نہ ہونے پائے اور میں تمہارے باطن میں نظر کروں گا اگر میں نے تمہارے باطن کو اپنے علاوہ کسی اور کے ساتھ مشغول پایا تو تمہاری دوستی جو میرے ساتھ ہے وہ ختم ہو جائے گی اس لئے کہ سچا وہ ہے دوستی ومحبت کے دعویٰ میں کہ اگر اس کو آگ میں جلا بھی دیا جائے تب بھی اپنے باطن کو میرے علاوہ کے ساتھ مشغول نہ کرے، میرے احترام واکرام کی وجہ سے اس لئے کہ جو باطن ایک لمحہ کیلئے بھی میرے مشاہدہ سے ہٹا تو وہ میرے کلام اور میری نظر کے لائق نہیں ہے، پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ ابراہیم پکے سچے تابعدار بن جاؤ یہی ہے دوستی کا تقاضہ، عرض کیا بالکل ایسا ہو گا **اسلمت لرب العلمین** میں نے اپنے رب کی پوری تابعداری کا عہد کر لیا ہے پھر اللہ پاک نے ان کا امتحان لیا جب ان کو منجنیق کے ذریعہ آگ میں ڈالا گیا تو بالکل نہ گھبرائے بلکہ اپنے سارے معاملات اللہ پاک کے حوالہ کر دئے حتیٰ کہ اللہ پاک نے اپنی خلت کے لباس فاخرہ سے مزین فرمایا اور اعلان کر دیا اتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً کہ اللہ پاک نے ابراہیمؑ کو اپنا خاص دوست بنالیا ہے، خلیل ایسا دوست جس کی دوستی میں خلیل نہ ہو اس کی خلت یعنی دوستی ہر قسم کے خلل سے خالی ہو تب اللہ پاک نے ان کیلئے آگ کو بردوسلام ٹھنڈی سلامتی والی بنا دیا، معلوم ہوا کہ اللہ پاک سے راضی ہونا کہ جو دوست کی جانب سے پہنچ رہا ہے وہ برحق ہے

دوست کی جانب سے جو پہنچے بلا وہ پھر بلا ہرگز نہیں وہ ہے کرم

مومن انسان کو بلند مقامات تک اور عمدہ حالات تک اور توحید کے کمال تک جا

پہنچتا ہے اسی سے یقین کی طاقت بڑھتی ہے اور بندہ مومن مقام ولایت تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

یحیٰ بن معاذ سے پوچھا گیا کہ ولی کی صفت کیا ہے فرمایا کہ صبر اس کا شکار ہے اور شکر اس کا خاص کپڑا ہے، قرآن کریم اس کا معین و مددگار ہے حکمت اس کا علم ہے توکل اس کا صابون ہے، فقر و فاقہ اس کی تمنا ہے، تقویٰ اس کی سواری ہے، غربت و مسافرت اس کیلئے لازم ہے، حزن و غم اس کا رفیق ہے ذکر الٰہی اس کا جلیس اور ساتھی ہے، اللہ پاک اس کا انیس و غم خوار ہے

قوت روح اولیاء ذکر حقست　　پیشہ ایشاں شکر مطلقست

گر خبر داری ز اسرار خدا　　رو براہِ ذکر و طاعت حقیا

(روح البیان رص:۱۱۳رج:۲)

حدیث میں ہے: **عن أبی هريرةؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم فی نزول عيسىٰ عليه السلام ويهلک فی زمانه الملل كلها إلاالإسلام وعن المقداد قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول لا يبقٰى على ظهر الأرض بيت مدر ولا وبر إلا أدخله الله كلمة الله اما بعز عزيز أوذل ذليل اما يعزهم الله فيجعلهم من أهلها أو يذلهم فيدينون قلت فيكون الدين كله لله تعالٰى** بعض نے مطلب لیا جو دین رسول اللہ ﷺ کے آس پاس تھے وہ سب دور نبوی میں مغلوب ہو گئے، امام شافعیؒ نے بھی فرمایا کہ ظہور ہو چکا سب کیلئے حق واضح کر دیا گیا ہے (بغوی رص:۲۸۷)۔

مثنوی شریف رص:۱۸۴ر دفتر اول میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

فرماتے ہیں:

وَر تو نمرودی ست آتش در مَرو　　　رفت خواہی اول ابراہیم شو

اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا　　　اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم بن جا

یعنی اگر تمہارے اندر نمرودی صفات ہیں تو آگ بلاشبہ آگ ہے اور اگر تمہارے اندر ابراہیمی صفات ہیں تو تمہارے لئے آگ گلزار ہے، سبحان اللہ عارف رومی نے کیا بہترین نکتہ نکالا ہے۔

قرآن کریم اللہ پاک کا نور ہے

ارشاد باری ہے:

یآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ	اے انسانو! تحقیق کہ تمہارے
جَـآءَ کُـمۡ بُـرۡھَـانٌ مِّنۡ	پاس دلیل وبرہان آچکی ہے تمہارے رب
رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا	کی طرف سے اور اتارا ہم نے تمہاری
مُّبِیۡـناً فَـاَمَّـا الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	طرف کھلا نور، سو وہ لوگ جو اللہ پاک پر
بِـاللّٰـهِ وَاعۡتَـصَمُوۡا بِـهٖ	ایمان ویقین رکھتے ہیں اور ان کو مضبوط
فَسَیُـدۡخِـلُهُـمۡ فِیۡ رَحۡمَةٍ	پکڑے ہوئے ہیں تو اللہ پاک ان کو اپنی
مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ	خاص رحمت میں داخل کریں گے اور فضل
صِـرَاطًـا مُّسۡتَقِیۡمًا (سورۂ نساء	سے نوازیں گے اور ان کو اپنی طرف سیدھی
آیت: ۱۷۵)۔	راہ پر پہنچاویں گے۔

تشریح: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ''برہان'' سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے اور آپ ﷺ کو اس وجہ سے برہان کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ساتھ معجزات بھی لائے تھے جن سے آپ ﷺ کی سچائی واضح ہوئی تھی، اور نور سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ جس طرح روشنی سے چیزیں نظر آتی ہیں واضح طور پر اس طرح قرآن سے واضح طور پر احکام نظر آتے ہیں، جمہور نے اسی طرح تفسیر فرمائی ہے اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ برہان سے مراد اسلام ہے، بہرحال جو ان آیات کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ اور قرآن کریم کو مان کر چلے گا ان پر پورا ایمان ویقین رکھے گا اور اللہ پاک کے احکام کو مضبوط پکڑے گا اس کو اللہ پاک کی خاص رحمت اور فضل عظیم سے حصہ ملے گا اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوگا، یعنی اعمال صالحہ اختیار کرے گا، صراطِ مستقیم سے مراد دین اسلام ہے اور بعض نے کہا عمل صالح مراد ہے (کذا فی البحر المحیط)۔

دین حق اسلام ہے چنانچہ ایک وقت ایسا ہوگا جب تمام ختم ہو جائیں گے سوائے دین اسلام کے حضرت عیسیٰؑ کے دور میں اور کلبیؒ نے فرمایا کہ یہاں بھی نور اللہ سے مراد قرآن ہی ہے جو توحید کا داعی اور کفر وشرک وخرافات کا دور کرنے والا ہے (کذا فی تفسیر البغوی ص:۲۸٦ ج:۲) **أن يبطلوا دين الله بألسنتهم وتكذيبهم إياه وقال الكلبي النور القرآن**، روح البیان ص:٤١٦ ج:۳ میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو کفار رد کرنا اور جھٹلانا چاہتے ہیں کیونکہ توحید شریعت کو حلال وحرام کو بتاتا ہے، آگے باری عزاسمہ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ o (سورۂ توبہ آیت:۳۳)۔

وہ ذات پاک جس نے اپنے رسول کو ہدی کے ساتھ بھیجا یعنی قرآن دیکر جو متقی سننے والوں کیلئے ہدایت ہے جیسا کہ ھدی للمتقین فرمایا گیا اور دین حق کو لیکر تا کہ ہر دین پر ان کو غالب کردیں اگرچہ مشرکوں کو نا گوار لگے۔

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (سورۂ تغابن آیت:۸)۔

سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

فائدہ: یہاں بھی آیت پاک میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جو ہم نے اتارا ہے یعنی قرآن کریم اور اللہ پاک تمہارے کاموں اور معاملات سے خوب باخبر ہیں، قرآن کریم اپنے اعجاز کے ساتھ اس قدر واضح اور روشن ہے اور اللہ پاک کی طرف سے ایسا نور ہدایت ہے جو خود تو نور ہے ہی دوسروں کو بھی منور کرنے والا ہے کیوں کہ اچھائی اور برائی کو صاف اور واضح کر دیتا ہے جیسے نور میں سب کچھ واضح اور کلیر ہو جاتا ہے (روح البیان رص:۱۰ رج:۱۰ روکذا فی تفسیر البغوی رص:۳۵۳ رج:۴)۔

اللہ پاک نے توریت کو بھی ہدایت و نور فرمایا: **انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور یحكم بها النبیون الخ** اسی طرح انجیل کو ہدایت و نور فرمایا **و اتینه الانجیل فیه هدی و نور** (سورۂ مائدہ)۔ اور ایک مقام پر باری عز اسمہ نے خود مذہب

اسلام میں نور الٰہی فرمایا ہے **یریدون ان یطفؤا نور الله بافواههم ویابی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکافرون** ، کفار یہ چاہتے ہیں جو توحید و رسالت پر مشتمل ہے کہ اللہ کی روشنی کو بجھا دیں اپنے منھوں سے اور اللہ نہ رہے گا اس کو پورا کئے بغیر اگر چہ کفار برا مانیں (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

ایک جگہ ارشاد ہے **قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین** یہاں بھی مراد ہے اور یہ عطف تفسیری ہے اسی آیت پاک میں آگے فرمایا:

وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ	اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا
وَیَعۡمَلۡ صَالِحًا یُّکَفِّرۡ عَنۡهُ	اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور
سَیِّـاٰتِهٖ وَیُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ	کردے گا اور اس کو ایسے باغوں میں داخل
مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ	کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی
اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ○ (سورۃ تغابن آیت:۹)۔	جن میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

جو بندہ اللہ پاک پر ایمان لائے گا اور اچھے اعمال کرے گا اس کی غلطیاں باری تعالیٰ معاف فرمائیں گے اور اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

چونکہ انسان بہر حال خطاء وقصور کرتا ہی رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ غلطیاں برائیاں تقصیرات اس سے صادر ہوتی ہی رہتی ہیں ایمان اور اعمال صالحہ جس میں توبہ واستغفار

بھی ہےاس کی برکت سےاس کے قصور معاف ہوتے رہتے ہیں اور خود اعمال صالحہ ایسے کتنے ہیں جوتقصیرات کی تلافی اور معافی کا سبب ہیں، برخلاف کفروشرک کے وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے کا ذریعہ ہے اور جہنم برا ٹھکانہ ہے ایمان کی برکت سے ایک مومن کو پریشانیوں میں بھی تسلی حاصل ہوتی رہتی ہے اور اسکے قلب کو ہر ہر موقع پر اللہ پاک اس کے مناسب ہدایت دیتے رہتے ہیں، نعمتوں کے موقع پر شکر کی توفیق اور پریشانیوں کے موقع پر صبر وہمت دیتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا: **ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ واللہ بکل شیء علیم** یعنی جواللہ پاک پر ایمان رکھتاہے اس کے قلب کواللہ پاک خاص ہدایت دیتے رہتے ہیں اوراللہ پاک ہر شئے کوخوب جانتے ہیں۔

یعنی مؤمن جان لیتا ہے کہ کوئی مصیبت اورسختی اللہ پاک کی مشیت وارادہ کے بغیر نہیں آتی، مومن کو جب اس بات کامکمل یقین ہے تواس کو پریشانیوں کے بھی اندر اطمینان وتسلی کی کیفیت کالطف آتاہے اور وہ کہہ دیتاہے:

قُلْ لَّنْ یَّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○ (سورۂ توبہ آیت:۵۱)۔	آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں صرف پریشانیاں پہنچ رہی ہیں جومقدر میں مکمل ہوئی ہیں اوراللہ پاک ہمارے ہر طرح ناصر ومددگار ہیں اورانہی کی ذات پاک پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

تقدیر پر ایمان کی برکت سے بندۂ مومن کوراحت قلبی حاصل ہوتی ہے کہ ہر

مصیبت وتکلیف باذن اللہ تعالیٰ ہے یعنی اس کی قضاوقدر کی وجہ سے ہے مگر ان تکالیف ومصائب کے دور ہونے کی دعا کرنا بندگی کا تقاضہ اور ضرورت انسانی ہے اس لئے وہ ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مکتوب رص: ۹۷رد فتر دوم میں اس کو لکھا ہے۔

حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ مجھے کسی بھی تکلیف سے قلبی پریشانی نہیں ہوتی ہے ایک تو اس وجہ سے کہ ہم نے یقین کرلیا کہ یہ سب اللہ پاک کی طرف سے ہیں اور ہمارے محبوب ہیں اور دوسرے وہ حکیم مطلق ہیں ان کا ہر کام حکمت ومصلحت پر مبنی ہے تو یہ مصیبت وتکلیف بھی ضرور کسی نہ کسی حکمت ومصلحت پر مبنی ہوگی ادھر وہ رحمٰن ورحیم ہیں لہٰذا اس میں بھی ضرور رحمت وعنایت پوشیدہ ہوگی یعنی حاکم بھی ہیں حکیم بھی ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے ان کو ہمارے ظاہر وباطن میں تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے مجال دم زدن نہیں اور حکیم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اطمینان رہے کہ ان حکومت وحاکم جابر جیسا نہ ہوگا حکم حکمت پر مبنی ہوگا وہ حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے (خاتمۃ السوانح رص:۳۷)۔

اور حضرت اقدس مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تکلیف وپریشانی میں جس قدر مؤمن کو قرب روحانی اور ترقیات باطنی حاصل ہوتی ہیں وہ اس کا ایک حصہ بھی نعمتوں کے وقت میں حاصل نہیں ہوتا کیونکہ نعمت کا دور تو بندہ کی تمناء وجذبات کے عین موافق ہوتا ہے اور ایلام یعنی پریشانی کا وقت رحمٰن کی تمنا کے مطابق ہوتا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایمان والا بندہ تکلیف وپریشانی میں جس قدر یا اللہ یا اللہ کرتا ہے

اوراللہ پاک کوقریب پاتا ہے یہ بات خوشی ونعمت کی حالت میں نہیں ہوتی۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ اگر انبیاء واولیاء کو دنیوی امتحانات اور پریشانیاں پیش نہ آتی تو ایک طبقہ توان کے معجزات وکرامات کودیکھ کرفتنہ میں واقع ہوجاتا اور انہی کو خدا سمجھ بیٹھتا ہے، اللہ پاک نے ان پر تکلیفیں اور اوجاع درد وغیرہ ڈال کران کی بشریت واضح کردی یہ صرف ان کا ظاہر ہے اوران کا باطن مشاہدہ انس باری تعالیٰ سے ہشاش وبشاش فرحاں وشاداں ہیں (روح البیان رص:۱۳۰رج:۱۰)۔

مزید لکھتے ہیں کہ مصیبت وپریشانیوں کے آنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مؤمن لوگ اللہ پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہےاور یہ جان کراپنی طاقت وقوت سے بری ہوجاتے ہیں۔

ایمان ہی ہدایت قلبی ہے

اوراللہ جل جلالہ کی قوت وطاقت سے مدد چاہنے لگتے ہیں نیز گناہ معاف ہوتے ہیں اوران کا ثواب صبر کے ذریعہ اوررضا بالقضاء کے ذریعہ بڑھ جاتا ہےاسی کے ساتھ ساتھ عافیت کی دعا بھی کرتا رہے،نہایت تضرع وزاری کے ساتھ بلکہ دواء وعلاج کرنا بھی ضروری ہےجس کا صاف حکم وارد ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کی دوا جس کا علاج نازل نہ کیا ہو،لہذا اللہ کے بندوں علاج وڈاکٹر تلاش کرو (بخاری شریف)۔

پھر جو ارشاد فرمایا گیا کہ جو دل اللہ پاک پر ایمان رکھتا ہوگا اس کے قلب کو

ہدایت حاصل ہوگی یعنی اللہ پاک اس کو مزید برکات نصیب فرمائیں گے، حضرت ابوبکر وراقؒ نے فرمایا کہ جو شخص شدت بیماری کے وقت جس درجہ ایمان پر ہوگا اور جانتا ہوگا کہ یہ بھی اللہ کا عدل ہے اس کو اسی کے بقدر رضا بالقدر کے حقائق اور یقین کی برکات حاصل ہوں گی، ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنا ایمان باللہ کو صحیح اور درست کر لیا اس کے دل کو خاص ہدایت ملے گی اور اس کو اتباع سنن مصطفیٰ ﷺ کی توفیق عطا کی جائے گی اور ایمان کی صحت کی علامت یہ ہوگی کہ سنن نبویہ پر اس کو مداومت کی توفیق ملے گی اور وہ اتباع نبی ﷺ کو لازم پکڑے گا اور اپنی خواہشات کو ترک کرے گا اور گمراہ کن جذبات سے بچے گا اور بعض علماء نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ پر یقین کے ساتھ ایمان رکھے گا تو اس کو عمل صالح کی توفیق ملے گی اس کے ایمان کے مطابق یہاں تک کہ وہ اپنے مطلوب کے کمال کو پائے گا جس پر وہ ایمان لایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا، یعنی مطلب یہ ہے کہ جو اللہ پاک پر ایمان لایا ان کی ذات کے اعتبار سے اللہ پاک اس کا دل اپنے اسماء اور اپنی صفات علیاء کے نور سے منور فرمادیں گے کیونکہ جب ذات باری عزاسمہ پر ایمان ہوگا تو اللہ پاک کی صفات کی معرفت ضرور ہوگی اور اس کے اسماء کی بھی معرفت ہوں گی، پہلے ایمان آیا پھر ہدات قلبی آئی اس سے وہ وہم دور ہو گیا جو بعض حضرات کو واقع ہوا کہ ہدایت پہلے آئی ایمان بعد میں، یا یوں کہو کہ ہدایت کے بعض مراتب و مقامات مقدم ہیں اور بعض مؤخر ہیں بہر حال ہدایت اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اسی لئے ہم ہر دن ہر نماز میں ہدایت کی دعا کرتے ہیں **اهدنا الصراط المستقيم** (روح البیان ص:۱۴/ ج:۱۰)۔

عورتوں اور بچوں کی دشمنی سے بھی بچو

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ
مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ
عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا
وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ
وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ
عَظِیْمٌ o (سورۂ تغابن آیت:۱۴،۱۵)۔

اے ایمان والو! تمہاری بعض
بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں سو تم ان
سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور
درگذر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے
والا رحم کرنے والا ہے تمہارے اموال
اور اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی
چیز ہے اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

فائد: بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اس کو کسی وقت چین نہیں لینے دیتی اس چکر میں پڑ کر وہ آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے جو اہلِ وعیال اپنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں وہ حقیقۃ اس کے دوست نہیں ہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا اس لئے حق جل مجدہ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین وآخرت برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہے بہت اللہ کی بندیاں ایسی بھی نیک شعار صالح طبیعت اللہ

والی ہوتی ہیں جن کی برکت سے ان کے شوہروں کے دین کی حفاظت ہوتی ہے اور وہ نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کیلئے باقیات صالحات بنتی ہے، **اللھم اجعلنامنھم بفضله و منه** (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلثة إلامن صدقة جاریة أو علم ینتفع به أو ولد صالح یدعو له(مشکوۃ شریف رص:۳۲رج:۱)۔	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے مگر تین عمل باقی رہتے ہیں: صدقۂ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعائے مغفرت کرے۔

معلوم ہوا کہ اولاد صالح ایسی دنیا نہیں جو مذموم ہو وہ تو اجر اور ذخیرہ آخرت ہے (روح البیان رص:۱۸رج:۱۰)۔

تفسیر بغوی رص:۳۵۴رج:۴رمیں ہے کہ اہل مکہ میں سے (دور کفر) میں ایسے کتنے لوگ تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور جب انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آنے کا قصد کیا تو ان کو ان کی بیویوں نے ان کی اولاد نے روک دیا اور انہوں نے کہا کہ اب تک تو ہم نے اسی بات پر صبر کیا کہ تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو اب ہم سے اس پر صبر نہ ہو سکے گا کہ تم ہم سے جدا ہو جاؤ اور دور چلے جاؤ ان کی وجہ سے انہوں نے ہجرت کا ارادہ چھوڑ دیا اور ان کی بات مان لی اس کو اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ایسے بال بچے تمہارے دشمن ہیں۔

دشمنی کے انداز

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ انسان کی بیوی اور اولاد ظاہر میں تو دشمن نہیں ہیں کیونکہ ان کو ذاتی کوئی عداوت نہیں ہے ہاں مگر کبھی دشمن اپنے فعل و کردار سے ثابت ہوتا ہے اور اس سے زیادہ خطرناک کونسی عداوت ہے کہ مؤمن کو اس کے رب کے قریب ہونے اور اطاعت کرنے سے روک دیا جائے، چنانچہ مروی ہے کہ تمہارا دشمن صرف وہی نہیں ہے جو تمہیں قتل کر دے یا تم اس کو قتل کردو یا مقابلہ میں ہو بلکہ سب سے خطرناک دشمن تو تمہارے پہلو میں ہے اور وہ عورت آدمی کے ساتھ اس کے بستر پر ساتھ ہوتی ہے اور وہ اولاد جو خود اس کی پشت سے ظاہر ہوا اس سے قریب ترین کون ہوسکتا ہے ان کے شر سے بھی بچنا چاہئے فکر کے ساتھ اور توجہ کے ساتھ اگر غفلت برتی گئی ہو نقصان ہوسکتا ہے۔

اسی لئے حدیث پاک میں ہے:

عن أبی هريرةؓ قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم إذا كانت أمراء كم خياركم وأغنياء كم سمحاء كم وأموركم شورىٰ بينكم فظهر الأرض خيرلكم من بطنها وإذا كانت أمراء كم	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے حکام تمہارے بہترین لوگ ہوں تمہارے اغنیاء تمہارے سخی ترین لوگ ہوں اور تم لوگ اپنے کام آپس میں مشورہ سے کرتے ہو تو تم لوگوں کیلئے زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے، یعنی زندہ رہ کر چلنا پھرنا مرکر زمین میں دفن ہوجانے سے

شــرارکـم وأغـنيـاء كـم بـخـلاء كـم وأموركم الى نسـاء كـم فبـطن الأرض خيـرلـكـم من ظهرها (ترمذی شریف رص:۵۲رج:۲)۔

بہتر ہے،لیکن جب تمہارے حاکم بدترین لوگ ہوں تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تم لوگوں کے کام عورتوں کے سپرد کردئے گئے ہوں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے،یعنی موت زندگی سے بہتر ہے۔

نیزفرمایاشـاورهـن وخالفوهن کہ ان سے مشورہ کرواوران کی مخالفت کروہاں اگرعورت سمجھدارفاضلہ ہوتواس کے مشورہ پرعمل بھی ہوسکتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پرحضرت ام سلمہ کا مشورہ

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پرایک ام سلمہ کے مشورہ پرعمل کیا کہ آپ خودقربانی کردیں جس کودیکھ کرسب نے قربانی کا عمل کیااورسب اسی جگہ پراحرام سے نکل گئے، کیونکہ مکہ مکرمہ جانے کے خیال میں تھےاوراحرام کھولنے کیلئے تیارنہ تھے یہ وہ دورتھاجب کفارمکہ نے روک دیااورآئندہ سال اوروہ بھی تین دن عمرہ کی اجازت دی،آج کی اصطلاح میں ویزا تین دن کا ملا،کفارمکہ کی حکومت میں، چنانچہ صلح کے بعدرسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے گئے اورصلح کے معاہدہ کے مطابق آئندہ سال ۷ھ میں عمرہ کیلئے تشریف لائے اورتین دن قیام فرمایازائدکیلئے کفارنے اجازت نہ دی۔

معلوم ہوا کہ عورتوں کی رائے بعض موقعوں پرصحیح بھی ہوتی ہے،امام الحرمین نے فرمایا ہمیں بھی صرف حضرت ام سلمہ کے بارے ہی میں علم ہے کہ ان کی رائے صائب تھی جس پررسول اللہ ﷺ نے عمل فرمایااورسب کیلئے آسانی ہوگئی،بعض حضرات

نے فرمایا اسی طرح حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی کی رائے کہ اگر کسی کو آپ اجیر رکھیں تو اس کے لائق یہ جوان صالح امین (موسیٰ) لائق ہیں جس پر ان کے والد بزرگوار حضرت شعیبؑ نے عمل فرمایا اور برکات ظاہر ہوئیں کیا قسمت شعیبؑ کی کہ ان کو موسیٰؑ جیسا اجیر مبارک محبوب پیغمبر جلیل القدر رسول ان پر اور ہمارے نبی پر برکات نازل ہوں، حاصل ہوا سبحان اللہ الحمدللہ علی ذلک ، ام حذیفہ بھی ایک اچھی صفات اچھے اخلاق اچھے مشورے دینے والی دیندار تہجد گذار خاتون ہے **أطال الله عمرها وحفظها وأولادها من كل شر ومصيبةٍ في الدنيا والآخرة۔**

ایک پُر لطف حکایت

کہتے ہیں کہ خسرو پرور مچھلی کھانا پسند کرتا تھا ایک دن وہ اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا اور باہر کا منظر دیکھ رہا تھا اور شرین اس کے پاس تھی، ایک صیاد آیا اور اس نے بادشاہ کے سامنے ایک بڑی شاندار مچھلی لاکر رکھدی جو اس کو بہت اچھی لگی اس نے اس کے عوض چار ہزار درہم بطور انعام وعطیہ اس کو دئے، یہ دیکھ کر شرین بولی کہ آپ نے اتنی ذراسی چیز کے بدلہ اتنی بڑی رقم اس کو دیدی، اگر آپ کے کسی لشکری آدمی کو اس کا پتہ چلا اور آپ نے اس کو بھی اتنی ہی رقم دی تو وہ اس رقم کو حقیر جانے گا اور کہے گا یہ کیا رقم ہے اتنی تو بادشاہ نے فلاں کو بھی دیدی تھی ایک ذراسی چیز کے عوض، یہ تم نے کوئی اچھا کام نہیں کیا، خسرو نے کہا اب کیا ہونا چاہئے تو یہ تم نے ٹھیک کہا ہے لیکن بادشاہوں کو کچھ دینے کے بعد واپس لینا اچھا نہیں ہوتا ان کی شان کے خلاف ہوتا ہے کہ وہ ایسا کریں، کہنے لگی کہ صیاد کو بلاؤ اور اس کو کہو کہ یہ مچھلی ہے یا مچھلا ہے، اگر وہ یہ کہے کہ مچھلی ہے تو کہنا کہ ہمیں تو اس کا مذکر درکار تھا

اوراگر وہ کہے کہ یہ مذکر ہے تو کہنا کہ ہمیں تو مچھلی چاہئے تھی ، یہ مشورہ کرنے کے بعد بادشاہ خسرو نے کسی کو کہا کہ اس کو بلا کر لاؤ جب وہ بیٹھ گیا خسرو نے اس سے وہی سوال کیا کہ جانور مچھلی ہے یا مچھلا ہے، ہمارے عرف میں ہر دو قسم کو مچھلی ہی سے پکارتے ہیں، صیاد بھی عقلمند انسان تھا اس نے کہا کہ بیچ کا جانور ہے جیسے انسانوں میں ہوتے ہیں ایسے ہی اس جانور میں بھی اس قسم کے ہوتے ہیں یہ نہ مذکر ہے نہ مؤنث ہے خسرو بہت ہنسا اور مزید چار ہزار درہم اس کی اس بات سے خوش ہوکر اس کو دئے ،اب اس کے پاس ۸ر ہزار درہم ہوگئے اور شرین کو اندر اندر بہت طیش آرہا تھا کہ اس نے تو مزید چار ہزار اور دیدئے جب اس نے وہ جھولا اپنے کندھے پر اٹھایا اور نکلنے کا ارادہ کیا تھیلے میں سے ایک درہم گر گیا اس نے وہ جھولا نیچے رکھا اور وہ ایک درہم اٹھایا اور چل دیا بادشاہ اور شرین نے بھی یہ منظر دیکھا ،شرین سے رہا نہ گیا اس نے کہا دیکھا تم نے کیسا خسیس آدمی ہے کیسا بے وقوف مال کا دیوانہ ہے ایک درہم کو بھی اٹھا کر واپس اپنے تھیلے میں رکھ لیا وہ بھی اس کو چھوڑنا آسان نہ ہوا،خسرو نے کہا واقعی تو سچ کہتی ہے اتنا خسیس وکمینہ مال کا دیوانہ تو دیکھا نہیں پھر اس کو بلوایا گیا اور خسرو نے اس کو کہا اے دنی آدمی تو بہت خسیس وکمینہ نکلا ایک ایک درہم پر مرتا ہے اس کو بھی نہیں چھوڑتا ہے صیاد نے کہا بادشاہ سلامت میں نے اس ایک درہم کو اس وجہ سے اٹھایا ہے کہ اس پر بادشاہ کا نام اور ایک طرف اس کی تصویر بنی ہوئی ہے مجھے خوف ہوا کہ کہیں کوئی آدمی بے خبری میں اس پر پاؤں نہ رکھدے، خسرو کو اس کی عقلمندانہ گفتگو سے جو انتہائی باادب انداز سے وہ کر رہا تھا اس قدر پسند آئی کہ مزید چار ہزار درہم اور اس کو انعام دیا اور لوگوں کے لئے اس نے ایک وصیت نامہ میں لکھا کہ

عورتوں کی بات نہ ماننااوران کی رائے پر ہرگزعمل نہ کرنا (روح البیان ر ص:۷ارج:۱۰)۔

آگے ارشادفرمایا:

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (سورۂ تغابن آیت:۱۴)۔

اگر تم ان کو معاف کردو اور درگذر کرو اور بخشو تو بے شک اللہ پاک بہت بخشنے والا اورمہربان ہے۔

فائدہ: یعنی اگرانہوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اورتم کو دینی یادنیوی نقصان پہنچ ہی گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم ان سے انتقام کے درپے ہوجاؤ اوران پر نامناسب سختی شروع کردو ایسا کرنے سے دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، جہاں تک عقلاً وشرعاً گنجائش ہوان کی حماقتوں اورکوتاہیوں کو معاف کرو اورعفودرگزر سے کام لو اوران مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کریں گے اورتمہاری خطاؤں کو بھی معاف کریں گے (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

صاحبِ روح البیان ر ص:۱۸ارج:۱۰ر پرفرماتے ہیں کہ عوف بن مالک الاشجعی بال بچوں والے آدمی تھے جیسے دوسرے اورصحابہ کرام تھے جب وہ جہادوغیرہ کاارادہ کرتے توان کے بال بچے ان کوروکتے اور کہتے کہ تم ہمیں کس کے حوالہ کرکے جاتے ہوجس پران کا دل بھی نرم ہوجاتا اوروہ جہاد میں نہ جاپاتے اوروہ شاعرآدمی تھے،ایک مرتبہ اپنی بیوی کے مخاطب ہوکر کہنے لگے ؎

عدی السنین نعیبتی وتصبری وذری الشهور فانهن قصار
واذکر صبابتنا الیک وشوقنا وارحم بناتک انهن صغار

یعنی تم نے سالوں تک میری عدم موجودگی میں صبر سے کام لیا اور چند ماہ صبر نہیں ہوتا جو تھوڑا سا وقت ہے، اس نے جواب دیا۔ کہ یاد کرو ہم آپ کے کس قدر دیوانہ اور شوقین ہیں اور اپنی بیٹیوں پر رحم کرو وہ چھوٹی چھوٹی ہیں۔

اور ان جیسے کچھ لوگ اور بھی تھے مکہ معظّمہ میں فتح سے قبل اس کے دارالاسلام بننے سے پہلے جیسا کہ لکھا ہے۔

علامہ قاشانیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں عفوودرگذر سے مدارات کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کی باتوں سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ حلم وکرم اور رحمت وشفقت کا معاملہ کرو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ حرج نہیں ہے گناہ تو ان کے ساتھ اس قدر مشغول ہونے میں ہے کہ یادِحق سے غافل ہو جائے عدل وانصاف اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اور نرمی کا تو حکم ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے:

عـن أبـي هـريرة ؓ أن	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت
رسـول الـلـه صلى الله عليه	ہے حضورﷺ نے فرمایا جسے اللہ اور روزِ
وسـلـم قـال من كـان يومن	قیامت پر ایمان ہے اسے اپنے پڑوسی کو
بـالله واليوم الأخر فلا يوذى	تکلیف نہ پہنچانی چاہئے اور عورتوں کے
جـاره واستـوصوا بـالنسـاء	حق میں بھلائی کرنے کی میری وصیت
خيـرا فـإنهن خلقن من ضلع	قبول کرو چونکہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں
وإن أعـوج شـيء في الضلع	جو سب سے بڑی پسلی ہے وہ سب سے
اعـلاه فـإن ذهبـت تقيمـه	زیادہ ٹیڑھی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنا

كسرته وإن تركته لم يزل أعوج فاستوصوا بالنساء خيرا (بخاری شریف/ص:۷۷۹/ج:۲)۔

چاہے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور جو یونہی رہنے دیگا تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، میری وصیت عورتوں کے حق میں قبول کرو۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المرأة كالضلع إن أقمتها كسرتها وإن استمعت بها استمعت بها وفيها عوج (باب المداراۃ مع النساء بخاری شریف/ص:۷۷۹/ج:۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو تو ٹیڑھے پن ہی میں فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

کیونکہ ان کے ساتھ نرمی کا حکم نہ ہو جبکہ اللہ پاک کو ان کے ساتھ بہت محبت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک سورت کا نام ہی سورۃ النساء ہے جس میں ان کے متعلق احکامات بہت وضاحت وتفصیل کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، اوران کے ساتھ حسن معاشرۃ کی زبردست تاکید فرمائی گئی ہے فرمایا رب العزت والجلال نے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (سورۂ نساء آیت:۱۹)۔

کہ عورتوں کے ساتھ اچھے انداز کا معاملہ کرو اگر وہ تمہیں ناگوار بھی ہوں تب بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند سمجھتے ہو اور باری عز اسمہ اس کے اندر کوئی بڑی خیر پیدا فرمادیں۔

یہی وجہ ہے انبیاءؑ اولیاء اللہ اپنی ازواج کے ساتھ حسن معاشرت قائم کر کے بعد والوں کیلئے نمونہ چھوڑ گئے ہیں یہ سب عمل تھا حکم الٰہی پر اور انہوں نے متعدد عورتوں کو اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے غربت وفقر وفاقہ کے عالم میں بھی بہت خوبصورتی کے ساتھ نباہ کیا، بخلاف آج کل کے ہمارے دور کے لوگوں کے اخلاق ومعاملات خراب ہونے کی وجہ سے اچھے حالات میں بھی ایک بیوی کو نباہنا اور رکھنا ان کیلئے مشکل ہو رہا ہے، حالانکہ بیوی کے بغیر کام چلنا ناممکن ہے:

زُیِّنَ للناس حق آراستہ ست زانکہ حق آراست چوں تا نندرست
چوں پئے یسکن الیھا ش آفرید کے تواند آدم از حوا برید

زین للناس کو خدا نے آراستہ کیا ہے۔ جس کو خدا نے آراستہ کیا ہو اس سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے۔ جب اس کو یسکن الیہا کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ تو آدمؑ حواؑ سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں (مثنوی رص: ۲٦۰ ردفتر اول)۔

رسولِ کریم ﷺ کے ذاتی اخلاق کا عالم یہ تھا کہ ہر زوجہ مطہرہ آپ ﷺ پر اپنی جان وعزت قربان کر دیتی اور آپ ﷺ سب کی نظر میں محبوب تھے یہ انتہائی اعلیٰ درجہ اخلاق کریمہ رکھنے والے انسان ہی کے بس کی بات تھی، اخلاق النبی ﷺ رص: ۲۰۷ رپر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ بہت عمدہ سلوک فرمانے والے ہمیشہ خوش رہنے والے ان کے ساتھ صحیح ہنسی مذاق اور لطف وکرم کا معاملہ فرمانے والے تھے، اچھی طرح ان پر خرچ فرماتے اور بہت زیادہ مہربان وشفیق انسان تھے، یہاں تک کہ بعض اسفار میں رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ دوڑ بھی لگائی یہ سب محبت کی بات تھی خوش

طبعی تھی فرماتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ دوڑے اور میں آگے نکل گئی اس وقت میں بھاری بدن نہ تھی پھر جب دوسری بار دوڑ لگائی رسول کریم ﷺ آگے نکل گئے اور یہ فرمایا اب کی بار پہلی بار کا بدلہ ہوگیا، ہر رات تمام ازواج رسول اللہ ﷺ کے پاس میں جمع ہوتی تھیں جہاں آپ ﷺ کو رات گذارنی ہوتی رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، بعض مرتبہ پھر وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں اپنی ازواج کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں آرام فرماتے اور جب نماز عشاء پڑھ لیتے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ تھوڑی دیر گفتگو فرماتے سونے سے پہلے یہ صرف انسیت کے واسطے تھا۔

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی فضیلت کا مدار ہی اس چیز پر رکھا ہے کہ وہ حسن معاشرت میں عورتوں کے ساتھ فرمایا کہ تم میں بہتر ہے وہ جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور فرمایا میں خود بھی اپنی ازواج کیلئے بہتر ہوں، گھر والوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت سے پیش آنا اور بھی مشکل ہے کیونکہ ان کے ساتھ مسلسل ساتھ رہنے کا معاملہ ہوتا ہے اور ان پر ایک گونا تسلط اور اختیارات ہوتے ہیں بخلاف کبھی کبھی ملنے جلنے والوں کے کہ ان کے ساتھ خوش اخلاقی برتنا یا ایسا ظاہر کرنا کہ وہ خوش اخلاق آدمی ہے انسان ہے اس لئے مدار ان لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت کے ساتھ نباہ کرنے کا ہے جو مستقل ساتھ ہوں، دیکھئے رسول کریم ﷺ اپنے گھر والوں کیلئے بھی سب سے عمدہ تھے، حضور پاک ﷺ نے بھی عورتوں کو محبوبیت کا درجہ دیا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **حبب إلی من الدنیا النساء و الطیب وجعل قرة عینی فی الصلاة** کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں (۱) عورتیں

(۲) خوشبو (۳) نماز اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی میں ہے، ایک بار حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا عائشہ، پھر پوچھا مردوں میں، فرمایا ان کے والد:

آنکہ عالم مست گفتش آمدے کَـلِّـمِیْـنِـیْ یا حمیرا میزدے

وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے حمیرا (عائشہ) مجھ سے بات کرو (مثنوی رص: ۲۶۰ ردفتر اول)۔

ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے معلوم فرمایا جانتی ہو یہ کون ہے عرض کیا فرمایا کہ گانے والی ہے فلاں خاندان کی کیا تم اس کا گانا سنو گی؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا سنوں گی اور حضرت عائشہ نے اس کو ایک قبط دیا اس نے اس پر گانا گایا جب زیادہ ہی کچھ ہو گیا تو فرمایا کہ شیطان نے ناک میں پھونک ماردی یعنی ضرورت سے تجاوز کر گئی، مختصر سا گانے پر اکتفا نہ کیا یہ گانا ایک طرح کی نظم تھی جو وہ ترنم کے ساتھ اپنے انداز میں پڑھ رہی تھی۔

ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے حضرت عائشہؓ کے پاس اور دو بچیاں کچھ نظم پڑھ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کپڑا اوڑھے لیٹے تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو ڈانٹا رسول پاک ﷺ نے چہرہ مبارک کھول دیا اور فرمایا اے ابوبکر یہ عید کے ایام ہیں ان میں کچھ نظم وغیرہ پڑھنے دو اور نہ اس نظم میں کوئی ایسی قباحت تھی ورنہ رسول اللہ ﷺ ہی منع فرما دیتے جیسا کہ ایک شادی کے موقعہ پر کچھ بچیوں نے اشعار پڑھے اور پڑھتے پڑھتے جب وہ اس شعر پر پہنچی: **فینا نبی یعلم مافی غد**

ہمارے درمیان تو ایسے نبی ہیں جو کل کی خبروں کو بھی جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا (رواہ البخاری)۔

ایک بار حبشی لوگ مسجد نبوی کے قریب نیزوں سے کھیل رہے تھے (جہادی مشق) کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے پردہ کے پیچھے حضرت صدیقہ کو ان کا کھیل دکھایا حضرت صدیقہ نے فرمایا پھر میں نے کہا بس چلنا ہے اندازکرو ایک نوعمر لڑکی کھیل کی شوقین ہو اس طرح اس نے کتنی دیر تک وہ کھیل دیکھا ہوگا اور رسول کریم ﷺ نے ان کی دلداری فرمائی اسی طرح رسول کریم ﷺ عورتوں کی طرف سے پہنچنے والی ناگوار باتوں پر صبر وتحمل عفوودرگذر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم قریش کے لوگ پہلے عورتوں پر غالب رہتے تھے جب ہجرت کرکے انصار کے پاس مدینہ طیبہ آگئے تو انصار کی عادت دیکھ کر ہماری عورتیں بھی ہم پر غالب آنے لگی کیونکہ انصار کی عورتیں ان پر غالب تھیں، ایک دن کی بات ہے میں بیوی پر کچھ غصہ ہو رہا تھا اس نے الٹا مجھے مباحثہ شروع کردیا میں نے اس پر اس کو خوب ڈانٹا اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی تو ایسا کرلیتی ہیں اور کبھی کبھی ناراضگی کی وجہ سے حضور ان کو رات تک چھوڑ بھی دیتے ہیں میں نے کہا ایسا ہے جو ایسا کرے گی اس کی خیر نہ رہے گی پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس جو حضور پاک ﷺ کی اہلیہ تھیں آیا اس بات کی تصدیق کیلئے میں نے کہا اے حفصہ کیا تم عورتیں رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرتی ہو اور وہ تمہیں رات تک چھوڑ دیتے ہیں انہوں نے کہا کہ جی ہاں کبھی کبھار ایسا بھی ہو جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے

کہا اگر تم نے ایسا کیا تو یہ بہت خراب ہوگا کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئی ہو کہ اللہ پاک بھی ناراض نہ ہو جائے حضور کی ناراضگی کی وجہ سے، اس وقت تمہارے مقدر میں ہلاکت کے علاوہ کیا آئے گا (رواہ البخاری)۔

یہاں دیکھئے حضرت عمرؓ بات سن کر کیسے فکر مند ہوئے اور اپنی بیوی کے جھگڑا کرنے سے کس قدر ناراض ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کا اس انداز کا معاملہ برداشت فرما رہے ہیں یہ کمال حلم نہیں تو اور کیا ہے، پھر عورتوں کا یہ انداز اپنے شوہر کے ساتھ ناز و محبت کی بنا پر ہوتا ہے اور وہ کہا کرتی ہیں کہ اپنے شوہر پر غصہ نہ کریں ناز نہ دکھائیں تو کون ہمارا یہ سب برداشت کرے گا، ازدواجی زندگی میں یہ بھی چلتا ہے یہ اس کی بیوی زندگی کا ایک رفیق ہے برابر کا ساتھی ہے اسلام نے اس کو یہ حیثیت دی ہے ایک مملوک نوکر نہیں ہے جس کو جس طرح چاہا استعمال کیا اور ڈال دیا بلکہ اس کے ہمارے اوپر بے شمار احسانات ہیں یہ بھی کیا کم ہے کہ مرد اس کی برکت سے حرام کاموں سے بچا ہے ورنہ نامعلوم کہاں جا پھنستا اور تباہ ہو جاتا جبکہ اس کے باوجود شیطان کا اس قدر زور ہوتا ہے اللہ کی پناہ پھر ہزاروں بار کھانا ناشتہ بنانا اس کیلئے اس کے بچوں کے لئے اور ان کی رات دن خدمت کر کے ان کو بڑا کرنا اور اسکے مہمانوں کی خدمت رشتہ داروں کا خیال اور ہزاروں احسانات ہیں اسلئے اس کے احسانات کا شکر یہ اس کے ساتھ محبت واخلاق وحسن معاشرۃ اور غایت درجہ ہمدردی ہے اگر اس نے اپنے معاملات میں کمی کی اللہ کے دربار میں دعویٰ کر دیا اور اپنے اوپر ظلم وزیادتی کی داستان بیان کی تو اس کو کس بات کا جواب دیا جاسکے گا، اگر

انسان یہ سوچے تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں اس کیلئے ہمارے انتظامات تو ہمارے ذمہ ہیں الغرض دیکھئے ہمارے پیغمبر پیغمبروں کے امام اور سارے انسانوں کے مقتدا کا کیا حال ہے اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا میں جان لیتا ہوں کہ عائشہ جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور جب کبھی ناراض ہوتی ہو، حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ کیسے، فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو اور کوئی بات کرنی ہو تو کہتی ہو یہ بات ایسی نہیں اور محمد کے رب کی قسم اور جب تم ناراض ہوتی ہو اور کوئی بات کرتی ہو تو کہتی ہو یہ بات ایسی نہیں اور رب ابراہیم کی قسم اس پر حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا یہ آپنے بالکل ٹھیک سمجھا مگر صرف یہ ظاہر میں ہوتا ہے اندر سے تو محبت مکمل ہے (رواہ البخاری)۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرت صدیقہؓ کے پاس تھے ان کی باری کا دن تھا کسی اہلیہ نے ایک پیالہ کھانے کا بھیجا حضرت عائشہؓ نے غیرت کے مارے یہ میری باری میں کیوں بھیجا یہاں بھی دھیان اور توجہ اپنی طرف کرانی چاہتی ہے اس خادم کے ہاتھ پر جو پیالہ لایا تھا ایسا مارا کہ پیالہ گر گیا اور ٹوٹ گیا، رسول اللہ ﷺ نے کھانا دوسرے برتن میں رکھا اور پیالہ کے ٹکڑے جمع کئے اور نہ غصہ کیا نہ ڈانٹا، صرف یہ فرمایا کہ تمہاری اماں (عائشہ) کو غیرت آ گئی جوش آ گیا برداشت نہ ہوا اور ٹوٹے پیالہ کی جگہ دوسرا پیالہ بھیجا، دیکھئے رسول کریم ﷺ کا کس قدر حلم وکرم ہے سبحان اللہ اس حلم وکرم کی مثال نہیں ہے حالانکہ آپ ان کو چھوڑ بھی سکتے تھے بدل بھی سکتے تھے اللہ پاک نے بھی اس کا اشارہ دیا بلکہ صاف فرمایا:

وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰهُ وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبۡكَارًا ۝ (سورۃ تحریم آیت:۴،۵)۔

اوراگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اوران کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دیدیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں دیدے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

فائدہ: بعض ازواج کو خطاب ہے کہ اگر تم توبہ کرتی ہو تو بیشک اچھا موقع ہے کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں لہذا آئندہ ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز کیا جائے۔

(۲) زوجین کے خانگی معاملات بعض ابتداً بہت معمولی اور حقیر نظر آتے ہیں لیکن اگر ذرا باگ ڈھیلی چھوڑی جائے تو آخر کار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کرتے ہیں خصوصاً اگر عورت کسی اونچے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو اس کے لئے طبعًا اپنے باپ بھائی اور خاندان پر بھی گھمنڈ ہوتا ہے اس لئے متنبہ فرمایا کہ دیکھو اگر تم (حفصہ، عائشہؓ) دونوں

اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے اور دباؤ کی صورتیں اختیار کروگی تو اس سے پیغمبر کو کچھ نقصان اور ضرر نہ پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں اس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی ہے ہاں تم کو نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے۔

ازواج ہی کو تنبیہ

فائدہ: لہذا اے ازواج نبیؐ یہ وسوسہ دل میں نہ لوتا کہ آخر مرد کو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہت عورتیں کہاں ہیں اس لئے ہماری سب باتیں برداشت کی جائیں گی یاد رکھو کہ اللہ پاک تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کیلئے پیدا فرمادیں گے اس کے یہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے مگر اس سب کے باوجود رسول کریم ﷺ نے (بات رسول اللہ ﷺ) صبر وتحمل عفوودرگذر کا معاملہ فرمایا یہ عورتوں کی اللہ اور ان کے رسول کی نظر میں اہمیت کی واضح دلیل ہے اور کیوں نہ ہو جب جنت کی بڑی نعمتوں میں عورتیں ہی شمار کی گئی ہیں گویا جنت بھی عورتوں کے بغیر ناتمام ہے جیسا کہ بادشاہ کا محل ہر طرح آراستہ ومزین ہو اور وہاں نظر وقلب کی راحت اور خوشی کا ہر سامان ہو مگر عورتیں نہ ہوں وہ محل بے کار ہے اور انسان کے پاس ایک کچا جھونپڑا ہی کیوں نہ ہو اور وہاں اس کے ساتھ اس کی اہلیہ محبوبہ ہو تو وہ ہی اس کیلئے شاہی محل ہے، نظام عالم عورتوں سے ہی قائم ہے اگر بیویاں نہ ہوتی تو نہ انبیاء ومرسلین علما، صالحین، مجاہدین، ذاکرین، عارفین، کاملین کا وجود ہوتا، یہ مخلوقات وجود پذیر ہوئی ہے، بلکہ باری عزاسمہ نے احساس جتاتے ہوئے ایک جگہ یوں تذکرہ فرمایا کہ اللہ پاک

نے تمہارے لئے ازواج کو بنایا جو تم میں سے ہیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو، نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ فرمایا کہ عورتوں سے اور دنیا سے بچو یعنی ان کے فتنے سے بچو یہ مطلب نہیں کہ بالکلیہ ان میں اعتراض کرو اور ان کو ترک کردو جیسا کہ دنیا کو بالکل ترک بھی نہیں کیا جاتا جب تک آدمی زندہ رہتا ہے دنیوی سامان کا اور اشیاء کا محتاج رہتا ہے اسی طرح عورتوں کا حال ہے، مقصود یہ ہے کہ ان کی محبت میں ایسا گرفتار نہ ہو جو باری تعالیٰ شانہ کو بھول جائے (روح البیان رص:۱۸رج:۱۰)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اچھے اخلاق والے انسان عورتوں سے ہمیشہ مغلوب رہتے ہیں اور جاہل اکھڑ بدمزاج لوگ ان پر غالب ہوتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں، مثنوی شریف رص:۲۶۱رج: دفتر اول پر فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں　　غالب آید سخت بر صاحبدلاں
باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند　　زانکہ ایشاں تند وبس خیرہ روند
کم بود شاں رقت ولطف و وداد　　زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
مہر و رقت وصف انسانی بُود　　خشم و شہوت وصفِ حیوانی بُود

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں ۔اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے۔ پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑ پن سے چلتے ہیں۔ان میں نرمی مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے۔محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے۔غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے (مثنوی شریف رص:۲۶۱رج: دفتر اول)۔

انما اموالکم واولادکم فتنہ یعنی تمہارے اموال اوراولا دتمہارے لئے آزمائش وامتحان ہیں۔

فائدہ: اللہ پاک مال ومتاع اولا ددیکر جانچتا ہے کہ کون فانی اورزائل چیزوں میں لگ کراور پھنس کرآخرت کی باقی اوردائمی نعمتوں کوفراموش کرتا ہے اورکس نے ان سامانوں کواپنی آخرت کا ذخیرہ بنایااوروہاں کے اجرعظیم کو یہاں کے مزوں اورمرغوبات ولذائذ پر جو اس کی طبیعت کے موافق ہیں ترجیح دی ہے۔

صاحب روح البیان رص:۱۹ارج:ار پر لکھتے ہیں یہاں اموال کے بعداولا داس لئے فرمایا کہ اموال کا درجہ اولا د کے مقابلہ کم ہے اور یہ بات ہر شخص سمجھتا ہے اولا دکی دل میں زیادہ محبت ہوتی ہے کیونکہ اولا داپنے ماں باپ کا جز ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوں دعا نہ کریں کہ یا اللہ مجھے فتنوں سے بچا کیونکہ فتنہ تو مال اولا د بھی ہیں جس کی ہرانسان کوضرورت ہے بلکہ یوں دعا کرے یااللہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچا **اللھم انی اعوذبک من مضلات الفتن** ۔اس کی نظیروہ شئے ہے کہ ایک بار محمد بن المنکدر رطواف کررہے تھے رات کا وقت تھااوریہی دعا کرتے جاتے تھے **اللھم اعصمنی** یااللہ مجھے معصوم بنادیجئے اورمیں آپ پر قسم کھا تا ہوں ایسا ضرورہی کردیجئے کہتے ہیں جب میں لیٹا تو ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے محمد ایسا نہ ہوگا کہ تو معصوم بن جائے تجھ سے کوئی گناہ نہ ہواللہ پاک چاہتے ہیں مخلوق گناہ کرے اورمعافی مانگے اورمیں معاف کروں اور یہ ان اسرار میں سے ہے جومخفی ہیں مرحوم حافظ انعام اللہ صاحب بتایا کرتے تھے کہ مرکز کے اس وقت کے ایک بڑے حضرت یہ دعا کرتے تھے یااللہ کفروشرک

کوختم فرمایا فلاں چیز کوختم فرمایا بھلا یہ چیزیں ختم ہوجائیں گی بلکہ یہ دعا کرو اللہ کفر وشرک وبدعات وخرافات سے ہمیں بچا اور ہدایت وایمان عطا فرما۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف پر خطاب فرما رہے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں سرخ قمیص زیب تن فرمائے چلے آرہے تھے اور گرتے پڑتے آرہے تھے جیسے بچے آتے ہیں وہ ان کے بچپن کا دور تھا جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو منبر سے اترے اور ان کو اٹھایا اور اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا اللہ پاک نے سچ فرمایا **انما اموالکم و اولادکم فتنه** میں نے ان کو دیکھا تو صبر نہ ہوا یہاں تک کہ خطبہ کے درمیان میں جا کر ان کو اٹھا لیا پھر خطبہ پورا فرمایا۔

عبرت

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن ہر آدمی سے اس کی بیوی اور اولاد اس کو اللہ کے دربار میں کھڑے کر کے روک کر کہے گی یا اللہ اس سے ہمارا حق وصول کر اس لئے ہمیں نہیں معلوم اس نے ہماری وجہ سے کیا کیا غلط کام کئے اور ہمیں حرام کھلایا ہمیں کیا پتہ تھا اس وقت اس سے اولاد کے حق میں بدلہ لیا جائے گا اس طرح خود آدمی کی اولاد اس کی نیکیاں کھا جائے گی اور اس کے پاس کوئی نیکی نہ بچے گی یہ ایسا شخص ہوگا کہ کہا جائے گا کہ اس کی حیات اس کی اولاد نے کھالی ہے اس لئے بعض سلف نے فرمایا کہ انسان کی اولاد طاعات وحسنات کا کیڑا ہے جیسا کہ کھانے کا کیڑا ہوتا ہے کپڑے میں کیڑا لگ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ایسے ہی اولاد انسان کیلئے ہے بعض سلف نے اسی ڈر سے مال واولاد کو بالکلیہ ترک کر دیا تھا اس لئے ہر وہ شے جو اللہ سے غافل کر دے بری ہے (روح البیان ص:۱۹/ج:۱۰)۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

یٰٓاَ یُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا	اے ایمان والوتم کو یہ بات
لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا	حلال نہیں ہے کہ عورتوں کے جان و مال
النِّسَآءَ کَرْھًا وَّلَا	کے جبراً مالک ہوجاؤ اوران عورتوں کواس
تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ	غرض سے مقید مت کروکہ جوکچھ تم لوگوں
مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّأْتِیْنَ	نے ان کو دیا تھا اس میں سے کوئی حصہ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَّعَاشِرُوْھُنَّ	وصول کرلومگروہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ
بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ	حرکت کریں اوران عورتوں کے ساتھ خوبی
کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ	سےنباہ کرواگر بمقتضائے طبیعت وہ تم کوپسند
تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ	نہ ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شیءکوناپسند سمجھو
فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا (سورۂ نساء)۔	اوراللہ نے اس کے اندرکوئی بڑی خیر رکھی ہو۔

تشریح: مذکورہ آیات میں ان مظالم کی روک تھام کی گئی ہے جو اسلام سے پہلے عورتوں پر کئے جاتے تھے،انہیں میں سے ایک ظلم یہ تھا کہ مردعورتوں کی جان و مال کا اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے عورت جس کے نکاح میں آ گئی وہ اس کی جان کوبھی اپنی ملک سمجھتا تھااوراس کے مرنے کے بعداس کے وارث جس طرح اس کے متروکہ مال کے وارث اور مالک ہوتے تھے اسی طرح اس کی بیوی کے بھی مالک اوروارث مانے جاتے ، چاہے وہ خوداس سے نکاح کرلیں یا دوسرے کسی سے مال لے کراس کا نکاح کردیں،شوہر کالڑکا جودوسری بیوی سے ہوتا وہ خودبھی باپ کے بعداس کواپنے نکاح

میں لاسکتا تھا اور جب عورتوں کی جان ہی اپنی ملک سمجھ لی گئی تو مال کا معاملہ تو ظاہر ہے اور اس ایک بنیادی غلطی کے نتیجہ میں عورتوں پر طرح طرح کے صدہا مظالم ہوا کرتے تھے، مثلاً ایک ظلم یہ تھا کہ جو مال عورت کو کہیں سے وراثت میں ملا یا اس کے میکے والوں کی طرف سے بطور ہدیہ تحفہ ملا بیچاری عورت اس سب سے محروم و بے تعلق رہتی ہے اور یہ سب مال سسرال کے مرد ہضم کر لیتے تھے، دوسرا ظلم یہ ہوتا تھا کہ اگر عورت نے اپنے حصۂ مال پر کہیں قبضہ کر بھی لیا تو مرد اس کو نکاح کرنے سے اس لئے روکتا تھا کہ یہ اپنا مال باہر نہ لے جاسکے بلکہ یہیں مرجائے اور مال چھوڑ جائے تو ہمارے قبضہ میں آجائے، تیسرا ظلم کہیں کہیں یہ بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات بیوی کا قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو پسند نہ ہوتی تھی تو شوہر اس کے حقوق زوجیت ادا نہ کرتا مگر طلاق دے کر اس کی خلاصی بھی اس لئے نہیں کرتا تاکہ یہ پریشان ہوکر زیور اور مہر جو وہ اسے دے چکا ہے واپس کر دے یا اگر ابھی نہیں دیا تو معاف کر دے تب اسے آزادی ملے گی، اور بعض اوقات شوہر طلاق بھی دیتا لیکن پھر بھی اس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرنے دیتا تاکہ وہ مجبور ہوکر اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دے یا واجب الادا مہر کو معاف کر دے، چوتھا ظلم بعض اوقات یوں ہوتا تھا کہ شوہر مرگیا اس کے وارث اس کی بیوی کو نکاح نہیں کرنے دیتے جاہلانہ عار کی وجہ سے یا اس طمع میں کہ اس کے ذریعہ سے کچھ مال وصول کریں یہ سب مظالم اس بنیاد پر ہوتے تھے کہ عورت کے مال بلکہ اس کی جان کے بھی اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے، قرآن کریم نے اس فساد کی بنیاد کو اکھاڑ ڈالا اور اس کے ساتھ ہونے والے تمام مظالم کے انسداد کیلئے

ارشاد فرمایا: اے ایمان والو تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم جبراً عورتوں کے مالک بن بیٹھو، جبراً کی قید اس جگہ بطور شرط کے نہیں کہ عورتوں کی رضامندی سے ان کا مالک بنانا صحیح قرار دیا جائے، بلکہ بیان واقعہ کے طور پر ہے کہ عورتوں کی جان کا بلا وجہ شرعی و عقلی مالک بن بیٹھنا ظاہر ہے کہ جبراً ہی ہوسکتا ہے، اس پر کوئی ہوش و عقل والی عورت راضی کہاں ہوسکتی ہے (معارف القرآن ص ۳۵۰)۔

الحاصل: عورتوں پر مظالم کی مذمت اور وعید ہے، زمانۂ جاہلیت میں دوسری طرح کے مظالم تھے اور اب دوسری طرح کے مظالم ہیں، سب ممنوع ہیں اور ان کے ساتھ اچھے معاملات کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اور یہ کہ محض ناگواری کی وجہ سے بیوی کو طلاق نہ دے، ہوسکتا ہے کہ اس سے نیک صالح اولاد پیدا ہوجائے تو دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں ذریعۂ نجات بن جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ
لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ

اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ

اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ	تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں گے عطا
وَاسِعٌ عَلِیْمٌo اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ	فرمادیں گے اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے
اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا	ہیں بڑے علم والے ہیں تمہارے دوست تو اللہ
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ	تعالیٰ اوراس کے رسول اورایمان دارلوگ ہیں
وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ	جوکہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے
رٰكِعُوْنَ oوَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ	ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع
وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ	ہوتا ہے اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور
حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَo	اس کے رسول سے اورایماندارلوگوں سے سو
(سورۂ مائدہ آیت:۵۴تا۵۶)۔	اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں اسلام کی ابدی بقاء اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیش گوئی کی گئی ہے، گذشتہ آیات میں کفار یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت مذکور ہوئی تھی ممکن تھا کہ کوئی ان کے تعلق کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے جیسا کہ بعض آیات میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے، قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی کے ساتھ آ گاہ کردیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر اپنا ہی نقصان کریں گے اسلام کو کوئی نقصان نہ ہوگا، خدا تعالیٰ مرتدین کے بدلے یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لائیں گے جن کو خدا کا عشق ہو اور خدا ان سے محبت کرے وہ مسلمانوں پر شفیق ومہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اورزبردست ہوں گے، یہ پیش گوئی اللہ تعالیٰ کی ہر دور میں

پوری ہوتی رہی۔

ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے عہد میں پھیلا کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرأت وقوت سے اور اعلیٰ درجہ کے تدبر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ کوشش نے اس آگ کو بجھا دیا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سرنو اخلاص وایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

امام بغویؒ ص:۴۵ پر فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ پاک نے پہلے بتلا دیا تھا کہ ایک جماعت اللہ کے نبی ﷺ کے بعد مرتد ہو جائے گی اور ان کی جگہ ایک دوسری قوم اور جماعت آجائے گی جس سے اللہ پاک کو محبت ہوگی اور وہ بھی اللہ پاک سے محبت کریں گے، اس میں علماء کے اقوال متعدد ہیں، حضرت علیؓ اور حسن وقتادہؒ نے فرمایا اس میں وہ لوگ مرتدین مراد ہیں جن سے حضرت صدیق اکبرؓ نے قتال کیا اور ہوا یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے سوائے اہل مکہ ومدینہ وبحرین وغیرہ کے اور بعض نے صرف زکوٰۃ دینے سے منع کیا، صدیق اکبرؓ نے مشورہ فرمایا حضرت عمر وغیرہ کی رائے ان سے قتال کی نہ تھی کیونکہ یہ لوگ کلمہ گو تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قتال کرتا رہوں گا یہاں تک کہ لوگ کلمہ پڑھ لیں، صدیق اکبرؓ نے سمجھایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے اب اسلام کے فرائض میں ایک اہم فریضہ کا انکار کر رہے ہیں یہ بھی کفر ہے ان لوگوں کی طرح جو تمام دین سے ہی مرتد ہو چکے ہیں، لہذا اگر یہ ایک رسی کا بھی انکار

کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیتے رہے تو میں ان سے قتال و جہاد کروں گا اخیر کار اسی پر سب نے اتفاق کیا، حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ شروع میں صحابہ کرامؓ مانعین زکوٰۃ سے قتال و جہاد کو پسند نہ کرتے تھے اس کے مخالف تھے صدیق اکبرؓ کے سمجھانے کے بعد سب نے ان کی اتباع کی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ابتداءً صدیق اکبرؓ کی رائے پسند نہ آرہی تھی کہ اہل قبلہ تو ہیں اگرچہ زکوٰۃ وغیرہ کے منکر ہیں اخیر میں ہمیں ان کی رائے صحیح اور قابل تعریف محسوس ہوئی۔

ابو حصین فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کے بعد صدیق اکبرؓ سے افضل و بہتر کوئی پیدا نہیں ہوا مرتدین کے سلسلہ میں ان کا کردار بالکل وہی تھا جو قائم مقام نبی کا ہوتا ہے، تین قبیلے تو رسول اللہ ﷺ کی حیاۃ طیبہ کے اخیر میں مرتد ہو گئے تھے (۱) بنو مدلج اور ان کا سردار اسود عنسی خبیث تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا ایک کاہن شعبدہ باز جھوٹا شیطان صفت آدمی تھا جس نے یمن میں رہتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کیا اور وہاں کے حاکم کو قتل کر کے اس کی جگہ بیٹھ گیا اور ان کی بیوی مرزبانہ سے شادی کر لی اور علاقہ یمن پر تسلط جما لیا اور مسیلمہ کذاب جس کا تذکرہ آتا ہے وہی کذاب لوگ تھے جن کے بارے میں ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج میں خواب میں دیکھتا ہوں تو سونے کے کڑے میرے ہاتھ میں موجود ہیں اور مجھے ناگواری محسوس ہو رہی ہے کہ سونے کے کڑے نبی کے ہاتھ میں کیسے آئے، مجھ کو اشارہ ہوا کہ ان کو پھونک ماروں میں نے ان پر پھونک ماری وہ اڑ گئے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اس کا کیا مطلب ہے کیا تعبیر ہے؟

فرمایا یہ دو کذاب دجّال شخص مجھے دکھائے گئے ہیں جو ظاہر ہوں گے اور جلدی ان کا خاتمہ ہو جائے گا (یہ دونوں اسود اور مسیلمہ کذاب تھے) (رواہ البخاری ص:۲۶۸،ج:۲)۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور ان کے ساتھیوں کو لکھا کہ حکم فرمایا کہ لوگوں کو دین پر مضبوط رہنے کی تاکید کریں اور اسود عنسی کے خلاف جنگ کی تیاری کریں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت فیروز دیلمی نے اس کے گھر میں گھس کر اس کے بستر پر اس کا خاتمہ کیا اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس رات یمن میں حضرت فیروز دیلمی نے اس خبیث کو جہنم رسید کیا رسول پاک ﷺ کے پاس بذریعہ وحی اطلاع آ گئی تھی اور حضور پاک ﷺ نے فرمایا اسود کذاب کو ایک مبارک شخص نے قتل کر دیا ہے، پوچھا گیا کس نے، فرمایا فیروز نے اور فرمایا فاز فیروز، فیروز اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بشارت سنائی اور اگلے روز ہی رسول پاک ﷺ کا وصال ہوا جب کہ ظاہراً اطلاع اس ماہ ربیع الاول کے اخیر میں آئی لشکر اسامہ کے نکلنے کے بعد اور یہ پہلی فتح تھی۔

دوسرا فرقہ بنو حنیفہ تھا یمامہ میں جو مرتد ہوا تھا اور اس کا سردار مسیلمہ کذاب دجال تھا اس نے بھی یہی نبوت کا دعویٰ کیا تھا رسول اللہ ﷺ کی حیات کے آخری زمانہ ۱۰ھ میں اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ میں نبوت و رسالت میں محمد کے ساتھ شریک ہوں اس نے ایک خط بھی لکھا تھا مسیلمہ کی جانب سے جو خدا کا رسول ہے (محمد کے نام جو خدا کے رسول ہیں امابعد زمین آدھی آپ کی آدھی میری آدھی پر آپ کی نبوت

اورآدھی پرمیری نبوت،شہروالوں پرآپ کی دیہات والوں پرمیری)۔

بخاری شریف میں تذکرہ ہے یہ خط لیکراس نے اپنے دوایلچیوں کوبھیجا رسول اللہﷺ نے ان کوفرمایا اگر یہ دستورنہ ہوتا کہ ایلچیوں کوقتل نہیں کیا جاتا (یہ بین الاقوام قانون ہے) میں تمہیں قتل کرادیتا، پھر رسول اللہﷺ نے اس کے خط کا جواب لکھوایا:

من محمد رسول	یعنی یہ خط محمد اللہ کے رسول کی
اللهﷺ إلى مسيلة الكذاب	جانب سے ہے مسیلمہ کذاب کے نام
أما بعد فإن الأرض لله	امابعد زمین اللہ پاک کی ہے وہ جس کو
يورثها من يشاء من عباده	چاہے دیدیں اپنے بندوں میں سے اور
والعاقبة للمتقين۔	اچھاانجام پرہیزگاروں کا ہے۔

پھر رسول اللہﷺ بیمار ہوگئے اوراللہ کو پیارے ہوگئے۔

بخاری شریف رص:۶۲۸رج:۲رمیں ہے مسیلمہ کذاب اپنی قوم بنوحنیفہ کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد اپنے بعد خلافت ونبوت میرے لئے طے کردیں یا مجھے شریک کرلیں تو میں ان کی اتباع کرلوں گا اورخودرسول کریمﷺ کے پاس نہ آیا جب رسول اللہﷺ کواس کی اطلاع ملی تو آپ اپنے مخصوص خطیب خطیب الانصار حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کے ساتھ اس کے پاس پہنچے اورآپﷺ کے دست مقدس میں ایک کھجور کی شاخ تھی اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے اوراس سے فرمایا اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ بھی مانگے گا یہ بھی تجھ کونہیں دوں گا تواس فیصلہ سے جو تیری تقدیر میں ہے اللہ پاک کا تیری بدبختی وشقاوت کے تعلق سے اس کے آگے نہیں

بڑھے گا تو جہنمی ہوکر مقتول ہوگا اگر تو میری اطاعت سے اعراض کرے گا اور تو وہی ہے جو مجھ کو دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت ہے باقی تیری خرافات کا مکمل جواب تجھ کو دے دیں گے میں چلتا ہوں پھر رسول پاک ﷺ اس جھوٹے کے پاس سے تشریف لے آئے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ	تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ
وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ	اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ	جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے
الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ٥ وَمَنْ	ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع
يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ	ہوتا ہے اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا
اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ	اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں
الْغٰلِبُوْنَ ٥ (سورۂ مائدہ آیت: ۵۶،۵۵)۔	سے سو اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے۔

فائدہ: اسلام کے دور سے پہلے مدینہ پاک میں رہتے ہوئے چونکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان آپس میں تعلقات تھے پھر اسلام آ گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ شروع شروع میں عہد و پیمان کئے بعد میں آہستہ آہستہ سب توڑ دیئے اور غداری کی اور دشمنی پر اتر گئے اور کفار مکہ کا ساتھ دیا اب مسلمانوں کو ان کے ساتھ حسب سابق دوستی کے تعلقات قائم رکھنے کا کوئی مطلب نہ رہا اس لئے وہ مسلمانوں کے ایمان و دین میں اور رسالت کے سلسلہ میں غلط فہمیاں پیدا کر دیں اور ان کا غلط استعمال کریں اس وجہ سے مسلمانوں کو ان کے ساتھ دوستی سے ممانعت کر دی گئی جب یہ حکم نازل ہوا تو بہت سے حضرات صحابہ نے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا چھوڑ دیا جو ان کے قبائل سے

تعلق نہ رکھتے ان کیلئے تو آسان تھا جیسا کہ حضرات انصار وغیرہ اورجن کے ان کے ساتھ خاندانی رشتہ داریاں تھیں ان کیلئے ذرا دشوار تھا مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہوں نے خود اپنے ان رشتہ داروں سے علیحدگی اختیار کرلی ان میں سے جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام تھے انہوں نے دربار نبوی ﷺ میں عرض کیا کہ ہمارا رشتہ دار بنوقریظہ اور بنونضیر اب ہم کو نہ اپنے پاس بٹھاتے ہیں اور نہ دیگر معاملات میں شریک کرتے ہیں ہمیں بالکل چھوڑ دیا ہے ان سب حضرات کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ فکر نہ کرو تمہارے دوست اللہ اوران کا رسول ہے اورایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو اللہ اوران کے رسول اور ایمان والوں سے سچے تعلقات رکھے گا وہ اللہ پاک کی جماعت میں شامل ہوگا اور غالب ہوگا، جب رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو یہ آیت سنائی تو کہنے لگے ہم اللہ اوران کے رسول اور ایمان والوں کی دوستی پر راضی ہیں (بغوی رص:۴۷رج:۲)۔

ایک بار امام الاولیاء رابع الاخلفاء الراشدین حضرت علیؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کوئی سائل گذرا اورآپ بحالت رکوع تھے وہیں سے اس کو اپنی انگوٹھی بطور صدقہ عنایت فرمادی اس آیت پاک میں ایسے مخلص حضرات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بحالت نماز ہی خیرات کردی اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں ان کی مدح ہے اور یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بغوی رص:۴۷رج:۲)۔

اگرچہ آیت ان کے متعلق ہو مگر ایسے سب حضرات اس کا مصداق ہیں جیسا کہ وہ جملہ آیات کا ضابطہ ہے کہ وہ اگرچہ کسی کے بارے میں نازل ہوں مگر مراد

قیامت تک کے جملہ انسان ہیں جن میں وہ اوصاف اچھے یا برے موجود ہوں جو ان آیات میں مذکور ہیں، **قال السدی و ان انفق ذلک لعلی فالایة عامة فی جمیع المومنین** (تفسیر ثعلبی ص:۳۹۶ ج:۲)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات کے بارے میں جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو وہی ہے جو مجھ کو دکھایا گیا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا تو فرمایا ایک خواب تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دونوں دکھائے گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا میرے ہاتھ میں دو کڑے تھے سونے کے مجھ کو ناگوار لگا خواب ہی میں وحی آئی کہ ان پر پھونک مار دو میں نے ان پر پھونک جو ماری تو اڑ گئے میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ وہ جھوٹے نکلیں گے ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمۂ کذاب (بخاری شریف ص:۶۲۸ ج:۲)۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن الولید کی سرپرستی میں ایک لشکر عظیم بھیجا اور ایک سخت معرکہ کے بعد حضرت وحشیؓ کے ہاتھوں پر کذاب دجال قتل ہوا یہ حضرت وحشی وہی ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت سید الشہداء حمزہ کو قتل کیا تھا اسلام لانے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اسلام تو قبول ہے اگر تم میرے سامنے نہ آؤ تو بہتر ہے ان کو شدت سے اس بات کا احساس تھا کہ مجھ سے حضرت حمزہ قتل ہوئے اس کی تلافی کیسے کروں تو موقع ہاتھ آ گیا جب ان کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب قتل ہوا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ کفر کی حالت میں خیر الناس کو قتل کیا اور اسلام کے زمانہ میں شر الناس کو قتل کیا جو اس کا

کفارہ ہوگا اور وہ بھی داعی نبوت کذاب ملعون۔

تیسرا گروہ بنواسد کا تھا اس قبیلہ کا سردار طلحہ بن خویلد تھا اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور مرتد ہوگیا حضرت ابوبکرؓ نے اس کے علاج کیلئے حضرت سیف اللہ کو بھیجا اس کے ساتھ بھی معرکہ گرم ہوا اور اس کو ہزیمت ہوئی مگر یہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور بھاگ کر ملک شام چلا گیا پھر اللہ پاک نے اسلام کی توفیق دی اور ٹھیک ٹھاک مسلمان ہو گئے (بغوی رص:۴۶، ج:۲)۔

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور منافقین کا زور بڑھ گیا اور صدیق اکبرؓ کے اوپر ایسے زبردست حالات آئے کہ اگر پہاڑوں پر آجاتے تو ان کو بھی سنبھالنا مشکل ہوجاتا اور بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ پاک کے ارشاد: **فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ** کا مصداق اشعری صحابہ کرامؓ ہیں ایک بار رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور ابوموسیٰ اشعری کی طرف اشارہ فرمایا یہ حضرات بھی یمن سے تعلق رکھتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یمنی حضرات آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اتاکم اھل الیمن ھم اضعف قلوبا وارق افئدۃ الایمان والحکمۃ یمانیۃ** کہ تمہارے پاس یمنی لوگ آتے ہیں جن کے قلوب نرم ہیں اور مزاج وطبیعت بھی نرم ہے ایمان بھی یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے، ہمارے استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے ایک شعر پڑھا ؎

اشعری کی حاضری پر ایک عجیب تمغہ ملا
مسکنِ ایمان وحکمت بن گیا ملک یمن

محمد بن سائب کلبیؒ نے فرمایا کہ عرب کے کچھ قبائل ہیں دو ہزار قبیلہ سے نخع سے تعلق رکھتے ہیں جس قبیلہ کے حضرت ابراہیم نخعیؒ ہیں جو بہت بڑے امام ہیں حدیث وتفسیر وفقہ کے اور وہ قبیلہ کندہ اور بجیلہ کے ہیں اور تین ہزار دوسرے خاندانوں کے جنہوں نے قادسیہ کے دن جو عراق کی مشہور ترین جنگ ہے جس میں سعد بن ابی وقاص کمانڈر ان چیف تھے لڑی گئی تھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ مراد ہیں قادسیہ عراق کا مشہور شہر ہے اور یہ مقابلہ مشہور بہادر رستم کے ساتھ پیش آیا محرم ۱۴ھ/۶۳۵ء پہلے پہل تو رستم لڑائی سے جی چراتا رہا اور برابر ٹالتا رہا لیکن جب مغیرہؓ جن کو رستم کی طرف ان کے امیر نے بھیجا تھا ان سے پہلے اور حضرات بھیج چکے تھے غیرت دلائی تو اس وقت تیار ہو گیا نہر جو بیچ میں حائل تھی حکم دیا کہ صبح ہوتے ہوئے اس کو پاٹ کر سڑک بنادی جائے، چنانچہ اس کے لوگوں نے صبح تک یہ کام بڑی محنت سے انجام دیا اور دو پہر سے پہلے پہلے فوج نہر کے اس پار آ گئی خود سامان جنگ سے آراستہ ہو کر دوہری زر ہیں پہنیں سر پر خود رکھا مینار لگائے پھر اپنا خاص گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر جوش میں کہا کہ کل عرب کو چکنا چور کر دوں گا کسی سپاہی نے کہا ہاں اگر خدا نے چاہا، بولا کہ خدا نے نہ چاہا تب بھی کہا فوج نہایت تربیت سے آراستہ کی گئی ہے پیچھے تیرہ صفیں قائم کیں۔

قادسیہ میں ایک قدیم شاہی محل تھا جو عین میدان کے کنارے پر واقع تھا سعد بن ابی وقاصؓ چونکہ عرق النساء کی بیماری میں مبتلا تھے اور چلنے پھرنے سے معذور تھے اس لئے فوج کے ساتھ شرکت نہیں فرما سکتے بالا خانہ سے ہی میدان کی طرف رخ کر کے تکیہ

کے سہارے بیٹھتے اور خالد بن عرفطہؓ کو اپنے بجائے سپہ سالار مقرر کیا تاہم فوج کو خود ہی لڑا رہے تھے یعنی جس وقت جو حکم دینا مناسب ہوتا پرچوں پر لکھ کر اور گولیاں بنا کر خالد بن عرفطہ کی طرف پھینکتے جاتے تھے اور وہ بھی ان کے اشاروں پر جب ہدایت وارشاد موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے تمدن کے ابتدائی زمانے میں فن جنگ کا اس قدر ترقی کرنا تعجب کے قابل اور عربوں کی تیزی طبیعت اور لیاقت جنگ کی دلیل ہے جیسا کہ الفاروق ۱۰۳ر میں حضرت علامہ شبلیؒ نے لکھا ہے۔

رستم کا خواب

البدایہ والنہایہ رص: ۴۵ رج: ۷ر پر لکھا ہے کہ رستم نے خواب دیکھا کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترا اس نے فارسیوں سے تمام ہتھیار رسول اللہ ﷺ کو دلائے اور انہوں نے وہ سب عمر کو دلائے غالباً اسی وجہ سے جو کچھ اس نے اس خواب سے سمجھا تھا وہ جنگ کو ٹلا رہا تھا کیونکہ اس خواب کا صاف مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کو غلبہ ونصرت حاصل ہوگی جب رستم میدان میں آنے کے قریب ہوا حضرت سعید نے چاہا کہ اس کی خبریں کسی طرح معلوم پڑ جائیں آپ نے اس مقصد کیلئے حضرت طلحہ الاسدی کو بھیجا یہ وہ تھے جنہوں نے ایک دور میں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا جیسا کہ لکھا گیا ہے لیکن بعد میں وہ اچھے سچے اور پکے مسلمان ہو چکے تھے اور طلحہؓ کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ کسی فارسی کو پکڑ لائیں جو بھی مل جائے تا کہ اس سے کچھ پتہ چل جائے حضرت طلحہ نے بڑی زبردست بہادری دکھائی، ہزاروں کو چیرتے ہوئے کسی ایک فارسی کو پکڑ کر اپنے امیر

کے سامنے پیش کیا لوگ ان کی بہادری پر تعجب کر رہے تھے لوگوں سے حضرت سعد نے پوچھا تو انہوں نے طلحہ کی بہادری کا تذکرہ کیا حضرت سعد نے فرمایا میں تو رستم کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں وہ بات بتاؤ بتایا گیا کہ رستم ایک لاکھ ۳۰/ ہزار افراد کے ساتھ ہے اور اتنے ہی اور بھی اس کے پیچھے ہیں یہ بات اس نے بتائی جن کو رستم نے حضرت سعدؓ کو کہلوایا کہ کسی عاقل آدمی کو بھیجئے جس سے میں کچھ پوچھوں آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا جب وہ اس کے پاس آئے رستم نے کہا آپ لوگ ہمارے پڑوسی ہو اور ہم لوگ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہیں کوئی بُرا سلوک نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری پریشانیوں کو دور کرتے ہیں تم اپنے شہر لوٹ جاؤ اور تمہارے تاجروں کو اپنے شہروں میں آنے سے نہیں روکتے مغیرہ نے فرمایا کہ ہمارا مقصود دنیا کو حاصل کرنا نہیں ہے اور خبر دی کہ جب تک یہ جماعت ایمان والوں کی دین پر قائم رہے گی ان تمام لوگوں پر جو تمہارے دین سے اعراض کرتے ہیں غالب رہے گی یہ دین حق ہے جو اس سے اعراض کرے گا وہ ذلیل ہوگا اور جو اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے گا وہ غالب ہوگا۔

رستم کی حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ گفتگو

رستم نے پوچھا وہ کیا ہے فرمایا اسکا سب سے بڑا عہدہ جس کے بغیر دین کا تصور ہی نہیں ہے وہ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ پاک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اس کے ساتھ ان تمام چیزوں کا اقرار واعتراف کرنا جو وہ اللہ پاک کی جانب سے لیکر مبعوث ہوئے ہیں اس نے کہا یہ تو اچھا ہے اور کیا ہے،

فرمایا بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر ایک اللہ پاک کی عبادت کی طرف لاتا ہے اس نے کہا یہ بھی اچھا ہے اور کیا ہے فرمایا سارے انسان ایک آدم وحواء کی اولاد ہیں اور بہن بھائی ہیں کہنے لگا یہ بھی اچھا ہے اچھا اگر تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم اپنے شہروں کو چلے جاؤ گے فرمایا بالکل ایسا ہی ہے ہم صرف تجارت یا کسی کام سے آئیں گے لڑائی کیلئے ہرگز ہرگز نہ آئیں گے کہا بہتر ہے حضرت مغیرہؓ اس کے پاس سے آگے رستم نے اپنے روساء کو بلایا اور ان باتوں کا مذاکرہ کیا مگر اس کی قوم کے رؤسا نے ان باتوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور اسلام میں داخل ہونے سے گریز کیا اللہ پاک نے ان ظالموں کو رسوا اور ذلیل کر دیا۔

رستم کے ساتھ حضرت ربعی کی ایمان افروز گفتگو

علماء نے لکھا کہ پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک دوسرے صحابی حضرت ربعی بن عامرؓ کو بھیجا جب وہ اس کے پاس لے گئے اس وقت اس کا دربار شاندار سونے جیسے اور ریشمین قالین اور ہیرے جواہرات سے اور ایک بہت زیادہ زیب وزینت سے آراستہ تھا اور خود وہ ایک بہت ہی قیمتی تاج پہنے اور بیش قیمت چیزوں سے مزین تھا جو شاہی طور پر ممکن ہوسکتی تھی اور ایک سونے کے تخت پر براجمان تھا جب حضرت ربعی پرانے لباس میں ایک تلوار اور ڈھال پست قامت گھوڑے پر سوار ہونے کی حالت میں اس کے دربار کے قالینوں کو خراب کرتے ہوئے بالکل اس کے قریب پہنچے اور اس کے قریب جا کر ایک گدے کو پھاڑ کر وہیں سوراخ کیا اور اپنے جانور کو باندھ دیا اور اتر گئے یہ منظر دیکھ کر تمام درباری چلدئے اور کہنے لگے کہ بالکل بدوی معلوم پڑتا ہے جس کو کچھ

تمیز ہی نہیں ہے اپنے ہتھیار کو تو اتار دیا ہوتا حضرت ربعی نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس خود نہیں آیا تمہارے کہنے پر آیا ہوں تم لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ ایسا کرتے ہو اگر تم کو میرا آنا ناگوار ہو تو میں ابھی واپس چلا جاتا ہوں رستم نے کہا اس کو کچھ نہ کہو آنے دو آپ اپنے نیزہ کے سہارے اس کے عمدہ قالینوں پر مارے پھاڑتے آگے بڑھے رستم نے کہا کیوں آئے ہو فرمایا اللہ پاک نے ہمیں اس واسطے بھیجا ہے کہ بندوں کو جن کو اللہ پاک چاہے تم ہمارے بلاد میں بندوں کی عبادت سے نکال کر خالص اللہ پاک کی عبادت کی طرف لائیں اور دنیا کی تنگی سے اس کے وسعت کی طرف لائیں اور ادیان جور وظلم سے ناانصافیوں سے اسلام کے عدل میں لائیں اللہ پاک نے ہمیں اسی واسطے بھیجا ہے تاکہ ہم اس کی دعوت دیں جو قبول کرے گا ہم بھی اس کو کچھ نہ کہیں گے اور لوٹ جائیں گے اور جو انکار کردے اس کے ساتھ قتل وقتال کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے اس نے پوچھا وہ وعدہ کیا ہے فرمایا جنت ہے اس کے لئے جو اللہ کے دین کو قبول کرنے سے انکار کرے اس سے مقابلہ اور مقاتلہ پر وہ ملتی ہے اور جو زندہ رہتا ہے وہ کامیاب اور غازی ہوتا ہے رستم نے کہا کہ میں نے تمہاری بات سن لی ہے پس کیا تم کچھ دن اور مہلت دے سکتے ہو یہاں تک کہ میں بھی غور کرلوں اور تم بھی غور کرلو فرمایا ہاں مہلت دے سکتے ہیں کتنی مہلت چاہتے ہو ایک دن یا دو دن کہنے لگا نہیں بلکہ زیادہ فرمایا یہ ممکن نہیں ہے حتیٰ کہ ہم اپنے بڑوں سے مشورہ کرلیں اور فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ نے دشمن کو تین دن سے زیادہ مہلت دینے سے منع فرمایا بوقت مقابلہ اب وقت آ پہنچا ہے تم تین باتوں میں ایک بات اختیار کرلو کہنے لگا تم ان کے سردار ہو فرمایا عام آدمی ہاں

مگر جو میں کہوں گا سب اس کا خیال رکھیں گے رستم نے اپنے سرداروں سے کہاتم نے اس جیسی گفتگو والا سلیقہ مند آدمی دیکھا ہے کہنے لگے کیاتم اپنے دین کو چھوڑ کر اس کتے کی باتوں میں آ گئے رستم نے کہا اس کے کپڑوں کونہیں دیکھا رستم نے کہاتم کپڑوں کو دیکھتے ہو اس کی رای اور جرأت مندانہ گفتگو کونہیں دیکھتے اہل عرب ایسے ہی لباس میں ہوتے ہیں پھر انہوں نے دوسرے دن بھی کسی کوطلب کیا حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہ بن محصن کو بھیجا انہوں نے بھی ایسا ہی کلام کیا جیسا ربعی بن حارث نے کیا تھا پھر تیسرے دن حضرت مغیرہ بن شعبہ گئے اور بہت طویل اور عمدہ گفتگو فرمائی جس پر وہ غضبناک ہو گیا اور جنگ کا آغاز ہوا جیسا کہ شروع میں لکھا گیا۔

ہاتھیوں کا علاج

مسلمانوں کی تعداد ۸/۷ ہزار سات تھی اور لشکر رستم کی تعداد تو بہت تھی آج پہلے دن ہزار تھی حضرت سعد نے نماز ظہر پڑھائی اور تقریر فرمائی اور یہ آیت پڑھی:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (سورۂ انبیاء آیت:۱۰۵)۔	اورہم کتابوں میں لوحِ محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔

اور قرآن کریم سے جہاد کی آیات پڑھی چار مرتبہ اللہ اکبر فرمایا چوتھی تکبیر پر جنگ شروع ہوگئی یہاں تک کہ رات ہوگئی دونوں طرف سے بہت سے لوگ مارے گئے قادسیہ کے چار دن معرکوں کے مشہور ہیں جن میں اول دن کا نام یوم الارماث ہے

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جس وقت بالا خانہ پر بیٹھے فوج کولڑا رہے تھے ان کی بیوی حضرت سلمہ بھی ان کے برابر بیٹھی تھیں ایرانیوں نے جب ہاتھیوں سے حملہ کیا ایک بارتو مسلمان پیچھے ہٹ گئے حضرت سعد غصے میں بیتاب ہوجاتے تھے اور بار بار کروٹیں بدلتے تھے سلمٰی نے یہ حالت دیکھی اور بے اختیار چلا اٹھیں افسوس آج مثنی نہ ہوا حضرت سعد نے منہ پر ماراا ورفرمایا کہ مثنی کیا کرتا سلمی نے کہا بزدلی کے ساتھ غیرت بھی رکھتے ہوئے یہ اس بات پر طعن کیا کہ حضرت سعد لڑائی میں شریک نہ تھے دشمن کے ہاتھیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو پریشانی ودقت کا سامان کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ یہ عربوں کیلئے بالکل نیا معاملہ تھا عرب میں ہاتھی کہاں اور پھر اس بڑی تعداد میں ایک ہاتھی کبھی کبھار دیکھنے کو مل جاتا تو اس کو بہت تعجب سے دیکھتے تھے وہاں اونٹ، گھوڑے، گدھے ہوتے تھے ان کا تجربہ تھا اللہ پاک نے ہاتھیوں کیلئے حضرت قعقاع کے دل میں یہ تدبیر ڈالی کہ انہوں نے اونٹوں پر کالے برقعے ڈالے اور ہاتھیوں کی طرح مہیب بنایا یہ مصنوعی ہاتھی جس طرف رخ کرتے ایرانیوں کے گھوڑے بدک کر سواروں کے قابو سے باہر نکل جاتے۔

حضرت ابومحجن ثقفیؓ کی بہادری

جس وقت لڑائی کا ہنگامہ گرم تھا ابومحجن ثقفیؓ جو ایک مشہور بہادر اور شاعر تھے شراب پینے کے جرم میں حضرت سعد نے ان کو قید کردیا تھا قید خانے کے دریچے سے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے اور شجاعت کے جوش میں بے اختیار ہوجاتے تھے آخر کار ضبط نہ کرسکے حضرت ابومحجن حضرت سعد کی بیوی سلمٰی کے پاس گئے کہ خدا کیلئے اس وقت مجھ کو چھوڑ دو لڑائی سے زندہ بچا تو میں آکر بیڑیاں پہن لوں گا سلمٰی نے انکار کیا یہ حسرت کے

ساتھ واپس آ گئے اور بار بار پردرد لہجہ میں یہ اشعار پڑھتے ؎

لقد حزنا ان تذحم الخیل بالفتی واترک مشدوداً علیّ وثاقیا

اذا اقمت عنانی الحدید اغلقت مصایع من دونی تصم المنادیا

وقد کنت ذامالٍ کثیر واخوۃ وقد ترکونی مفرداً لا اخالیا

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ گھوڑے نوجوانوں کولیکر دوڑ رہے ہیں اور مجھ کو زنجیر میں باندھا گیا ہے۔ جب کھڑا ہونا چاہتا ہوں زنجیریں اٹھنے نہیں دیتی دروازے اس طرح بند کردئے جاتے ہیں کہ پکارتے پکارتے تھک جاتا ہوں اور میں بہت مالدار آدمی تھا اور بھائی بھی بہت تھے اب سب نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا جیسا کہ میرا کوئی بھائی نہ ہو (البدایہ والنہایہ ص:۵۲ ج:۷)۔

ان اشعار نے سلمٰی کے دل پر یہ اثر کیا کہ خود آ کر بیڑیاں کاٹ دیں انہوں نے فوراً اصطبل میں جا کر حضرت سعد کے گھوڑے پر جس کا نام بلقا تھا زین کسا اور میدان جنگ میں پہنچ کر بھالے کولیکر میدان کا گشت کیا پھر دشمن پر اس زور وشور سے حملہ کیا کہ صف کی صف الٹ دی اور تمام لشکر حیران تھا کہ یہ کون بہادر آ گیا ہے خود حضرت سعد بھی حیران تھے دل ہی دل میں یہ کہتے تھے کہ یہ انداز تو ابومحجن ثقفی کا ہے لیکن وہ تو قید خانہ میں بند ہے شام ہوئی تو ابومحجن نے خود قید خانہ میں آ کر بیڑیاں پہن لیں سلمٰی نے یہ تمام حالات حضرت سعد کو بیان کئے آپ نے ان کو رہا کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم مسلمانوں پر جو شخص یوں نثار ہوتا ہو میں اس کو سزا نہیں دے سکتا، حضرت ابومحجن ثقفی نے کہا کہ بخدا میں بھی آج کے بعد کبھی

شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا (الفاروق رص:۱۰۸رج:۱روکذا فی البدایہ رص:۵۲رج:۷)۔

قادسیہ کے ایام میں جن اسلام کے عظیم ترین بہادروں نے زبردست طریقہ سے حصہ لیا ان میں چند کے نام یہ ہیں حضرت طلحہ الاسدیؓ، عمرو بن معدی کربؓ، قعقاع بن عمرؓ، جریر بن عبید بجلیؓ، ضرار بن خطابؓ، خالد بن عرفطہؓ۔

رستم کا انجام

لڑائی کے ایام میں رستم اپنی تمام فوج کی کمان کر رہا تھا اور انکو حوصلہ وہمت دلا رہا تھا اور ایک تخت پر بیٹھا جب لڑائی زیادہ چھڑ گئی تو تخت سے کود پڑا اور دیر تک لڑتا رہا جب زخموں سے چور ہو گیا تو بھاگ چلا بلال نامی ایک صحابی نے اس کا تعاقب کیا اتفاق سے ایک نہر سامنے آ گئی رستم کود پڑا اور تیر کر نکلنے کی پوری کوشش کی وہ صحابی بھی کود پڑے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لائے پھر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، بلال نے اس کی لاش اپنے خچروں کے پاؤں میں ڈالدی اور تخت پر چڑھ کر پکارا کہ رستم کا میں نے خاتمہ کر دیا حضرت بلال بن علفہ کے ساتھ دوسرے اور ستر حضرات بھی اس کے قتل میں تھے۔

ایرانیوں نے جب دیکھا تو تخت سپہ سالار سے خالی تھا اور تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں البدایہ والنہایہ میں ہے کہ وہ لوگ جو زنجیریں پہن کر میدان میں آئے تھے تا کہ بھاگنے نہ پائیں وہ تمام کے تمام مارے گئے جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی اور دس ہزار دشمن میدانِ جنگ میں مارے گئے اور تقریباً اتنے ہی آدمی اس سے قبل مارے گئے تھے، اور اس دن اور اس سے پہلے دنوں میں ڈھائی ہزار مسلمان شہید ہوئے، اور بعضے مورخین نے مسلمان شہداء کی

تعداداور زیادہ بھی لکھی ہے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کو ہاتھ لگا بشارت فتح کی خبر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو بھیج دی گئی جس کا ان کو شدت سے انتظار تھا اور ہر آنے والے سے معلوم کیا کرتے تھے اور اپنے شہر سے باہر نکل کر دیکھا کرتے تھے اتنے میں یہ آنے والا آیا اور اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کون ہیں وہ اس سے خبریں معلوم کرتے تھے شہر مدینہ منورہ داخل ہو گئے جب سب لوگ آپ کو سلام کرتے اور امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے تب اس شخص کو پتہ چلا کہ یہ حضرت عمرؓ ہیں تو معذرت کی کہ مجھے بالکل خبر نہ تھی کہ آپ خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں فرمایا بھائی کچھ حرج نہیں ہے (البدایہ والنہایہ ص:۵۲رج:۷)۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ	تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ
وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ	اوراس کے رسول اورایماندار لوگ ہیں
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ	جوکہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے
الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ Oوَمَنْ	ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع
يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ	ہوتا ہے اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا
اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ	اوراس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں
الْغٰلِبُوْنَO(سورۂ مائدہ آیت:۵۵،۵۶)۔	سے سو اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے۔

پھر اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر روگردانی کرو گے تو اللہ پاک اپنے اچھے مخلص محبّ و محبوب لوگوں کو لائیں گے جو اللہ کے مسئلہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس بات پر بیعت فرمائی کہ اللہ اور ان کے رسول کی بات سنو گے اور مانو گے اور حق بات کہو گے اور حق

کولیکر کھڑے ہوؤ گے اور کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے (بغوی رص:۴۷رج:۱)۔

تفسیر ثعلبی رص:۳۹۰رج:۲رمیں ہے کہ اس میں منافقین کی تردید اور مذمت کی طرف اشارہ ہے جو کفار سے دوستی رکھتے ہیں اور مختلف بہانے بناتے ہیں اور جھوٹے عذر لاتے ہیں کہ ایسا ایسا ہے ہم ان سے کیسے الگ ہو جائیں، حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کی تاکید فرمائی (۱) دنیا کے معاملات میں ہمیشہ نیچے والے کو دیکھوں نہ کہ اوپر والے کو (۲) مساکین وغربا سے محبت رکھوں اور ان کے قریب رہوں (۳) حق بات کہوں اگرچہ کڑوی کیوں نہ ہو (۴) صلہ رحمی کروں (۵) لوگوں سے بالکل سوال نہ کروں (۶) کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کروں (۷) **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** زیادہ پڑھوں (تفسیر ثعلبی رص:۳۹۵رج:۲)۔

ان جیسی آیات میں ان لوگوں کیلئے زبردست عبرت ہے جو دنیوی فائدہ کی خاطر غیر مسلموں سے گہری دوستی رکھتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو
لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ	چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں
اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ	لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے
لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ o وَکُلُوْا	مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو
مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا	پسند نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو
وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ	دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ
مُؤْمِنُوْنَ o (سورۂ مائدہ آیت:۸۷،۸۸)۔	اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ: ارباب تفسیر فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے جہنم کا تذکرہ کیا اور احوال قیامت کا جس کو سن کر صحابہ کرامؓ پر بہت رقت طاری ہوئی اور وہ رو پڑے اور دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون کے مکان میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا اور سب نے اس پر اتفاق کیا کہ دنیا سے اپنا تعلق برائے نام رکھا جائے ٹاٹ پہن لیا جائے اور خصی کرلیا جائے اور مسلسل روزہ رکھا جائے اور راتوں کو اللہ پاک کی عبادت میں رہا جائے اور بستروں پر آرام سے گریز کیا جائے اور گوشت اور دیگر لذت کی اشیاء چھوڑ دی جائیں اور عورتوں کے قریب نہ جایا جائے اور خوشبو ترک کردی جائے اور زمین میں یہاں وہاں گشت کرکے زندگی بسر کی جائے، سیاحت کے طور پر مسافرانہ انداز سے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ یہ حضرات ازواج مطہرات کے پاس آئے انہوں نے آپ کے معمولات کے بارے میں دریافت کیا جب ان کو رسول کریم ﷺ کے معمولات کے بارے میں علم ہوا تو کہا آپ کیلئے اتنا کام بھی کافی ہے ہمیں تو یہ یہ کام کرنے چاہئیں جس وقت یہ حضرات آپ کے گھر والوں کے پاس آئے تھے آپ ﷺ نہ تھے بعد میں آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے مکان پر تشریف لائے وہ بھی اس وقت وہاں نہ تھے ان کی بیوی ام حکیم بنت امیہ سے فرمایا کہ مجھے ایسا ایسا معلوم ہوا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بیوی صاحبہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے غلط بیانی کرنا بھی پسند نہ آیا اور نہ اپنے شوہر کی بات بتانا اور ان کے راز کو ظاہر کرنا پسند آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر عثمان نے آپ کو ایسا کہا ہے تو سچ ہے رسول

اللہﷺ واپس تشریف لے گئے پھر عثمان جب گھر آئے اور پتہ چلا تو رسول اللہﷺ کے پاس آئے اور اپنی کہی باتوں کی تصدیق کی رسول اللہﷺ نے فرمایا کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا کہ روزہ بھی رکھو اور نہ بھی رکھو یعنی عام دنوں میں رمضان میں تو سب ہی روزہ رکھتے ہیں اور نماز تہجد بھی پڑھو اور آرام بھی کرو گوشت بھی کھاؤ اور چربی بھی کھاؤ اور عورتوں کے پاس بھی جاؤ میں بھی یہ سب کرتا ہوں جو میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

پھر خطاب فرمایا جس میں یہ فرمایا کیا ہو گیا لوگوں کو کہ انہوں نے عورتوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور فلاں فلاں کھانے کو اور خوشبو کے استعمال کو اور نیند کو اور دنیا کی جائز اور صحیح شہوات ولذات کو میں نے تم کو یہ نہیں کہا کہ تم نصاری و یہود کے عابدوں کی طرح قسیس ورہبان بن جاؤ میرے دین میں گوشت کو چھوڑنا اور عورتوں کو چھوڑنا نہیں ہے اور نہ بالکل الگ تھلگ پہاڑوں اور جنگلات میں یا گرجا گھروں میں رہنا شامل ہے میری امت کی سیاحت روزہ ہے اوران کی رہبانیت اپنے ماحول ہی میں اللہ کی عبادت کرنا ہے پس تم اللہ کی عبادت کرو اوران کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو حج وعمرہ کرو نماز قائم کرو زکوۃ دو رمضان المبارک کے روزے رکھو اور دین پر استقامت کے ساتھ چلو تم سے پہلے والے اس لئے ہلاک وتباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر بے جا سختیاں کرلی تھیں اللہ پاک نے بھی ان پر سختیاں لاد دیں جس کو وہ نبھا نہ سکے ان کے باقی شدہ لوگ مختلف مقامات پر تمہیں نظر آتے ہیں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان رص:۴۳۲رج:۲ربغوی رص:۲)۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی کیفیت اور حضور ﷺ کی شفقت

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں خصی بن جانے کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ عبادت الٰہی کیلئے فارغ ہو جاؤں **کما فی حدیث مشکوٰۃ عن سعد بن ابی وقاص قال رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن لہ لاختصینا** حضور پاک ﷺ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ میری امت کا خصی بن جانا صوم ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ میں پہاڑوں میں جا بیٹھوں فرمایا نہیں اے عثمان میری امت کی رہبانیت مساجد میں بیٹھنا ہے نماز کے انتظار کیلئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جی چاہتا ہے کہ اپنے سارے مال و دولت سے نکل جاؤں اور خالی ہو جاؤں فرمایا نہیں اے عثمان صدقہ کرنا یومایوما وقفہ وقفہ سے بہتر ہے جس سے تم بھی اور تمہارے گھر والے بھی اس حال میں رہیں کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اور مساکین وغیرہ پر رحم کرنا بھی اچھا ہے جو ضرورت سے زائد ہو وہ ان کو دے دو، عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیوی کو طلاق دیدوں فرمایا بالکل نہیں عرض کیا جی چاہتا ہے کہ اس سے الگ ہی رہوں فرمایا مسلمان آدمی جب بیوی کے پاس جاتا ہے تب بھی ثواب ہی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ اگر غلط راستہ جاتا تو گناہ تھا صحیح جگہ شہوت پوری کرنے پر ثواب ہے **وفی بضع احدکم لک صدقۃ**، عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ گوشت نہ کھاؤں فرمایا مجھے تو گوشت پسند ہے اگر میں اپنے رب سے یہ سوال

کرتا کہ ہر دن مجھے گوشت کھلائیں تو ایسا ضرور ہو جاتا، عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ خوشبو نہ لگاؤں فرمایا مجھے تو جبرئیلؑ نے کہا ہے وقتاً فوقتاً خوشبو استعمال کرو اور جمعہ کے دن تو ضرور ہی استعمال کرو، اے عثمان میری سنتوں سے اعراض نہ کرو جو میری سنتوں سے اعراض کرے گا اور توبہ سے قبل مرجائے گا فرشتے اس کا چہرہ قیامت کے دن میری حوض سے پھرا دیں گے (روح البیان رص:۴۳۲ رج:۲)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا اور عمدہ کھجوریں اور تربوز وغیرہ کھاتے دیکھا ہے (ترمذی شریف رص:۲ رج:۲)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرغی کا گوشت کھاتے تھے اور فالودہ بھی تناول فرماتے اور شہد اور میٹھی چیزیں پسند فرماتے اور مومن تو خود میٹھا ہوتا ہے، ایک شخص حضرت حسن کے پاس آیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو فالودہ نہیں کھاتا ہے فرمایا کس لئے پھر خود ہی فرمایا تا کہ اللہ پاک کا شکر ادا نہ کرے نہ کھائے گا نہ شکر ادا کرے گا پھر فرمایا کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے اس نے کہا وہ تو جاہل آدمی ہے اللہ پاک کی نعمت ٹھنڈے پانی میں زیادہ ہے۔

ہمارے حضرت شاہ مولانا قمر الزماں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے فرمایا پانی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس کا آسانی سے مل جانا اس سے بڑی نعمت ہے حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا تھانویؒ سے فرمایا میاں اشرف علی ٹھنڈا پانی پیا کرو دل سے اللہ نکلتا ہے، حضرت فضیل ابن عیاض سے کسی نے پوچھا

طیبات رزق عمدہ عمدہ چیزوں کے چھوڑنے کے بارے میں کہا کہ اللہ کا شکر ادا کرو یہ بہتر ہے نہ کھانے سے آگے فرمایا کہ جو اللہ پاک نے تم کو دیا ہے اس میں حلال وطیب اشیاء کھاؤ، بعض مشائخ نے فرمایا کہ **مما رزقکم الله** کے جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ رزق کا وعدہ ہر ایک کو دینے کا اللہ پاک نے لیا ہے لہذا رزق کی طیب میں بہت مبالغہ اور بے انتہا کوشش کرنا بھی مناسب نہیں ہے اللہ پاک اس کو ضرور پورا فرمائیں گے، اسی کو باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي	اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے
الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا	والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ
وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا	ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور
وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ	چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب
مُّبِيْنٍO (سورۂ ہود آیت:۶)۔	چیزیں کتاب مبین میں ہیں۔

یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے چار چیزوں کے سلسلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ ان میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا، عمر، رزق، موت، سعادت وشقاوت کا معاملہ، لہذا عاقل کو چاہئے کہ وہ رزق کے سلسلہ میں زیادہ پریشان نہ ہو اور اللہ پاک پر بھروسہ کرے اللہ پاک اس کیلئے کافی ہیں۔

مکن سعد یا دیدہ بر دست کس | کہ بخشندہ پروردگار ست وبس
اگر حق پرستی ز در ہا بست | کہ گر وی براندنخواند کست

حکایت: حضرت موسیٰ کو جب اللہ پاک نے فرعون کے پاس جانے کا حکم فرمایا

اور ایمان کی دعوت دینے کا دل میں اپنے گھر والوں کی طرف سے یہ خیال آیا کہ میرے گھر والوں کی ذمہ داری کون اٹھائے گا اللہ پاک نے ایک پتھر پر عصا مارنے کا حکم فرمایا جب انہوں نے اس پر اپنے عصا کو مارا اس میں سے ایک اور پتھر نکلا پھر اس پر عصا مارا اس میں ایک تیسرا چھوٹا پتھر نکلا اس پر بھی عصا مارا اس میں ایک کیڑا تھا اور اس کے منہ میں کوئی چیز تھی غذا کے طور پر اللہ پاک نے موسیٰؑ سے حجاب اٹھا دیا اور ان کو اس کیڑے کی تسبیح سنوائی جو کہہ رہا تھا **سبحان من یرانی ویسمع کلامی یعرف مکانی ویذکرنی ولا ینسانی** پاک ہے وہ ذات جو مجھے یہاں بھی دیکھ رہے ہیں اور میری بات سن رہے ہیں اور میری جگہ جانتے ہیں اور مجھے یاد رکھتے ہیں اور کبھی نہیں بھولتے (روح البیان ص: ۹۷ ج:۴)۔

حضرت حسین بن علیؓ کی تلوار پر لکھا تھا: رزق مقسوم ہے، حریص محروم ہے، بخیل مذموم ہے، حاسد مغموم ہے۔

حدیث پاک میں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو بھوک لگی اور پریشانی پیش آئی اور اس نے اپنے فقر و فاقہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا بلکہ اللہ پاک کے سامنے ہی ظاہر کیا تو اللہ پاک اس کے لئے رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

یہ مضمون متعدد بار لکھا گیا کہ اسباب کو بالکل چھوڑ دینا اللہ پاک کی ذات عالی پر یقین کر لینا یہ خواص امت کا توکل ہے نہ عوام الناس کا ان کیلئے اسباب اختیار کرنا ضروری ہے اور یہی سنت ہے پھر ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ کا حکم ہے جیسا کہ کسان تمام کام جو کھیتی سے متعلق ہیں انجام دیتا ہے پھر اللہ پاک پر بھروسہ کرتا ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

گر توکل میکنی در کار کن　　　کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

اور رزق بدن اور روح کی جملہ غذاؤں کو شامل ہے، اللہ پاک کے علم محیط کا یہ عالم ہے کہ ہر وہ جو زمین پر چلتا ہے بلکہ پوری کائنات کی جملہ اشیاء زمین میں ہو یا آسمان میں اوپر یا درمیان یا نیچے سب اللہ پاک کے علم محیط میں ہیں ہر ایک کا مستقر ٹھکانہ اور مستودع کا اس کو علم ہے۔

مستقر جہاں وہ ٹھہرتا ہے رات ودن میں اور جہاں مرنے کے بعد وہ دفن ہوگا وہ مستودع ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا مستقر آباء واجداد کی پشت ہے جہاں سے وہ ارحام میں منتقل ہوتا ہے اور وہ جگہ منتقل ہوکر آیا ہے مستودع ہے یعنی ارحام۔

اور بعض بزرگوں نے مستقر سے مراد اخروی جائے قرار جنت یا جہنم بھی مراد لی ہے پھر اللہ پاک کو ابدان کی طرح ارواح کے مستقر اور مستودع کا بھی پورا علم ہے اس لئے بعض بزرگوں نے کہا کہ مستقر عدم سے وجود میں آنے سے قبل کی جگہ ہے اور مستودع جہاں آخری مرحلہ میں ہوگا اور فرمایا کہ ارحام کی چار صفوف ہیں (۱) صف اول میں انبیاء کی ارواح اور خواص اولیاء اللہ کی ارواح ہیں دوسری صف میں عام اولیاء کی ارواح ہیں اور خواص اہل ایمان کی، تیسری صف میں عام مسلمین ومؤمنین کی، چوتھی صف میں کفار ومنافقین کی ارواح ہیں (روح البیان،ص:۹۶،ج:۴)۔

جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ (سورۂ نساء آیت:۱۴۵)۔

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ
لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی	کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے
اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ	دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے
وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ	ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہیں میں سے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ	ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں
الظّٰلِمِیْنَ O (سورۂ مائدہ آیت:۵۱)۔	کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

فائدہ: اولیاء ولی کی جمع ہے ولی دوست کو بھی کہتے ہیں قرب وناصر اور مددگار کو بھی غرض یہود ونصاریٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورۂ نساء میں تصریح ہے مسلمان دوستانہ تعلقات نہ رکھیں، اس موقع پر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ موالات، مروت، حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل وانصاف یہ سب الگ الگ چیزیں ہیں اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد وپیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ سے عدل وانصاف کا حکم جیسا کہ آیات میں ہے مسلم وکافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے مروت اور حسن سلوک یا رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہوسکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ کریں جیسا کہ سورۂ ممتحنہ میں صراحۃً ہے باقی موالات دوستانہ اعتماد اور برادرانہ تعلقات ومعاونت تو کسی مسلمان کو ان کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ صرف ظاہری دوستی کسی نقصان سے بچنے کیلئے الا ان تتقوا منھم تقاۃ کے تحت چل سکتی ہے (ترجمہ شیخ الہندؒ ص:۱۵۰)۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا	اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم
تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ	سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ
ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا	انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا
الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ	رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست
اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ	مت بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو
مُّؤْمِنِیْنَ O وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی	اور جب تم نماز کیلئے اعلان کرتے ہو تو وہ
الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا	لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے
ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا	ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ
یَعْقِلُوْنَ O (سورۂ مائدہ آیت: ۵۷، ۵۸)۔	ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔

فائدہ: گذشتہ آیات میں یہود ونصاریٰ کی دوستی اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا جس کو سن کر طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت والفت کے کس سے ہونے چاہئیں اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ ان کا رفیق اصلی خدا تعالیٰ اور پیغمبر ﷺ اور مخلص ایمان والے کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ فائدہ **انما ولیکم اللہ ورسولہ** کا ہے۔

فائدہ:۲) گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی سے منع فرمایا تھا اب اس آیت میں ایک خاص مؤثر عنوان سے اس ممانعت کی تاکید کی گئی ہے۔ اور دوستی سے نفرت دلائی گئی ہے، ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اس کے مذہب سے زیادہ معظم اور محترم نہیں ہوسکتی ہے لہذا اسے بتایا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب

پر طعن و تشنیع اور مذاق اور استہزا کرتے ہیں اور شعائر اسلام اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی منع کرنے کے بجائے ان بیہودہ اعتراضات سے خوش ہوتے ہیں اور اسلام کی عداوت میں اندر سے کم نہیں ہیں کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہوکر کوئی فردِ مسلم جس کے دل میں خشیت الٰہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ تعلقات راہ ورسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کیلئے بھی گوارا کرے گا اگر ان کے کفر وعناد سے اور عداوت اسلام سے قطع نظر کرلی جائے تو دین مبارک کے ساتھ ان کا یہ تمسخر اور استہزا ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ہے دوستی چھوڑنے کا (تفسیر شیخ الہندؒ ص:۱۵۱)۔

صاحب روح البیان ؒص:۴۰۸ ج:۲ پر **وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا** کے تحت فرماتے ہیں کہ جب تم نماز کیلئے اذان کے ذریعہ لوگوں کو پکارتے ہو تو وہ نماز اور مناداۃ (اذان) کا مذاق اور استہزا اور کھیل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ موذن حضرات جب نماز کیلئے اذان دیا کرتے تھے تو یہود اس پر مذاق واستہزا اور اذان دینے والوں کی توہین وتذلیل بلکہ تجہیل کیا کرتے تھے، حالانکہ خود ایک بے عقل قوم ہے جو اپنے کاموں کا مذاق اڑاتے ہیں وہ تو احمق و بے وقوف ہیں اگر ان کے پاس عقل ہوتی تو ایسی جسارت نہ کرتے۔

امام بغویؒ ص:۴۸ ج:۲ پر فرماتے ہیں کہ سدی مفسرؒ نے فرمایا اگر اس میں کوئی خیر وبھلائی کی بات ہوتی دوسرے لوگ اس کو کرتے اور یہ اونٹ کی طرح آواز نکالنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ پاک نے اس پر آیت نازل فرمائی:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَO (حم سجدہ آیت:۳۳)۔

اوراس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

ایک نالائق دشمن اسلام مدینہ میں بوقت اذان مذاق کرتا اور کہتا کہ جھوٹا جل جائے خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کا ایک خادم بوقت شب روشنی کیلئے آگ لیکراس کے یہاں داخل ہوا اوراس کے گھر والے سوئے ہوئے تھے ایک انگارہ اٹھا اور تمام گھر والوں کے ساتھ جلا دیا اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ کئی لوگوں نے کہا کہ محمد تم نے تو ایسی چیز نکالی ہے جو گذشتہ امتوں کے اندر بھی نہ تھی اگر تم نبوت کا دعویٰ کرتے ہو تو تم نے دوسرے انبیاء کے خلاف کام کیوں کیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ علماء نے فرمایا کہ اذان کا ثبوت محض خواب کی بنیاد پر نہیں ہے جیسا کہ بعض حضرات سمجھتے ہیں اس حدیث سے جو حضرت عبداللہ بن زید بن عبداللہ کی اذان کا واقعہ تمام کتابوں میں موجود ہے۔

اذان کی حکمتیں اور فضیلتیں

ترمذی میں ہے، بلکہ اس آیت پاک سے اس کا ثابت ہونا منصوص ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب تم نماز کیلئے لوگوں کو اذان کے ذریعہ بلاتے ہو اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اذان بلند آواز سے ہوتی ہے تو یہ لوگ ایسا کرتے ہیں جیسا کہ لکھا گیا، پھر اذان کے ذریعہ بلانے میں ۱۰ ر بڑی حکمتیں ہیں ،جن میں سے شعائر اسلام کا اظہار ہے

اورتوحید وشریعت کا اعلان ہے جو اسلام کے اعظم مقاصد میں سے ہے، منبع توحید ورسالت مسجد کے پلیٹ فارم سے پانچ وقت، اور ایک اعلان ہے جو سب کے کان میں پہنچتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ اس میں نماز کے وقت کے داخل ہونے کی اطلاع بھی دی جاتی ہے اور جماعت کی طرف بلایا جاتا ہے اور شیطان ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن أبی هريرةؓ أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا نودی للصلاة ادبر الشيطان له ضراط حتی لا يسمع التاذين فإذا قضی النداء أقبل حتی إذا ثوب بالصلاة أدبر حتی إذا قضی التثويب أقبل حتیٰ يخطر بين المرءِ ونفسه يقول اذكر كذا اذكر كذا لما لم يكن يذكره حتی يظل الرجل لا يدری كم صلی (بخاری شریف رص:۸۵رج:۱)۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کیلئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور مارِ خوف کے وہ گوز مارتا جاتا ہے اور اس حد تک بھاگتا چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنے، جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹ پھیر کر بھاگتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت ختم ہوجاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے تاکہ آدمی کے دل میں وسوسے ڈالے کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کرو وہ تمام باتیں جو اس کو یاد نہ تھیں یاد دلاتا ہے یہاں تک کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی۔

مؤذن خوش الحان ہونا چاہئے کیونکہ اس کی خوش الحانی کا اثر لوگوں کے دلوں پر واقع ہوتا ہے اذان کے بارے میں احادیث شریفہ میں فضائل وارد ہوئے ہیں۔

(۱) وہ احادیث جو اوپر ذکر کی گئی ہیں بخاری شریف کے حوالہ سے امام بخاریؒ نے اس کو اذان کی فضیلت کے باب کے تحت ذکر فرمایا ہے۔

فائدہ: اس حدیث پاک کے تحت حضرت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت کے بارے میں علماء نے مختلف باتیں فرمائی ہیں کہ شیطان بروز قیامت گواہی نہ دینی پڑے، چنانچہ روایت میں ہے کہ جہاں تک انس وجن اس کی اذان کو سنتے ہیں وہ اس کے لئے گواہ بنیں گے شیطان نہیں چاہتا کہ مؤذن کیلئے گواہ بنے دوسرے اس اذان سے نفرت ہے، تیسرے اس وجہ سے اذان نماز کے لئے بلاتا ہے جو سجدہ پر مشتمل ہے اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے وہ نافرمان مردود وملعون قرار دیا گیا، چوتھے اس وجہ سے بھاگتا ہے کہ اذان ایسا جامع اعلان ہے کہ اس میں توحید ورسالت اور شریعت کے قائم کرنے کا مضمون ہے جو اس پر بہت گراں بار ہے اسی لئے اس کے اعوان پر بھی یہ اعلان بھاری اور سخت ہے۔

علامہ ابن الجوزیؒ نے فرمایا کہ اذان کی آواز میں ایک اسلامی ہیبت وجلال ہے جس سے شیطان گھبرا کر بھاگتا ہے اور اس گھبراہٹ میں اس کی ہوا خارج ہوجاتی ہے جیسا کہ بارعب کو دیکھ کر کسی آدمی پر گھبراہٹ طاری ہو اور اس کا پیشاب وغیرہ خطا ہوجائے۔

بعض نے فرمایا کہ اذان میں ریا کاری نہیں ہوتی ہے اور اسکے بولنے کے وقت

غفلت ہوتی ہے اس لئے اذان اس پر بھاری ہے بخلاف اور عبادات کے۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ اذان نماز کا اعلان ہے جو افضل العبادات فی الاسلام ہے اور اس کے الفاظ بھی بہت عمدہ ہیں اس کے زوردار اثر پڑنے کی وجہ سے وہ دم دبا کر بھاگتا ہے وہ ایسا ذکراللہ ہے جس میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی ہے بلکہ جیسا کہ حکم ہے اسی طرح واقع ہوتا ہے اگر مصلی نماز کو اپنے تمام حقوق کے ساتھ پڑھے تو وہ اس کے بھی قریب نہ آئے اور جب کہ اس کے ساتھ اس جیسے اور نمازی بھی ہوں تو وہ بالکل قریب ہی نہ آئے گا عارف ابن ابی حمرہ نے ان میں سے بعض حکمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے (فتح الباری رص:۸۷رج:۲)۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اذان کی مثال اپنی ہیبت وجلال میں کوتوال جیسا ہے اس سے چور اور دیگر لوگ ڈرتے ہیں اور نماز کی مثال بادشاہ جیسی ہے چور بادشاہوں سے اتنے نہیں ڈرتے جتنے کوتوال سے ڈرتے ہیں یہ پہلے دور کی بات تھی ہمارے یہاں چور کوتوالوں وغیرہ سے سازباز رکھتے ہیں اور وہ ان کی نگرانی میں اپنے کام انجام دیتے ہیں اور بڑے بڑے کام فاسق وفاجر، کافر ومشرک شیطان صفت لیڈروں کی نگرانی میں ہی انجام دئے جاتے ہیں ان کے اشارے ہی کافی ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

دوسری روایت:

عن عبداللہ أنہ	حضرت عبداللہ روایت کرتے
أخبرہ أن أبا سعید ن	ہیں کہ ان سے حضرت ابوسعید خدریؓ
الخدری قال لہ إنی أراک	نے کہا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم

تحب الغنم و البادية فإذا كنت	بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہوتو
في غنمک أو باديتک	میری ایک نصیحت کو یادرکھو کہ جب تم
فأذنت بالصلاة فارفع صوتک	اپنی بکریوں کے گلہ میں یا اپنے جنگل
بالنداء فانه لا يسمع مدى	میں ہو اورنماز کیلئے اذان کہو تو اذان
صوت المؤذن جن و لا إنس	دیتے وقت اپنی آواز بلند کرو اس لئے
ولا شيء إلا شهد له يوم القيامة	کہ مؤمن کی آواز کو جو کوئی جن یا انس یا
قال أبو سعيد سمعته من رسول	اورکوئی سنے گا تو وہ اس کیلئے قیامت کے
الله صلى الله عليه وسلم (رواہ	دن گواہی دے گا، ابوسعید کہتے ہیں کہ
البخاری رص:۸٦رج:۱)۔	میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں کتنی زبردست فضیلت آئی ہے کہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی ہے وہ تمام جنات وانسان اور اشیاء حیوانات جمادات ہر رطب ویابس چیز اس کی گواہی دے گی بقول علامہ قرطبیؒ کے فرشتے وغیرہ سب اس بات پر گواہی دین گے کہ ان کا توحید ورسالت کا دنیا میں اعلان کیا ہے اور ہم نے سنا ہے، اسی لئے حضرت ابوسعید فرما رہے ہیں کہ جب تم جنگل میں اپنے ریوڑ چرا رہے ہوا گر وہاں نماز کا وقت ہوجائے تو وہاں بھی اذان دوایک تو یہ عظیم فائدہ شہادت کا تم کو حاصل ہوگا اور تمہارے قریب میں اور کوئی شخص ہوگا وہ بھی نماز کیلئے آجائے گا اور جماعت ہوجائے گی ورنہ تمہارے ساتھ اور دوسری مخلوق نماز پڑھے گی جن کو توفیق ہوگی مسلمان جنات وغیرہ، معلوم ہوا کہ جنگلات میں بھی اذان دینا مستحب ہے اگر کوئی نمازی نہ آیا تو یہ فائدہ

تو ہے ہی (کذا فی فتح الباری رص:۸۹رج:۲)۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری رص:۱۱۳رج:۳ر پر فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث سے اذان کی عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے شیطان کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے کہ وہ بھاگ جاتا ہے ایسے ہی مؤذن کیلئے اجر عظیم ملنا ثابت ہے جبکہ وہ خالص اسی لئے اذان پڑھے گا، چنانچہ ایک روایت میں ہے جو صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ذکر کیا گیا ہے کہ مؤذن کیلئے جہاں تک آواز جاتی ہے سب چیزیں گواہ بن جاتی ہیں اور اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے ہر شئے اس کے لئے استغفار کرتی ہے **المؤذن يغفر له مدى صوته ويستغفر له كل رطب ويابس ويصدقه كل رطب ويابس** اور ہر چیز اس کی تصدیق کرتی ہے۔

ایک روایت میں ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے مرفوعاً نقل کیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ مؤذن کیلئے اذان کے دینے پر ایک سو چالیس نیکیاں اور اقامت کے وقت ایک سو بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ایک اور روایت میں ہے جسے ابو سعید خدریؓ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ تین افراد بروزِ قیامت مشک وعنبر کے ٹیلوں پر ہوں گے نہ ان کو کوئی گھبراہٹ ہوگی اور نہ حساب کی سختی ہوگی **ثلثة يوم القيامة على كسب من مسكٍ أسود لا يهولهم فزع ولا ينالهم حساب** ۔

ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے اذان دی اور اللہ کی طرف بلایا محض رضائے الٰہی کی خاطر ان سب کو مذکورہ بشارت حاصل ہوگی، ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤذن حضرات کی گردن بروز قیامت سب لوگوں سے بلند

ہوگی أشهد أن لا إله إلاالله و أشهدأن محمدا رسول الله کہنے کی وجہ سے،اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ حضرات اپنی امتیازی شان کی وجہ سے پہچانے جائیں گے گویا اس حدیث نے اوپر کی حدیث کی تشریح کردی ہے، گردن لمبی ہونے سے مراد امتیازی شان اور رفعت عنداللہ ہے جو ان کو ملے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے پانچوں نمازوں کیلئے اذان پڑھی ایمان واحتساب کے ساتھ یعنی ایمان کی کیفیت اور اخلاص کی کیفیت کے ساتھ اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے،بعض روایات میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جنت کے لباس انبیا اور شہداء کے بعد جس کو پہنایا جائے گا وہ بلال مؤذن رسول اللہ ﷺ ہیں اور دیگر نیک مؤذن ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ایک سال بھی اذان دی اس کیلئے جنت واجب ہے،ایک روایت میں ہے کہ مؤذن کے سر پر اللہ پاک کا ہاتھ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اذان دینے سے فارغ ہوجائے اور جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے سب چیزیں اس کیلئے استغفار کرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا ہے تو اللہ پاک اپنے بندہ کی تصدیق فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اس کی شہادتِ حق پر گواہ ہوں بشارت قبول کر، ایک روایت میں ہے کہ مؤذن حضرات ایک عمدہ اونٹنی پر بیٹھ کر چلیں گے جنت کی اونٹنیوں میں سے جب کہ دوسرے لوگ ڈر میں مبتلا ہوں گے مگر مؤذن لوگوں پر خوف نہ ہوگا اور لوگ غم میں ہوں گے مؤذن لوگوں پر کوئی غم نہ ہوگا۔

ایک روایت میں ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے جنت میں کون

جائے گا؟ فرمایا انبیاء پھر شہداء پھر کعبۃ اللہ کے مؤذن پھر بیت المقدس کے مؤذن حضرات پھر دیگر تمام مساجد کے مؤذن حضرات۔

بعض روایات میں ہے کہ جس بستی میں اذان دی جاتی ہے اللہ پاک اس بستی کو عذاب سے اس دن کیلئے محفوظ کر دیتے ہیں، ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے، اے اللہ ائمہ کو رشد و ہدایت عطا فرما اور مؤذنوں کو معاف فرما ان کو مغفرت عطا فرما (رواہ الترمذی) یہ جملہ احادیث عمدۃ القاری شرح بخاری رص:۱۱۳ رج:۳ رسے ماخوذ ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات انسانوں کی آواز سنتے ہیں اور مخلوق میں بعض دوسرے بعض کیلئے گواہی دیں گے۔

عن ابن عباسؓ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أذن سبع سنین محتسبا کتب لہ برأۃ من النار (راہ الترمذی باب من جاء فی فضل الاذان)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سات سال اذان دی ثواب کی نیت سے اس کیلئے جہنم سے برأت کا پروانہ لکھدیا جاتا ہے۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل، اللھم اجعل اٰخرتنا خیرا من الاولیٰ واغفرلی ولوالدیّ یوم یقوم الحساب۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

ماہ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ	اوراگر اہل کتاب ایمان لاتے
اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ	اورتقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم
سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ	دور کردیتے ان سے ان کی برائیاں اور
النَّعِيْمِ (سورۂ مائدہ آیت:٦٥)۔	ان کوداخل کرتے نعمت کے باغوں میں۔

فائدہ: یعنی باوجود ایسی شدید جرائم اور سخت شرارتوں کے جو اوپر آیات میں مذکور ہوئی اہل ایمان سے دشمنی محض اس وجہ سے کہ یہ اللہ اوران کے پیارے رسول پر کیوں ایمان لائے ہیں، اور بڑے بڑے گناہ جن میں یہ ملوث ہیں ظلم وعدوان، رشوت کھانا، سود کھانا اور حق بات کو چھپانا اور مسلمانوں کے خلاف ہر وقت فتنہ وفساد پھیلانا اور سازشیں کرنا جو اہل کتاب اور کفار کرتے تھے اور آج کل کے کفار کا بھی یہی حال ہے اگر اب بھی یہ لوگ توبہ کرلیں اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور قرآن پاک اور اس کی تعلیمات کو مان جائیں اور تقویٰ اختیار کرلیں تو دروازہ بند نہیں ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے معاف بھی کردیں گے اور آخرت میں جنت نعیم میں داخل فرما کر وہاں کی نعمتوں سے بھی مالا مال کریں گے، بلکہ اہل کتاب کیلئے ایمان لانے پر دوہرا اجر وثواب ہے۔

عن أبي موسىٰ	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے
أشعريؓ قال: قال رسول	روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا
الله صلى الله عليه وسلم	تین آدمیوں کیلئے دوہرا اجر ہے، ایک وہ شخص

ثلثة لهم أجران رجل من أهل الكتاب اٰمن بنبيه واٰمن بمحمد والعبد المملوك إذا أدّىٰ حق الله وحق مواليه ورجل كانت عنده أمة يطأها فأدبها فأحسن تاديبها وعلمها فأحسن تعليمها ثم أعتقها فتزوجها فله أجران (مشکوٰۃ شریف ۱۲ ج:۱)۔

جواہل کتاب میں سے ہواوروہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا ہو اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا ہو،اوردوسرا شخص جو مملوک غلام جبکہ وہ اللہ کا بھی حق ادا کرے اوراپنے آقاء کا بھی حق ادا کرے،تیسراوہ شخص کہ جس کے پاس باندی ہو جس سے وہ وطی کرتا ہو پھر اس کو بہترین ادب سکھائے اوراس کو اچھی تعلیم دے پھر اس کو آزاد کرکے اس سے شادی کرلے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

عن أبي هريرة رضي قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده لايسمع بي أحد من هذه الأمة يهودى ولا نصرانى ثم يموت ولم يومن بالذى أرسلت به إلاكان من أصحاب النار ،رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص:۱۲ ج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے میرے بارے میں اس امت میں سے جس نے بھی سنا ہو چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ اس دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے جس کو دیکر مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ شخص جہنمی ہے۔

اِنَّ الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا وَالَّـذِيْـنَ هَـادُوْا وَالـصّٰبِـئُـوْنَ وَالـنَّـصٰـرٰى مَـنْ اٰمَـنَ بِـاللّٰـهِ وَالْيَـوْمِ الْاٰخِـرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَـوْفٌ عَـلَيْهِـمْ وَلَا هُـمْ يَحْزَنُوْنَ O (سورۂ مائدہ آیت: ۶۹)۔

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقۂ صابئین اور نصاریٰ جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

فائدہ: یہاں بھی اللہ پاک نے ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ اصل مدار ایمان اور عمل صالح ہے جو بھی اس کو اختیار کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور ہر طرح کے خوف وخطر سے محفوظ ہوگا اور آخرت کے اعتبار سے پُر امن ہوگا چاہے وہ قوم ہو جو مسلمان کہلاتی ہے چاہے وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا صابی کہلانے والی قوم ہو یہ سب مثال کے طور پر مذکور ہوئے ہیں، اللہ پاک سے کسی کی رشتہ داری نہیں ہے کہ بس وہی ہے دوسرا نہیں ہے وہاں تو مدار ایمان اور عمل صالح ہے۔

صاحب روح البیان نے فرمایا کہ وہ لوگ جو زبان سے اسلام لائے ہیں یا یہودی وعیسائی اور صابی بھی ان کا ہی ایک فرقہ ہے اور بعض نے کہا وہ لوگ جو بیچ میں سے بال کٹواتے ہیں اگر وہ صحیح صحیح ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے ان کی یہ فضیلت ہے اور اگر ان الـذین اٰمنوا میں وہ مراد ہوں جو زبان ودل سے ایمان لا چکے ہیں تو مراد یہ ہوگی وہ ایمان پر قائم رہیں گے تب اس بشارت کا مصداق ہوں گے (بغوی ص:۵۳، ج:۲)۔

صابی قوم کہتے ہیں اس قوم نے یہودی اور عیسائی مذہب سے نکل کر ایک نیا

مذہب ایجاد کیا ستاروں کی پرستش کا اور فرشتوں کی پرستش کا اور یہ لوگ زبور پڑھا کرتے تھے نہ ان کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے (روح البیان،ص:۱۵۲،ج:۱)۔

اور اس دور میں تو یہود اور عیسائی عورتوں سے بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ لوگ دہریئے بن چکے ہیں اپنے دین اور مذہب سے ان کو کوئی تعلق نہیں رہا، دین سے بے زار اور آزاد ہو چکے ہیں، بعض حضرات نے صابی قوم سے مراد ہندو اقوام کو لیا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی سر کے بیچ کے بال کٹواتے ہیں اور کچھ کتابوں کو پڑھتے ہیں اور جن کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ پرانے دور کی آسمانی کتابیں ہیں جن میں یہود ونصاریٰ کی طرح انہوں نے بھی تغیر وتبدل کر دیا ہے بہت سی باتیں ان میں وہ بھی پائی جاتی ہیں جو آسمانی تعلیمات سے تعلق رکھتی ہیں، اور اب آ کر ان کا مذہب کفر وشرک و اسلام کی دشمنی پر ٹک گیا ہے اور یہ بھی یہود سے تعلقات رکھنا پسند کرتے ہیں مسلمانوں سے نہیں یہود کے ساتھ کئی چیزوں میں یہ شریک ہیں۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ٥ (سورۂ مائدہ آیت:۸۲)۔

تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور مشرکوں کو پائیں گے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارکِ دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں۔

(ا) اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی میں جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے **لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا** کہ یہودی اور کافر ومشرک ایمان والوں کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت ہیں بلکہ ان کے مقابل نصاریٰ ایمان والوں سے کچھ قریب ہیں بعض علماء نے فرمایا کہ یہ پہلی بات ہے جس کا مصداق صرف نجاشی اور ان کے اصحاب ہیں اب نصاریٰ وعیسائی بھی اسلام کی دشمنی میں کم نہیں ہیں، پھر بھی بہ نسبت یہود وکفار ومشرکین کے اتنے سخت نہیں ہیں ہاں اقتدار کے معاملہ میں کوئی کسی سے سمجھوتہ نہیں کرتا ہے اپنے مخالف کو قتل کرنا اور ان پر ظلم ڈھانے کا رویہ سب میں قدرے مشترک موجود ہے چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس سلسلہ کی داستانیں کتب تاریخ سے بھری ہوئی ہیں اس کے مقابلہ میں دشمنوں کے ساتھ رحم دلی کے واقعات کم ہیں۔

الغرض مذکورہ آیات میں سب کیلئے بشارت ہے اور اس جیسا مضمون سورۂ بقرہ کے حوالہ سے بھی لکھا جا چکا ہے اور یہ بہت بڑی بشارت ہے **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** یہ وہی بشارت ہے جو اولیاء اللہ کے متعلق بھی وارد ہوئی ہے حالانکہ اولیاء اللہ نے اقامت صلاۃ پر بڑی محنت کی ہے ظاہراً بھی باطناً بھی اور سخت ریاضات اور مجاہدات نفس کی مخالفت میں ترک دنیا میں برداشت کئے اور خواہشات سے بچنے میں بڑی جانفشانی کی اور محنت وتکالیف میں گرفتار ہوئے، مصائب وآلام اٹھائے تب جا کر ایمان کی حقیقت تک رسائی حاصل کی اور توحید کی لذت سے فیضیاب ہوئے اور اللہ پاک کی محبت ہر حال میں ان کو نصیب ہوئی پس مومن پر ضروری ہے کہ وہ بھی ایمان اور عمل صالح کو جمع کرے

اوراپنے امراض قلبیہ اوصاف رذیلہ کا علاج کرے تا کہ نفاق اوراہل نفاق سے نہ مل جائے اور ذکروفکر کا راستہ پکڑے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ اثر کرنے والی شئے ذکراللہ ہے **الا بذکر الله تطمئن القلوب** میں یہی مضمون آیا ہے کہ اطمینان والوں کواطمینان اللہ پاک کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے، خاص کر جب ذکر بھی قلب سے ہو اورقلب کا اطمینان نصیب ہوگا اس لئے مشائخ ذکرقلبی پرزوردیتے ہیں یہ سب **وعـمـل صالحاً** میں داخل ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام ہی نام باقی رہ جائے گا اورقرآن کریم کے فقط ورق باقی رہ جائیں گے مساجد عمدہ ہوں گی ظاہری تعمیر میں اور ذکروفکر سے بے آباد اس زمانہ میں بدتر لوگ علماء ہوں گے ان کے اندر سے فتنے اٹھیں گے اورانہیں میں لوٹیں گے شیخ سعدی نے فرمایا:

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چوں عمل نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے برو کتابی چند
ان تہی معزز را چہ علم و خبر کہ برویز مست یاد فتر

جاننا چاہئے کہ تمام علوم وحقائق کا خلاصہ علم باللہ ہے اوراس کے علاوہ سب اس کی شاخیں اور برکات ہیں جس نے علم باللہ کو حاصل کیا وہی کامل ہے چونکہ مقصود عملِ صالح ہے، محض پڑھنا لکھنا کافی نہیں اور فائدہ مند بھی نہیں، پس اس کے لئے بشارت ہے کہ توفیق اس کی رفیق ہو، قرآن کریم اہل کتاب ایمان والوں کی تعریف بھی کرتا ہے،

ارشاد باری عزاسمہ ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (سورۂ مائدہ آیت:۸۳تا۸۶)۔

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہوگئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کردے گا سو ان کو اللہ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغات دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نکو کاروں کی بھی پاداش ہے اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

فائدہ: امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مصداق شاہ حبشہ نجاشی اوران کے اصحاب ہیں جب حضرت جعفر طیارؓ نے ان کے سامنے کھیعص کی آیات پڑھیں وہ سن کر رونے لگے اور ایمان سے مشرف ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ان کے اتصال پر رسول کریم ﷺ کی ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جو بظاہر غائبانہ تھی مگر حقیقت میں مشاہدانہ تھی حجابات مرتفع کردئے گئے تھے، شروع اسلام میں جب کفار مکہ ایمان والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دے رہے تھے اور صحابہ کرام کے مکانات تک ڈھائے جارہے تھے اوران کا پورا زور چل رہا تھا صحابہ کرامؓ کمزوری کی حالت میں تھے تعداد بھی کم تھی اور اسباب بھی کم تھے اور جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور نہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ابھی آیا تھا اس دور میں حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا گیا اور فرمایا کہ حبشہ اس وقت میں ایک نیک بادشاہ کی حکومت ہے نہ خود ظلم کرتا ہے نہ اس کی حکومت میں اس کے پاس ظلم کیا جاتا ہے وہاں چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ پاک مسلمانوں کیلئے کوئی راستہ نکالدے، چنانچہ اس کے مطابق پہلے ۱۱/مرد اور ۱۴/عورتوں نے ہجرت کی ان میں سے حضرت عثمانؓ اوران کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی بھی تھیں انہوں نے ایک کشتی کو نصف دینار پر کرایہ پر لی اور دریا کے راستہ سے ہجرت کی یہ ۵ھ نبوی کی بات ہے یعنی ابھی نبوت کو ۵/سال گذرے تھے پھر تو ان کو بھی راستہ مل گیا اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے ایسا ہی کیا اور ۸۲/حضرات ہوگئے عورتوں اور بچوں کے

علاوہ عورتوں کی تعداد فتح الباری میں ص:۱۸۹ پر ۱۸ لکھی ہے، جب قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے عمرو بن العاص کو بہت سے ہدایا لیکر نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ مسلمانوں کو واپس کردے اور جا کر کہا کہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر آگئے ہیں ان کو واپس کردیا جائے، شاہ حبشہ نجاشی نے ان مسلمانوں کو بھی بلوا بھیجا اور حقیقت حال دریافت کی، معلوم ہوا کہ یہ سب جھوٹ ہے اس نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارا یہاں کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے تم پرامن طریقہ سے رہو، چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ وہاں مکمل خیریت سے رہے یہاں تک کہ خود رسول پاک ﷺ بامر الٰہی ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے ۶ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے نام تحریر کرایا اور عمرو بن امیہ خمری کے بدست کہ ام حبیبہ بنت سفیان سے جو اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ گئی تھیں اوران کے شوہر کا انتقال ہوگیا ان کا نکاح خود رسول اللہ ﷺ سے کردیں اوران کو کسی مسلمان کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس بھیجدیں۔

حبشہ میں رسول اللہ ﷺ کا نکاح

چنانچہ نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کو بھیجا جس نے جا کر حضرت ام حبیبہ کو رسول اللہ ﷺ کے پیغام کی بابت بتایا جس پر خوش ہوکر انہوں نے ابرہہ کو اپنے زیورات نکال کر دیدئے اور انہوں نے خالد بن سعید کو نکاح کی اجازت دیدی جنہوں نے ۴۰۰ دینار پر رسول اللہ ﷺ کا نکاح پڑھایا پیغام نکاح دینے والے خود نجاشی تھے اور مہر بھی ابرہہ باندی کے ہاتھوں انہوں نے ادا کیا جب باندی وہ مہر کی رقم لے کر آئی تو حضرت

ام حبیبہؓ نے پچاس دینار مزید ابرہہ کو دینے چاہے مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ بادشاہ نے اس کو منع کیا ہے کہ اس میں سے میں کچھ نہ لوں اور میں بادشاہ کی خاص خادمہ ہوں اور میں بھی محمد ﷺ کی تصدیق کرتی ہوں اور ان پر ایمان لائی ہوں میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ جب تم ان کی خدمت میں پہنچ جاؤ گی میرا ان کو سلام پیش کرنا۔

حضرت ام حبیبہ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے باندی نے کہا کہ بادشاہ نے اپنے گھر کی مستورات کو کہا ہے کہ ام حبیبہ کے پاس عود عنبر وغیرہ خوشبوئیں بھیجیں ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ پھر ہم مدینہ آ گئے یہ وہ دور تھا جب رسول اللہ ﷺ خیبر تشریف لے گئے تھے پہنچنے والے وہیں پہنچ گئے اور میں مدینہ ٹھہر گئی یہاں تک کہ رسول خدا ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مجھ سے نجاشی کے احوال سنے اور یہ تمام تفصیلات سنیں اور میں نے آپ کی خدمت میں اس کی باندی ابرہہ کا سلام بھی پہنچایا رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور تمام اشیاء جو انہوں نے مجھے دی تھیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھیں اور کچھ نہ فرمایا اس موقع پر آیت **عسى الله ان يجعل بينكم وبين الذين عاديتم منهم مودة** نازل ہوئی جس میں یہ اشارہ تھا کہ ام حبیبہ کے ساتھ نکاح کی وجہ سے ان کے والد ابوسفیان کے ساتھ جو ایک عرصہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی ختم ہو جائے گی، چنانچہ جب ابوسفیان کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اس نوجوان (محمد) کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی ہے یعنی کوئی ان کو ذلیل نہیں کر سکتا ہم تو دشمنی کر رہے ہیں اور انہوں نے ہماری بیٹی سے نکاح کر لیا ہے یہ بھی عجیب معاملہ ہے جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا

جب حضرت جعفر طیار وغیرہ حبشہ سے چلے آئے یعنی مہاجرین حبشہ جن میں حضرت عثمان بن عفان داماد رسول اللہ ﷺ اوران کی اہلیہ حضرت رقیہؓ حضرت زبیر بن عوامؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابوحذیفہ بن عتبہؓ اوران کی اہلیہ سہلہ بنت سہیل بن عمروؓ، مصعب بن عمرؓ، ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اوران کی بیوی ام سلمہ بنت ابوامیہ، عثمان بن مظعونؓ، عامر بن ربیعہؓ اوران کی اہلیہ لیلیٰ، خاطب بن عمر، سہل بن بیضاء وغیرہم۔

کشتی والوں کی دوہجرتیں ہیں

جس طرح گئے تھے کشتی کے ذریعہ واپس اسی طرح کشتیوں کے ذریعہ آئے اس طرح ان حضرات کو اللہ پاک نے ڈبل اجر وثواب عطا فرمایا کہ ہجرت الی الحبشہ کا، دوسری مدینہ پاک کی جانب ہجرت کا، چنانچہ ایک مدینہ ایک صحابیہ اسماء بنت عمیس جو مہاجرین حبشہ میں سے تھیں جب وہاں سے مدینہ پاک آ گئی ایک مرتبہ حضرت حفصہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے تشریف لائیں وہاں کچھ دیر حضرت عمرؓ بھی آ گئے اپنی بیٹی کے گھر، معلوم کیا کہ کون ہے بتایا گیا کہ اسماء بنت عمیس ہے، مذاق وتفریح کے لہجہ میں فرمایا اچھا کہ حبشہ والی آ گئی اچھا یہ سمندر والی آ گئی، چونکہ حبشہ سے سمندر کے راستہ آئی تھیں فرمایا کہ اے عمر ہمارا مذاق کرتے ہو رسول اللہ ﷺ سے تمہاری شکایت کروں گی اور بہت غصہ ہو گئیں تیری سب باتیں بتاؤں گی کہ عمر نے ایسا ایسا کہا مگر کوئی بات زیادہ نہ کروں گی جتنی بات اتنی میں بتاؤں گی تم تو یہاں آرام سے تھے حضور پاک ﷺ کے پاس تمہارے بھوکوں کو کھانا ملتا تھا حضور

کھانا کھلاتے اور جاہلوں کو علم سکھاتے ہم بالکل دور گھر سے بے گھر پڑے تھے نئی جگہ جو اجنبی بھی تھی اور دور بھی تھی، سبحان اللہ صحابی عورتوں میں بھی اس قدر انصاف تھا کہ فرماتی ہیں کہ جتنی بات ہے اتنی ہی بتاؤں گی شکایت میں اضافہ یا غلط بیانی سے بالکل کام نہ لوں گی، آج کل کے علماء وغیرہ اختلاف ہو جانے پر اس قدر جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں خدا کی پناہ۔

معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث سے ان کو کوئی سبق حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا عوام کی تو کیا شکایت ان کے لئے ان صحابیہ کے اس قول میں زبردست عبرت ہے، الغرض رسول خدا ﷺ کی خدمت میں گئیں اور شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے یہ سب سن کر فرمایا کہ اسماء کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں (۱) ایک حبشہ ایک مدینہ کی جانب اور باقی لوگوں کی ایک ہجرت ہے لہذا تمہارا اجر وثواب بھی زیادہ ہے، یہ حدیث ان تمام لوگوں کو معلوم ہونی چاہئے جنہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی وہ حضرات بہت خوش ہوئے حضرت اسماء کے پاس آتے اور بار بار خوشی کے مارے یہ حدیث سنتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف رص:۶۰۷ رج:۲ رمیں ہے۔

الغرض یہ حبشہ سے آنے والے آ گئے تو شاہ نجاشی نے اپنے بیٹے کے ساتھ جن کا نام ازہی تھا ۶۰ رافراد بھیجے اور رسول اللہ ﷺ کے نام ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا تھا: یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے اللہ کے رسول ہیں اور میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اور آپ کے چچازاد بھائی جعفر کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں

اور اللہ پاک کیلئے اسلام لاتا ہوں ان کی تابعداری کرنے کیلئے حاضر ہوں جو رب العالمین ہیں اور میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ازہی کو بھیج رہا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں بذاتِ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا والسلام علیک یا رسول اللہ، یہ لوگ حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے درمیان سمندر میں کسی طوفان سے کشتی غرقاب ہوگئی حضرت جعفر اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئے ان کے ساتھ بھی حبشہ کے بہت سے لوگ تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے سورۂ یٰسٓ اخیر تک پڑھی اس کو سن کر وہ حضرات بھی رونے لگے اور ایمان لائے اور کہنے لگے کہ اس کے مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا آپ نے ان کی تعریف میں فرمایا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى یعنی نجاشی کا وفد جس میں ان کے مذہبی لوگ اور عابد زاہد بھی شامل تھے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر تکبر نہ کیا چونکہ حق کا اعتراف کیا (بغوی ص:۵۸ ج:۲)۔

شراب وقمار کی وعیدات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا	اے ایمان والو! بات یہی ہے
الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ	کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ
وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ	کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام
الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ	ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو

تُفۡلِحُوۡنَ○اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ○ (سورۂ مائدہ آیت: ۹۰، ۹۱)۔

فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سواب بھی باز آ ؤ گے۔

فائدہ: اس سے پہلے بھی بعض آیات شراب کی حرمت کے سلسلہ میں نازل ہو چکی تھیں پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں سختی سے روکا گیا ہے سب سے پہلے اس آیت میں ہوئی:

يَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا (سورۂ بقرہ آیت: ۲۱۹)۔

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

گو اس آیت میں نہایت واضح اشارہ تھا تحریم خمر کی جانب مگر چونکہ صاف طور پر چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے سن کر فرمایا **اللهم بين لنا بيانا شافيا** اے اللہ ہمارے سامنے شراب کے سلسلہ میں صاف طور پر بیان فرمایا۔

نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! بحالت نشہ
تَقْرَبُوْا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ	نماز کے قریب نہ آؤ یہاں تک کہ تم کو
سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا	معلوم ہو جائے کہ تم کیا کہتے ہو اور نہ
مَاتَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا	جنابت کی حالت میں (مسجد میں داخل
عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی	ہو) ہاں مگر راستہ گزرتے ہوئے یہاں
تَغْتَسِلُوْا (سورۃ النساء آیت: ۴۳)۔	تک کہ غسل کرلو۔

تشریح: علامہ واحدیؒ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ صحابی رسول اللہ ﷺ نے دعوت کی، بہت سے حضرات نے دعوت میں شرکت کی اور کھانے پینے کا دور چلا اس میں شراب بھی تھی پھر نماز مغرب کا وقت آ گیا تو بعض حضرات کو آگے کر دیا گیا تو انہوں نے سورۂ کافرون کی تلاوت کی اور بالکل غلط تلاوت کر دی جس سے معنی بالکل بدل کر کچھ کا کچھ ہو گیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اس وقت تک شراب کی حرمت قطعی طور پر نازل نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے ایسا ہوا تھا، بہرحال شراب ونشہ کی حالت میں نماز نہیں ہوتی شراب کی حرمت پر بہت سی آیات واحادیث شاہد ہیں، افسوس بہت سے مسلمان لوگ شراب میں مبتلا ہو گئے ہیں حالانکہ شراب انتہائی منحوس چیز ہے جس سے عقل، مال، صحت، جوانی، اہل وعیال تک تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں اور آدمی جانور جیسا بن جاتا ہے۔

دوسری بات: مسجد میں جنابت کی حالت میں داخل ہونا اور رہنا ممنوع ہے

یہی قول جمہور علماء کا ہے اور مجبوری کی حالت میں گذرنا جائز ہے بعض علماء کے نزدیک اوراحناف فرماتے ہیں جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا اور گزرنا دونوں منع ہیں البتہ مسافر کیلئے گنجائش ہے کہ تیمّم کے ساتھ گزرجائے واللہ اعلم بالصواب۔

اس میں شراب کی حرمت کی صراحت نہ تھی گونشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ تھا کہ یہ چیز عنقریب کلیۃً حرام ہونے والی ہے، مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہادرجہ تھااوراس کا ایک بارگی چھوڑنا مخاطبین کے لحاظ سے آسان نہ تھااس لئے نہایت حکیمانہ انداز سے آہستہ آہستہ اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھلائی گئی اورحکمِ تحریم سے مانوس کیا گیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کوسن کرپھر دعا کی یااللہ شراب کے بارے میں صاف صاف بتادیجئے آخرکارسورۂ مائدہ کی مندرجہ بالاآیات نازل ہوئیں فھل انتم منتھون تک جس میں صاف طور پر بت پرستی کی طرح اس گندگی سے بھی اجتناب کی ہدایت فرمائی گئی، چنانچہ حضرت عمرؓ اس کوسن کرچلااٹھے انتھینا انتھینا یااللہ ہم بازآئے یا اللہ ہم بازآئے اور جملہ صحابہ کرامؓ کی یہی حالت تھی سب بازآگئے الا ماشاءاللہ اور نبی پاک ﷺ نے منبر نبوی سے اس کی حرمت کا ہمیشہ کیلئے اعلان فرمادیا کمافی البخاری۔

اورلوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے اور مدینہ پاک کی گلیوں میں نالوں میں شراب پانی کی طرح بہادی سارے عرب نے اس گندگی نجس العین شراب سے توبہ کرلی اور معرفت ربانی محبت الٰہی کی شراب طہور سے مخمور ہوگئے اورشراب کوام الخبائث جماع الاثم قراردیا گیا(ترجمہ شیخ الہندؒ ص:۱۵۸)۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ o (سورۂ مائدہ آیت:۹۱)۔	شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔

اس آیت میں شراب وجوئے وغیرہ کے بڑے بڑے نقصانات بتائے گئے ہیں کہ شراب عداوت باہمی کا ذریعہ ہے کہ لوگ جب شراب پی لیتے ہیں تو مدہوش ہوجاتے ہیں اور گالم گلوچ بے حیائی بے شرمی اور جھگڑے کرتے ہیں اور واہی تباہی بکتے ہیں اور بہت سے تو اپنی بیویوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور طلاقیں دیتے ہیں۔

اسی طرح جوئے کا حال ہے اس میں بھی ہار جیت کا معاملہ رہتا ہے بعض لوگ مال ہی نہیں بلکہ اپنی عورتوں کو بھی جوئے کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں اور جب وہ محروم ہوجاتے ہیں اور کچھ مزاج سینٹر میں آتا ہے تو اپنا یہ حال دیکھ کر کہ نہ مال ودولت ہی باقی رہا اور نہ گھر والے ہی باقی رہے سخت غم زدہ ہوتے ہیں پھر ہلاکت وتباہی کی نوبت آتی ہے اور یہ جملہ مذکورہ برائیاں شراب، جوا، سٹا، بت پرستی اور قسمت معلوم کرنے کے تیر جن سے زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی قسمت معلوم کیا کرتے تھے شطرنج وغیرہ انسان کو اللہ پاک کی یاد سے اور نماز سے بلکہ اپنے گھر والوں سے کھانے پینے سے بھی بے خبر کردیتی ہیں جیسا کہ اس دور میں نشہ کرنے والوں کی حالت زار بارہا سنی جاتی ہے جوانی، صحت،

عقل ، دماغ، طاقت سب کچھ برباد ہوجاتا ہے اور جہالت کی تاریکیوں میں غرق ، چوری، ڈاکہ زنی میں مبتلا ، تھانوں میں پولیس کے ہاتھوں پٹائی اوران کی دلالی غلامی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا،آج کل یہ شکایات اکثر وبیشتر زبانوں پر جاری ہیں اور پوری قوم تباہی کے سیلاب کے کنارہ کھڑی ہے، باز آنے والے سچی توبہ کرنے والے اچھی مجالس میں جانے والے بہت کم لوگ رہ گئے ہیں اورصاف صاف کہنے والوں کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے جبکہ ہرایک عقلمندانسان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس کے خلاف میدانِ عمل میں آئے اور جم کرحق بلند کرے اوراپنی اپنی وسعت کے اعتبار سے ہمت کر کے لوگوں کوان برائیوں سے روکے تب ہی بچاؤ کا کچھ راستہ نکلے گا۔

اوپر آیات میں شراب کی ممانعت کا بیان آیا ہے شراب کو ام الخبائث یعنی خرابیوں کی ماں اور جماع الاثم گناہوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے چونکہ وہ عقل کوخراب کرنے والی چیز ہےاور عقل ایک روحانی نور ہے جواللہ پاک کی طرف سے انسان کوعطا کی گئی ہےاوراسی پرتمام فضائل کا مدار ہے، عقل اپنے مالک وخالق کے سامنے اطاعت، تواضع وعبادت کی تعلیم دیتی ہےاورخواہشات سے روکتی ہے جوایک ظلمانی حیوانی وصف ہےاوراس کا مزاج سرکشی اوراپنے پروگرام سے بغاوت اورنافرمانی ہےاورانکارواستکبار کی شان ہے،جیسا کہ شیطان نے کہا تھا: بس جب خمر کا خمارنورعقل کوڈھانپ لے گا تو وہ ایسا مغلوب ہوجائے گا کہ حق کی طرف ہدایت نہ پاسکے گا اور نہ اس کا راستہ معلوم کرسکے گا پھرخواہشات باطلہ کی ظلمت میں گرفتار ہوجائے گا اوراس کانفس امارہ بالسوء

برائیوں کا بہت حکم دینے والا بن جائے گا اور اسی سے مدد چاہے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نیچے درجہ کی خواہشات میں گرتا چلا جائے گا، خواہشات نفسانیہ اور اس کی لذات حیوانہ میں جا پھنسے گا اور شیطان اس کو ہلاکتوں اور تباہیوں میں گرا دے گا، یہی راز ہے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کا کہ شراب ام الخبائث ہے کیونکہ تمام برائیاں یہیں سے پیدا ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے اس کو جماع الاثم گناہوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے جس کو حضرت عامر بن یاسر نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین قسم کے افراد کبھی جنت میں نہیں جائیں گے (۱) دَیُّوْث مرد اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتیں (۲) مستقل طور پر شراب پینے والا آدمی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مدمن خمر کو تو ہم نے سمجھ لیا، دیوث کون ہے؟ فرمایا جو اپنے گھر والوں کے اندر گناہ دیکھنے کے بعد برداشت کرے پرواہ نہ کرے کہ کون کون ان کے پاس آرہا ہے۔

عن عامر بن یاسر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثة لا يدخلون الجنة أبدا الديوث من الرجال والرجلة من النساء ومدمن الخمر (بیہقی ص:۴۱۲،ج:۷)۔

حضرت عامر بن یاسر نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین قسم کے افراد کبھی جنت میں نہیں جائیں گے (۱) دیوث مرد، (۲) مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتیں (۳) مستقل طور پر شراب پینے والا آدمی۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر خمر وكل مسكر حرام ومن شرب الخمر فى الدنيا فمات وهو يد منها لم يشربها فى الآخرة (رواه الترمذی رص:۸رج:۲)۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے لہذا جو شخص دنیوی شراب پیئے گا اوراس کا عادی ہونے کی حالت میں مرے گا وہ آخرت میں شراب نہیں پی سکے گا یعنی جنت کی۔

وعن عبدالله بن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر لم تقبل له صلوة أربعين صباحاً فإن تاب تاب الله عليه فإن عاد لم يقبل الله له صلوة أربعين صباحاً فإن تاب تاب الله عليه فإن عاد لم يقبل الله له صلوة أربعين صباحاً فإن تاب

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کریں گے پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں گے اور اگر پھر وہ دوبارہ پیئے گا تو پھر چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف

تاب الله عليه فإن عاد الرابعة لـم يـقبـل الله له صلوة أربعين صبـاحـا فـإن تاب لم يتب الله عـلـيـه وسـقـاه من نهر الخبال قيـل يا أبا عبدالرحمن ومانهر الـخبـال قـال نهـر مـن صديد أهل النار (ترمذی،ص:۸،ج:۲)۔

کردیں گے اسی طرح آپ ﷺ نے چار مرتبہ فرمایا اور چوتھی مرتبہ فرمایا کہ اب اگر وہ توبہ بھی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائیں گے اور اسے کیچڑ کی نہر سے پلائیں گے، لوگوں نے کہا ابوعبدالرحمٰن کیچڑ کی نہر کیا ہے؟ فرمایا دوزخیوں کی پیپ۔

عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ماأسكر كثيره فقليله حرام (ترمذی،ص:۸،ج:۲)۔

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دیتی ہے اس کی تھوڑی سی مقدار بھی استعمال کرنا حرام ہے۔

وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام ماأسكر الفرق منـه فـمـلا الكف منـه حرام قال أحـدهـمـا فى حديثه الحسوة منه حرام (ترمذی،ص:۸،ج:۲)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ فرق (ایک پیمانہ ہے جس سے مراد زیادہ پینے پر نشہ دینا ہے) کی مقدار نشہ دیتی ہو اس کا ایک چلو بھی پینا حرام ہے۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أن	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت
رسول الله صلى الله عليه	ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زانی
وسلم قال لايزني الزاني حين	زنانہیں کرتا ہے اس حال میں کہ وہ
يزني وهو مومن ولا يشرب	مؤمن ہو اور نہ شراب پینے والا شراب
الخمر حين يشرب وهومن	پیتا ہے اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو
ولا يسرق حين يسرق وهو	اور نہ چوری کرنے والا چوری کرتا ہے
مؤمن ولا ينتهب نهبةً يرفع	اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو اور نہ اچکا
الناس إليه فيها أبصارهم وهو	اچکنے کے وقت جب لوگ اس کی طرف
مؤمن (بخاری شریف رص:۱۰۰۱رج:۲)۔	آنکھ اٹھاتے ہیں مؤمن رہتا ہے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں شراب کو ''رِجس'' فرمایا گیا ہے یعنی ناپاک جس سے اجتناب ضروری ہے اسی لئے فقہاء کرام نے اس کو نجاست غلیظہ قرار دیا ہے اگر کپڑے پر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ لگ جائے تو اس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہ ہوگی، نیز فرمایا شراب کم وزیادہ سب حرام ہے اوراس سے کسی بھی طرح انتفاع دواء کے طور پر ہو یا اور کسی بھی طرح سے ہو حرام ہے، اوراس کی حرمت کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کی حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہے اس کا لین دین، خرید وفروخت، ہبۃ کرنا سب ممنوع ہے اس کے پینے والے پر حد یعنی ۸۰رکوڑے لگائے جائیں گے چاہے کم پیے یا زیادہ، اس پر صحابہ وعلماء کا اتفاق ہے (تحفۃ الفقہاء رص:۳۲۷رج:۳)۔

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو دنیا میں شراب پئے گا اور اس سے توبہ کئے بغیر مر گیا وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا۔

ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تو آپ کو ایک موقع پر دو پیالے پیش کئے گئے ایک دودھ کا ایک شراب کا آپ ﷺ نے ان کو دیکھا پھر دودھ والا پیالہ اختیار فرمایا اس پر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اگر آپ شراب والا پیالہ اختیار کر لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی یعنی شراب کی عادی ہو جاتی جس کی وجہ سے گمراہی ظاہر ہے، مغازی میں ہے کہ پانی بھی پیش کیا گیا جبرئیلؑ نے فرمایا اگر آپ پانی کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو عورتوں کی شرم گاہوں کو، اشیم کو، شراب کو اور کھیل وکود کے آلات کو حلال سمجھیں گے اور ایک جماعت کسی پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گے ان کے جانور ان کے پاس شام کو لائے جائیں گے ان کے پاس ضرورت سے کوئی آئے گا وہ کہیں گے کل آنا اللہ پاک ان کو بندر اور خنزیر بنا دیں گے۔

ایک مشہور روایت میں ہے کہ وہ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے شراب کی حرمت پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہ اللہ پاک اور ان کے رسول ﷺ کے حرام کرنے کی وجہ سے حرام ہوئی ہے (عارضۃ الاحوذی رص: ۴۸ رج: ۸)۔

خلاصہ یہ ہے کہ شراب عقل، ایمان، صحت، بدن، مال و دولت، اولاد، عزت

کی بربادی کا سامان ہے، اسی طرح قمار، میسر کے اندر بھی بہت سی خرابیاں ہیں، حرص، بخل، تکبر، غضب، عداوت، حسد اور اس جیسی چیزیں جن سے بندہ راہِ حق سے ہٹ جاتا ہے اس کو شراب کے ساتھ ذکر کرنا ہی اس کی قباحت وشناعت کو سمجھانے کیلئے کافی ہے جس طرح شراب پی نے والا ایک بار کے بعد دوسری بار تیسری بار پیتا ہے اور عادی بن جاتا ہے، اسی لئے جواسٹا کھیلنے والے لوگوں کا حشر ہے اس میں بھی انسان ایسے طور پر منہمک ہوجاتا ہے نفع کے چکر میں کہ ذکر اللہ نماز اور دیگر اعمال صالحہ سے غافل ہوجاتا ہے اور یہ کس قدر خرابی کی جڑ اور بنیاد ہے۔

انصاب: وہ پتھر جن کی زمانۂ جاہلیت میں اور اب بھی کفار اللہ پاک کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔

ازلام: وہ تیر جن کے ذریعہ قسمت معلوم کرتے تھے، یہ سب ناپاک شیطانی اعمال وحرکات شرکیہ ہیں گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں ان سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ باری تعالیٰ شانہ نے زور دیکر فرمایا **فاجتنبوہ لعلکم تفلحون** ان اشیاء سے اجتناب پر ہی کامیابی موقوف ہے (روح البیان رص:۴۳۷رج:۲)۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربہ سے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ جو قوم معازف، آلات لہوولعب میں مبتلا ہوجاتی ہے تو دشمن اس پر مسلط ہوجاتا ہے اور قحط سالی اور برے حاکم ان پر مسلط ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے گانے بجانے ناچ کودنے کا ذوق انسانوں کو شراب کے نشے کی طرح ختم کردیتا ہے، عقل خراب کردیتا ہے اور انسان ایسا بے حیاء بن جاتا ہے کہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ ان چیزوں کا نشہ جب نفوس میں اتر جاتا ہے تو ان لوگوں کے اندر شرک بھی آجاتا ہے اور ایسے لوگ ظلم، قتل اور زنا وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ خرابیاں گانے بجانے والوں کے اندر موجود ہوتی ہیں (تحریم النرد ص:۹)۔

دور جاہلی میں میسر، جوئے کی اور شکلیں تھیں اور کچھ اور ہیں مقصود سب میں دوسروں کے مال کو ناجائز طریقہ سے بسہولت لینا ہوتا ہے آج کل کمپنیاں اور سوسائٹیاں ایسے پروگرام بناتی ہیں کہ سب لوگوں سے پیسے جمع کرالیتے ہی اور ان کو انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ جس کی پرچی نکل گئی اس کو اتنا انعام ملے لاکھوں کروڑوں لوگ معمولی رقم دیکھ کر لالچ میں آکر اپنی رقم جمع کر دیتے ہیں اور ایک دو کو انعام دیکر وہ خوش کر دیتے ہیں باقی لوگ اپنے گھر بیٹھ جاتے ہیں یہ سب قمار کی شکلیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جوا کھیلے گا پھر نماز کیلئے کھڑا ہوگا تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسا کہ خون پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کیا ہو، نماز کی قبولیت کا تو کیا سوال ہے (اخرجہ احمد فی مسندہ، تحریم النرد ص:۸)۔

محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد سے پوچھا میسر کے بارے میں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قیح، پیپ سے یا خنزیر کے گوشت سے وضوء کرے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اس کی نماز اس کو کیا فائدہ دے گی ایسے ہی نرد کھیلنے والا ہے۔

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جونرد شیر کھیلتا ہوگا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت میں رنگ ڈالا

(رواہ البخاری فی الادب المفرد)۔

ایک روایت میں اس طرح ہے:

قال رسول الله صلى الله	کہ رسول اللہ ﷺ نے
عليه وسلم من لعب بالنرد شير فإنما	فرمایا جونرد شیر کھیلتا ہوگا وہ ایسا
غمس يده في لحم الخنزير رواه	ہے جیسا کہ اس نے اپنے ہاتھ کو
أحمد في مسنده وأبو داؤد، باب	خنزیر کے گوشت میں رنگ ڈالا
الرفق عن اللعب بالنرد (تحریم النرد ص:۱۱۴)۔	(رواہ البخاری فی الادب المفرد)۔

حضرت علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ نرد کھیلنے والے کو خنزیر کے گوشت میں ہاتھ ڈالنے والے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی دوسروں کا مال ودولت حرام طریقہ سے کھانے والا ہے جیسا کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ
قال قال رسول الله صلى الله عليه	سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ
وسلم من لعب بالنرد فقد عصى الله	نے فرمایا کہ جونرد کھیلتا ہے اس نے
ورسوله (عبدالرزاق فی المصنف تحریم النرد ص:۱۱۶)۔	اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ان جملہ نصوص کی وجہ سے نرد کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے چاہے وہ جس طرح سے ہو علامہ ذہبیؒ نے کبائر میں ص:۹۷ میں فرمایا:

إتفقوا على تحريم اللعب بأی نوع كان نرد أوخصوصٍ أو كعاب أو جوز أوبيض أوحصى أوغير ذلک لقوله تعالیٰ ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل ولأنه داخل فی النهی قال النبی صلی الله عليه وسلم كما رواه البخاری أن رجالا يتحوضون فی ما ل الله بغير حقٍ فلهم النار يوم القيامة زیلعی شارح کنز نے فرمایا کہ نردوغیرہ کھیلنے والا مردودالشہادۃ ہے کیونکہ ایسا شخص ملعون ہے وبہ حرم صاحب مجمع الانہر (ص:۱۹۸،ج:۲)۔

جن حضرات نے ممانعت اورحرمت سے پہلے شراب وغیرہ کا استعمال کرلیا ہو ان پرکوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس وقت کی ممنوع اشیاء کے استعمال سے بچتے ہوں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ	ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں
اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں
جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا	جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز
مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا	رکھتے ہوں اورایمان رکھتے ہوں اور نیک کام
الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا	کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اورایمان
وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحۡسَنُوۡا	رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اورخوب
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ۠	نیک عمل کرتے ہوں اوراللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں
(سورۂ مائدہ آیت:۹۳)۔	سے محبت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کعبۃ اللہ کے قبلہ بن جانے سے قبل بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں ان کی جملہ نمازیں قبول ہیں ارشاد باری تعالیٰ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۱۴۳)۔

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق ومہربان ہیں۔

ممنوعاتِ احرام سے بچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيمٌ ○ (سورۂ مائدہ آیت:۹۴)۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن پر تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: گذشتہ آیات میں ایسی اشیاء کے ارتکاب سے منع فرمایا تھا جن کی حرمت دائمی ہے اس آیت میں ایسی کچھ چیزوں کے بارے میں ممانعت ہے جن کی حرمت وقتی طور پر ہے، بعض احوال واوضاع میں یعنی بحالت احرام شکار کرنا منع ہے، یعنی اللہ پاک تمہارا امتحان لیتے ہیں تاکہ تمہیں دیکھیں کہ کون مخلص مؤمن ہے جو اللہ پاک سے ڈرتا ہے اور تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرتا ہے محض خوف خدا کی وجہ سے

احکام الٰہیہ پر عمل کرتا ہے اور کون ہے جو حکم الٰہی سے تجاوز کرتا ہے اور لاپرواہی برتتا ہے اس کیلئے عذاب الیم ہے اور وہ موقع امتحان یہ ہے تمہارے سامنے ایسی حالت میں شکار ہو کہ تم اس کے پکڑنے پر قادر ہو یا مارنے پر قادر ہو پھر بھی اللہ پاک کے حکم کے سامنے تمہاری ہمت نہ ہو۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی صحابہ کرامؓ حالت احرام میں تھے ادھر دشمنوں نے عمرہ سے روک دیا تھا ادھر شکاری جانور بکثرت قریب آتے تھے ان کو پکڑنے اور مارنے کا خیال ہوتا تھا اللہ پاک نے ممانعت نازل فرمائی اور آگے اس حکم کی سزا کا بیان ہے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ
مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ
مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ
اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ
اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالتِ احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپاؤں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جائے اور خواہ اس کے برابر

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ (سورۂ مائدہ آیت: ۹۵)۔

روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھو اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف فرمادیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: **متعمداً** مطلب یہ ہے کہ اپنا محرم ہونا یاد ہو اور یہ بھی مستحضر ہو کہ حالتِ احرام میں مارنا ممنوع ہے یہاں صرف اس کا حکم مذکور ہوا ہے اس کے فعل کی جزاء یہ ہے کہ اس پر بدلہ لازم ہوگا، یعنی ہدی، طعام اور صیام میں جو چاہے وہ ادا کرے اور اللہ پاک اس سے انتقام لیں گے اور اگر بھول کر شکار کیا تب بھی جزا تو یہی رہے گی البتہ خدا اس سے انتقام نہ لیں گے۔

حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار کو پکڑ لیا تو اس پر چھوڑنا فرض ہے اور اگر ماردیا تو صاحب بصیرت اور تجربہ کار معتبر دو آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگوائی جائے گی اسی قیمت کا ایک جانور بکری گائے اونٹ کعبہ کے نزدیک یعنی حدود حرم میں ذبح کرے اور خود اس میں سے نہ کھائے یا اس کی قیمت کا غلہ لیکر محتاجوں کو فی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کردے یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا اتنے ہی دنوں کے روزے رکھے، یعنی ہر صدقۃ الفطر کی مقدار کی جانب سے ایک دن کا روزہ رکھے (ترجمہ شیخ الہندؒ ص:۱۶۰)۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوالیسر صحابی کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ایک حمار وحشی کا شکار کیا تھا اور وہ حالتِ احرام میں تھے اور اس کو

قتل کر دیا تھا (بغوی رص:۶۵رج:۲)۔

اکثر فقہاء کے نزدیک اس بارے میں عمداً اور خطاً دونوں صورتیں جزاء میں برابر ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ عمداً کی صورت کتاب اللہ کے حکم کے مطابق واجب ہوئی اور خطاً کی صورت میں سنت میں یہی حکم آیا ہے، بعض علماء نے کہا کہ کفارہ صید خطاً مارنے کی شکل میں واجب نہیں جیسا کہ حضرت سعید بن جبیرؒ ہیں بلکہ صرف عمداً کی صورت میں ہے (بغوی رص:۶۴رج:۲)۔

ان آیات میں بعض ممنوعات احرام کا بیان ہے، صاحب تحفۃ الفقہاء لکھتے ہیں کہ ممنوعات احرام تو بہت سے ہیں ان میں چند یہ ہیں (۱) مقیم لوگوں کی طرح فوائد اٹھانا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، وطی، دواعی وطی، لمس وقبلہ، تیل، خوشبو استعمال کرنا، ناخن، بال کاٹنا بغلوں وغیرہ کی صفائی کرنا، شکار کی طرف اشارہ یا رہنمائی کرنا قتل کرنا یہ سب منع ہے (رص:۳۹۱رج:۱)۔

عالمگیری رص:۲۲۴رج:۱ر میں ہے کہ احرام کے بعد رفث اور فسوق، جدال ممنوع ہے، رفث جماع کو کہتے ہیں فسوق نافرمانیوں کو کہتے ہیں اور اللہ پاک کی بندگی سے باہر نکلنے کو اور جدال اپنے رفیقوں سے جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں کہ کسی شکار کو نہ مارے نہ شکار سے کچھ تعرض کرے نہ اس کو پکڑے نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ کسی کو بتائے اور نہ شکار کرنے میں کسی کی مدد کرے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنے نہ کرتا نہ قبا نہ پائجامہ نہ عمامہ نہ ٹوپی نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ سر اور داڑھی کھجلائے اگر ضرورت پڑے تو آہستہ سے کرے تاکہ کوئی بال نہ گرے اور کوئی جوں بھی نہ گرے،

کجاوے کے نیچے مکان یا اور اونٹ وغیرہ، اسی طرح گاڑی کے اندر بیٹھنے میں حرج نہیں ہے اور اگر بیت اللہ شریف کے پردوں کے نیچے آ جائے تو سر اور منھ نہ چھپائے اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کریم نے ان جملہ ممنوعات کو ایک دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ	حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں سو
مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ	جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی
الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ	فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا	کسی قسم کا نزاع زیبا ہے اور جو نیک کام
تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ	کرو گے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ	اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے
التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي	بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے اور اے ذی
الْاَلْبَابِ O (سورۂ بقرہ آیت: ۱۹۷)۔	عقل لوگو! مجھ سے ڈرتے رہو (بیان القرآن)۔

فائدہ: شوال سے لیکر بقرعید کی صبح یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات تک ان مہینوں کو اشہر حج کہتے ہیں اس لئے حج کا احرام ان کے اندر اندر رہوتا ہے ان سے قبل ناجائز و مکروہ ہے، مگر اگر احرام کو پہلے باندھ لیا اور افعال جمعہ حج کے دور میں بھی کئے تو احرام منعقد ہو جائے گا جیسا کہ نماز کے اوقات سے قبل وضو و طہارت کرنا تو درست ہے مگر نماز کیلئے وقت کا ہونا شرط ہے (کذا فی تحفۃ الفقہاء ص: ۳۹۰ ج: ۱) **قال في**

تحفة الفقهاء ص:۳۹۰/ **ولا يجوز أداء شيء من الأفعال قبلها** اورحج کے بڑے ارکان سب خاص اوقات میں خاص جگہ میں ضروری ہیں جیسے طواف زیارت یوم النحر میں وقوف بعرفہ عرفات میں وغیرہ وغیرہ (تحفۃ الفقہا ص:۳۹۱)۔مشرکین عرب آگے پیچھے کرتے تھے اس کو اللہ پاک نے منع کردیا اور باطل قرار دیا ہے جس نے ان ایام اشہر میں احرام باندھا اس طور پر کہ دل سے نیت کی اور زبان سے تلبیہ پڑھا تو اب رفث ،فسوق، جدال وغیرہ ممنوع ہوا، یہ تین جملے گویا حاجیوں کیلئے تین سائین بورڈ ہیں اور بہت ہی اہم ترین حج کی ہدایات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کی بڑی بشارت ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس نے ایسا حج کیا جس میں رفث ،فسوق اور جدال نہ ہو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ اس کو اس کی والدہ نے جنا تھا۔

فضائل حج

وعن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه متفق عليه (مشکوۃ شریف ص:۲۲۱ج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے واسطے حج کرے پس وہ اپنی عورت سے صحبت نہ کرے اور نہ فسق کرے پھر وہ اس دن کی طرح ہے جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔

عن أبی هریرةؓ قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم ای العمل أفضل ، قال إیمان بالله ورسوله قیل ثم ماذا، قال الجهاد فی سبیل الله، قیل ثم ماذا قال حج مبرور متفق علیه (رص:۲۲۱رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل بہتر ہے، فرمایا اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لانا، فرمایا پھر کونسا، فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کونسا، فرمایا مقبول حج۔

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم العمرة إلی العمرة کفارة لما بینهما والحج المبرور لیس له جزاء إلا الجنة متفق علیه (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۱رج:۱)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کیلئے کفارہ ہے جو ان دونوں کے درمیان میں ہوئے ہیں یعنی صغیرہ گناہ اور مقبول حج کا بدلہ صرف جنت ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یاأیها الناس قدفرض علیکم الحج

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا پس فرمایا اے آدمیوں تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو پھر ایک شخص نے کہا ہم ہر سال حج کریں؟

فحجوا فقال رجل أكل عام يا رسول الله فسكت حتىٰ قالها ثلثاً فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذروني ماتركتكم فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم واختلافهم على أنبيائهم فإذاأمرتكم بشيء فاتو منه مااستطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۰رج:۱)۔

پس حضورﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات تین بار کہی پھر فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو مبادا ہر سال حج فرض ہوجاتا اور تم طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا مجھ کو چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو نہ چھوڑوں پس وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے یعنی یہود ونصاریٰ کثرتِ سوال کی وجہ سے اوراپنے انبیاء کے اوپر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے جیسے بنی اسرائیل کی قوم سے منقول ہے پس جس وقت میں تم کو کسی چیز سے منع کروں پس تم اس کو چھوڑ دو۔

عن عائشةؓ قالت استأذت النبي صلى الله عليه وسلم في الجهاد فقال جهاد كن الحج متفق عليه (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۱رج:۱)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریمﷺ سے جہاد کرنے کی اجازت مانگی پس آپﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا جہاد حج ہے یعنی تم پر جہاد نہیں ہے اوراگر استطاعت ہو تو حج کرو۔

صاحب روح البیان رص:۳۱۵ر پر لکھتے ہیں کہ انسان میں تین قوتیں

ہیں (۱) قوۃ شہوانیہ بہیمہ (۲) قوۃ غضبیہ سبعیہ شیطانیہ (۳) قوۃ وہمیہ عقلیہ، جملہ عبادات سے مقصود ان قوتوں کو کنٹرول کرنا ہے جیسا کہ صوم میں گذرا ہے، جو انسان ان قوتوں پر قابو اور کنٹرول پالیتا ہے تو اس کے اندر اچھی صفات ظاہر ہوتی ہیں قوتِ شہوانیہ کو روکنے کی طرف لفظ رفث اور فسوق کے لفظ سے قوتِ غضبیہ اور قوتِ وہمیہ کے کنٹرول کیلئے جدال کا لفظ لایا گیا ہے کیونکہ وہاں دنیا کے مرد وعورت جمع ہوتے ہیں اس لئے ان چیزوں کی ممانعت کیلئے بہت جامع الفاظ رفث، فسوق، محظورات احرام اور جدال ساتھیوں کے ساتھ جھگڑا اور غصہ سب پر قدغن لگایا ہے وہاں کسی بھی شخص کے ساتھ جدل وجدال، خدام ہوں رفقا ہوں اور دیگر افراد ہوں سخت برا ہے۔

عن علیؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ملک زاداً و راحلة تبلغه إلی بیت الله ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیاً أو نصرانیا وذلک أن الله تبارک وتعالیٰ یقول ولله علی الناس حج البیت من استطاع إلیه سبیلاً (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سواری اور توشہ کا مالک ہو کہ اس کو بیت اللہ تک پہنچادے اور اس نے حج نہ کیا پس اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اور یہ جو کچھ مذکور ہوا ہے زادراہ اور سواری کا یہ بطور شرط کے ہے اور اسی عبادت کے ترک پر وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ بابرکت وبرتر نے فرمایا کہ اللہ کے واسطے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے اس پر کہ اس کی طرف طاقت رکھے۔

اسی آیت سے علماء نے حج کی فرضیت پر استدلال کیا ہے چونکہ لفظ علی وجوب وفرضیت کیلئے ہے، اورفرض عین ہے اورعمر میں ایک بار فرض ہے حج کے تین فرض ہیں (۱)احرام(۲)وقوف بعرفہ(۳)طواف زیارت (شامی رص:۷ ۴۶)۔

واجبات پانچ ہیں(۱)سعی (۲)وقوف (۳)مزدلفہ(۴)رمی جمار(۵)احرام سے حلق یاتقصیر کے ذریعہ نکلنا،طواف صدر (تحفہ رص:۲۲۲)۔یہ خاص افعال کا شمار ہے ورنہ واجبات حج ۲۰ رسے زیادہ ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أراد الحج فليعجل (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج کا ارادہ کرے پس چاہئے کہ جلدی کرے۔

عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تابعوا بين الحج والعمرة فإنهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحجة المبرورة ثواب إلا الجنة (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج اورعمرہ کو پے در پے کرو پس تحقیق ان دونوں میں سے ہر ایک فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کا سونے کا اور چاندی کا میل دور کرتی ہے اور حج مقبول کے واسطے ثواب جنت ہے۔

عن بن عمرؓ قال: جاء رجل إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ مایوجب الحج قال الزاد والراحلة (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔	حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول حج کو کونسی چیز واجب کرتی ہے فرمایا توشہ اور سواری۔
عن ابن عمرؓ قال سال رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما الحاج قال الشعث التفل فقام آخر فقال یا رسول اللہ أی الحج أفضل قال العج والثج فقام آخر فقال یا رسول اللہ ماالسبیل قال زاد وراحلة (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔	حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ حاجی کی صفت کیا ہے؟ فرمایا سر غبار آلودہ پراگندہ بال پسینہ اور میل کی وجہ سے بو آتی ہو یعنی زینت کو چھوڑنے والا ہو، پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول حج میں کونسی چیزیں (حج کے ارکان کے بعد) بہت زیادہ ثواب رکھتی ہیں، فرمایا تلبیہ کہنے کے ساتھ آواز کا بلند کرنا اور قربانی یا ہدی کا خون بہانا پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول وہ راستہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں حج کی آیت میں آیا ہے من استطاع الیہ سبیلا تو سبیل سے کیا مراد ہے فرمایا توشہ اور سواری مراد ہے۔

عن أبی رزین العقیلی أنه اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ إن أبی شیخ کبیر لا یستطیع الحج ولاالعمرة ولا الظعن قال حج عن أبیک واعتمر (مشکوٰۃ شریف،ص:۲۲۲،ج:۱)۔

حضرت ابو رزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے پھر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول تحقیق میرے والد بہت بوڑھے ہیں حج وعمرہ کے لئے سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی حج وعمرہ کے افعال نہیں کرسکتے اور نہ سوار ہوکر ان کیلئے جاسکتے ہیں، فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج کرواور عمرہ کرو۔

عن أم سلمة قالت سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقول من أهلّ بحجةٍ أوعمرة من المسجد الأقصی إلی المسجد الحرام غفر لہ ماتقدم من ذنبہ وماتأخر أو وجبت لہ الجنة (مشکوٰۃ شریف،ص:۲۲۲،ج:۱)۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام بیت المقدس سے مسجد حرام تک باندھے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے ہیں اور وہ گناہ جو بعد میں کرے گا فرمایا کہ اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔

وعن ابن عباسؓ قال کان أهل الیمن

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یمن والے حج کرتے تھے اور توشہ

یحجون فلا یتزودون ویقولون نحن المتوکلون فإذا قدموا مکة سالوا الناس فأنزل اللہ تعالیٰ وتزودوا فان خیر الزاد التقوىٰ (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔	نہیں لیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں پس جب مکہ میں آتے تو لوگوں سے مانگتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ سوال کرنے کے بجائے توشہ اور پرہیز گاری اختیار کرو اس لئے کہ بہترین توشہ پرہیز گاری ہے یعنی سفر آخرت کا توشہ ہے۔
عن عائشةؓ قالت قلت یا رسول اللہ علی النساء جهاد قال نعم علیهن جهاد لاقتال فیه الحج والعمرة (مشکوٰۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا کہ عورتوں پر ایسا جہاد کہ اس میں لڑائی نہیں ہے کہ وہ حج اور عمرہ کریں۔
عن أبی أمامةؓ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة أوسلطان جائر أومرض حابس فمات ولم یحج	حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص کہ جس کو ظاہری حاجت نے سواری نے اور توشہ کے نہ ہونے نے یا ظالم بادشاہ نے یا قید کرنے والے مرض نے حج سے نہ روکا ہو پس وہ مر گیا اور

فليمت إن شاء يهوديا وإن شـــاء نــصــرانيــا (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔

اس نے حج نہ کیا پس اگر وہ چاہے کہ یہودی ہوکر مرے اور اگر چاہے نصرانی ہوکرے مرے۔

عن أبي هريرةؓ عـن الـنبـي صـلـى الـلـه عـليــه وسـلـم أنـه قال الـحـاج والـعـمار وفد الـلـه إن دعـوه أجابهم وإن استغفروه غفرلهم (مشکوۃ شریف رص:۲۲۳رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے پیغمبرﷺ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر بخشش چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشش دیتا ہے۔

عـن أبـي هـريـرةؓ قال سـمـعت رسول الله صلى الله عـليه وسلم يقول وفدالله ثلثة الغازي والحاج والمعتمر (مشکوۃ شریف رص:۲۲۲رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریمﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ اللہ کے تین مہمان ہیں، جہاد کرنے والا، حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا۔

عــن ابــن عــمــرؓ قــال: قــال رسـول الـلـه صـلـى الـلــه عليـه وسلم إذالـقيـت الـحـاج فسلم

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت تو حاجی سے ملاقات کرے یعنی جو حج کر چکے ہیں پس تو اس کو سلام کر اور اس

علیه وصافحه ومره أن يستغفر لک قبل أن يدخل بيته فإنه مغفور له
(مشکوۃ شریف رص:۲۲۳رج:۱)۔

سے مصافحہ کر اور اس سے کہہ کہ تیرے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اس لئے کہ تحقیق وہ بخشا گیا ہے۔

عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه سلم من خرج حاجا أو معتمرا أو غازيا ثم مات فی طريقه کتب الله له أجر الغازی والحاج والمعتمر (مشکوۃ شریف رص:۲۲۳رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادہ سے نکلا پھر اس کی راہ میں مر گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہاد کرنے والے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھتا ہے۔

عن بن عباسؓ قال أتى رجل النبی صلى الله عليه وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی صلى الله عليه وسلم لو کان عليها دين اکنت قاضيه قال نعم قال فاقض دين الله فهو احق بالقضاء متفق عليه(مشکوۃ شریف رص:۲۲۱رج:۱)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی اور وہ مر گئی پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا کیا تو اس کو ادا کرتا؟ کہا کہ ہاں، فرمایا پس اللہ کا دَین بھی ادا کرو پس وہ ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

خالص اللہ کیلئے حج کرو

ان تمام نصوص سے حج کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے، مگر یہ سب فضیلت اس کیلئے ہے جو خالص اللہ پاک کی رضا جوئی کیلئے حج کرے اس کے ساتھ دوسرا مقصد شامل نہ کر، حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں **و اتموا الحج و العمرۃ للہ** کہ حج اور عمرہ خالص اللہ پاک کیلئے کرو، یہاں یہ جملہ ''للہ'' بہت اہم ہے، کیونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں حج کیا کرتے تھے مگر ان کا مقصد وہاں کا اجتماع اور بازاروں کی شرکت اور ایک جشن اور خوشی ہوتی تھی اور ایک میلہ جیسے انداز ہو جاتا جس میں اطاعت الٰہی اور عبادت مولیٰ تعالیٰ اور محبت رب کا کوئی عنصر نہ ہوتا تھا بس ایک رسم اور رواج کا انداز ہوتا تھا، باری تعالیٰ شانہ نے حج کی رسمی حیثیت کو ختم فرما کر اس کی حقیقت پر زور دیا اور فرمایا اللہ کیلئے یہ سب اعمال کرو جس سے مقصود ایک فرض شرعی کی ادائیگی ہو اور حق مولیٰ جل وعلا کے احسن طریق پر ادائیگی کرنا مقصود ہو اور اس میں ایک عاشقانہ شان ہو کیونکہ حج عشق الٰہی کا مظاہرہ کرنا سکھاتا ہے اور ایک مجنونانہ انداز اور دیوانگی کی شان کی عبادت ہے اس عشق و مستی اور دیوانگی وارفتگی اور دل کی کیفیت کے ساتھ حج کرنے میں لطف آئے گا اور حج البیت سے حج رب البیت بنے گا اور جیسا بیت اللہ کا طواف کرے گا تو لگے گا کہ اپنے محبوب کا طواف کر رہا ہے اور اس کے ارد گرد چکر لگا رہا ہے اور اس محبوب کی در و دیوار کو چوم رہا ہے اس انداز سے ارکان حج اور فرائض اور تمام افعال شرعیہ کو ادا کرے کہ اللہ پاک ہی کی رضامندی مطلوب و مقصود ہو نہ اور پیش نظر ہو اسکو خالص رکھے اس عظیم الشان

عبادتِ الٰہی کو تجارت اور دیگر اغراض دنیویہ سے خراب نہ کرے اورنفقات حج خالص حلال مال سے کرے اورکوئی بات رفث ،فسوق اورجدال کی قبیل سے نہ کرے تب حج حج ہوگا، جوانوار سے منور ہوگا کیونکہ حج ایک روحانی اورنورانی سفر ہے جس میں بہت سے انبیاءؑ کے اعمال شامل ہیں اوران کی یادگارعمل ہے،اسی لئے اس میں انبیاءؑ کی برکات کاایک مجموعہ موجود ہے،مزدلفہ میں ابا آدم اوراماں حوا جمع ہوئے اور ایک دوسرے کےقریب ہوئے ،صفاپرآدم صفی اللہ بیٹھے مروہ پران کی بیوی حواہماری اماں بیٹھیں (درمختارعلی الشامی رص:۴۶۸رج:۲)۔

ایسانہ ہوکہ اتنی عظیم ترین پرانواروبرکات ماحول سے ویسے خالی ہاتھ واپس آجائیں نئی توبہ، ایمان کی نئی کیفیت انابت الی اللہ اورتوجہ حق اورطہارت قلب اور صفائی کی دولت سےمحروم ہوں،جیسی بری عادتیں حج سے پہلےتھیں ایسی بری عادتیں برے اخلاق اورغلط اعمال اب بھی ہوں پھرحج کا فائدہ تامہ نہ ہوگا بس ایک سفرضرور ہوگا فائدہ سےتو ہرگز خالی نہیں ہوگا مگرجیسا فائدہ ہوناتھاویسافائدہ نہ ہوگا۔

بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ پاک کےسامنےاعمال حج پیش ہوئےتو کہاجارہاہے کہ فلاں ہےفرمایا جارہاہےلکھ دوکہ حاجی ہےفلاں ہےلکھ دوتاجر ہے یہاں تک کہ ان کی باری آئی کہاجارہاہے کہ تاجرلکھدو، میں نےمعلوم کیا کیوں فرمایا جارہاہے کہ اپنافلاں سامان مکہ بیچنے لایاتھا۔

بعض اسلاف سےمروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیااورکہا کہ میں نے حج کاارادہ کیاہےفرمایاتیرے پاس کتنے پیسے ہیں کہنےلگادوہزاردرہم ،فرمایا کہ کیاتو نے

اس سے قبل حج نہیں کیا کہنے لگا کیا ہے، فرمایا کہ میں تجھ کو اس سے افضل عمل نہ بتا دوں، جاؤ فلاں مدیون ومقروض کا قرض ادا کر دو اور فلاں پریشان حال کی مدد کرو وہ خاموش ہو گیا فرمایا کیا ہوا کہنے لگا حج کا ہی ارادہ ہے فرمایا تم جاؤ گے اور آ جاؤ گے اور حاجی کہلاؤ گے اور بس تمہارا اس سے زیادہ اور کوئی مقصود نہیں ہے۔

ملا علی قاریؒ نے ایک رسالہ میں اس کو ذکر کیا ہے راقم السطور کہتا ہے کہ حج نفل کے سلسلہ میں ہوسکتا ہے کہ ایسا کیا ہو فرض کی ادائیگی میں ایسا کہنا درست نہیں ہے اور نہ کسی کو ایسا کہہ کر روکا جانا جائز ہوگا کیونکہ وہ تو نماز کی طرح ایک فریضہ ہے جس کو ادا کرنا ہی ہے یہاں اس کو آداب طور طریقے سمجھائے جائیں گے، کیونکہ ہر شخص سیکھنے کا محتاج ہے بلکہ پہلی بار حج تو صرف سیکھنے کا ہی کام ہے اچھا خاصا سیکھا سکھایا آدمی عین موقع پر خطاء کر جاتا ہے اور ازدحام کی کثرت اور دیگر وجوہ سے وہ حیران جیسا ہو جاتا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تین حج کئے پہلی بار بیت اللہ کو دیکھا، دوسری بار بیت اللہ اور رب البیت دونوں کو دیکھا، تیسری بار رب البیت کو دیکھا نہ بیت اللہ کو پہلے نمبر پر آدمی روحانیت میں ہوتا ہے، دوسری بار اس سے زیادہ تیسری بار اس سے زیادہ روحانیت اور عرفان باری تعالیٰ میں ترقی کرتا ہے چاہے جتنی بار حاضر ہو نیت خالص اور جذبہ صالحہ کے ساتھ اسی قدر روحانی اور عرفانی ترقی کرے گا۔

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حج میں دو حرف ہیں ''ح'' اور ''جیم'' ح سے خالق تعالیٰ کے حلم کی طرف اشارہ ہے اور جیم سے مخلوق کے جرم کی طرف اشارہ ہے ان دونوں میں ح کی تقدیم سے یہ بتانا ہے کہ حلم باری جرم مخلوق پر غالب ہے اور اللہ

پاک کی رحمت ان کے غصہ پر غالب ہے اور رحمت کا ایسا ہی کرشمہ ہے کہ انسان اپنے جرائم کرنے کے باوجود زندگی گذارتا ہے (انوار الحج ملاعلی قاری ص:۱۱۹)۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ دوسرے بزرگوں کی بہت کرامات سننے میں آتی ہیں آپ کی کرامت سننے میں نہیں آئی، فرمایا میری کرامت تو بہت بڑی ہے سنو اپنے گناہوں کا انبار لادے اپنے سر پر اٹھائے پھرتا ہوں اور پھر اللہ کی زمین پر آرام وراحت سے چلتا پھرتا ہوں اوران کی دئی ہوئی نعمتوں سے فیضیاب ہوتا ہوں اس سے بڑی کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمدہ طریقہ سے حج کرنے کی پوری کوشش کرے اور حج کا طریقہ سیکھے، مختصر یہ کہ حج کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں: احرام، جگہ، زمانہ (کذافی السراج) احرام تو ایسا ہے جیسے نماز کیلئے تکبیر تحریمہ ہے (درمختار علی الشامی ص:۴۸۰)۔

(۲) جگہ جہاں حج ہوتا ہے عرفہ اور بیت اللہ (۳) زمانہ، یہ ایام حج بالخصوص عشرہ ذی الحجہ بلکہ یوم عرفہ والنحر اخص ہیں، رکن حج دو ہیں، ایک وقوف عرفہ دوم طواف زیارت، لیکن طواف سے وقوف عرفہ زیادہ قوی ہے، فرض دونوں ہی ہیں اوراحرام ابتدائی اورانتہائی رکن ہے اس لئے بعض حضرات نے تین فرمایا کہ شامی کے حوالہ سے گذرا ہے اور واجبات پانچ ہیں: (۱) صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

اقسام حج

فائدہ: پھر حج کرنے والے حضرات چار قسم کے ہیں: صرف حج کرنے والا، یا

صرف عمرہ کرنے والا، یا دونوں کرنے والا الگ الگ یا ایک احرام کے ساتھ، اگر صرف حج کرنے والا ہوتو اصطلاح فقہاء میں مفرد بالحج ہے تو وہ صرف حج کا احرام باندھے گا اور تلبیہ میں صرف حج کا تذکرہ کرے گا، مثلاً یہ **اللھم لبیک لحج**، یا نیت کرے تلبیہ پورا پڑھے اور نیت کرے اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھے تو صرف عمرہ کا تذکرہ کرے اور یہ مفرد بالعمرہ ہے **لبیک اللھم بعمرۃ** اور ایک احرام سے حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کرنے کا ارادہ ہو اور ان دونوں کی نیت سے احرام باندھا ہو تو پہلے عمرہ کرلے پھر حج کے مناسک ادا کرے درمیان میں احرام نہ اتارا ہو یہ قارن ہے تلبیہ میں دونوں کا تذکرہ کرے یا نیت کرے یعنی پہلے عمرہ کرے اس سے فارغ ہوکر پھر مناسک حج ادا کرے یہ قارن ہے، اور ایک صورت یہ ہے کہ پہلے صرف عمرہ کرے پھر حج کرے ایام حج میں یہ متمتع ہے (کذا فی تحفۃ الفقہاء ص:۳۹۳ ر ج:۱)۔

عوام کا حج

فائدہ: صاحبِ روح البیان لکھتے ہیں کہ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ عوام کا حج یہ ہے کہ وہ بیت اللہ شریف کا ارادہ کرتے ہیں اس کی زیارت وملاقات اور خواص کا حج یہ ہے کہ رب البیت کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کے قرب ووصال کا ذوق چکھتے ہیں جیسا کہ خلیل اللہ نے فرمایا **انی ذاھب الی ربی سیھدین** پس جو اللہ پاک کا ارادہ کرے گا تو اس کو طلب کرے گا اور اس کی طرف بالکلیہ توجہ کرے گا اور اپنا مال اپنی جان اللہ پاک کی محبت میں قربان کرے گا اور ان کے علاوہ کو اپنا دشمن سمجھے گا **فانھم عدو لی الا رب العلمین** جیسا کہ ابراہیم خلیل اللہ نے کیا یہ

سب کرے حج کے ارادہ سے آئے پہلے بیت اللہ شریف کو ٹھیک ٹھاک اور اس کا طواف کیا اور حج کے اعمال قربانی اور دیگر معاملات کئے پھر لوگوں کو حج کی دعوت دی اور خدا کی طرف سے اس کیلئے اعلان کیا اور مناسک حج کی ترتیب قائم کی۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ رہ قلب معرفت رب کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نہ ہر نفس خدمت رب کے لائق ہے اور نہ ہر عمدہ مال خزانہ رب کے قابل ہے لہذا اے بندۂ مؤمن تو اپنا مال درست کرنے میں جلدی کر اور اپنے مال کی سخاوت کر اگر اپنے مال کی سخاوت نہ کر سکے تو اپنے نفس کی سخاوت کر اگر دونوں کی سخاوت کر سکتا ہو تو دونوں کی سخاوت کر، کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ابراہیمؑ نے اپنا مال مہمانوں پر خرچ کرنا اور خود اپنے آپ کو آگ کیلئے تیار کیا تب جا کر اللہ پاک نے ان کے لئے خلت کا اعلان کیا **و اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا** اور اپنی اولاد کی قربانی کیلئے تیار ہو گئے اور منی لے گئے اور پوری قوت وطاقت صرف فرما دی اللہ پاک کا حکم پورا کرنے کیلئے یہاں تک کہ باری تعالیٰ نے فرمایا **و ناديناه ان يا ابرهيم قد صدقت الرؤيا** تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور یہ بہت بڑی آزمائش تھی **ان هذا لهو البلاء المبين** جس میں آپ کامیاب ثابت ہوئے الغرض اپنا مال جان اولاد سب کچھ قربان کیا۔

ایک دیوانہ کا حج

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ جا رہا تھا راستہ میں ایک نوجوان کو دیکھا رات کا وقت تھا اس نے آسمان کی جانب بلند آواز کر کے کہا اے وہ ذات جس کو طاعات اور عبادات سے خوشی ہوتی ہے لیکن بندوں کے معاصی سے کوئی نقصان نہیں

ہوتا میرے گناہ معاف فرما، جب لوگوں نے احرام باندھا اورتلبیہ پڑھا وہ خاموش رہا میں نے اس سے کہا تو تلبیہ کیوں نہیں پڑھتا ہے کہنے لگا اے شیخ تلبیہ گناہوں کے ساتھ کیا نفع دے گا اس قدر گناہ گذشتہ دور میں ہو چکے ہیں مجھے خوف ہے کہ اگر تلبیہ پڑھوں اور جواب آئے **لالبیک ولا سعدیک** اور کہا جائے ہم نہیں سنتے تیرے کلامکو تجھے ہم نہیں دیکھتے کیا کروں گا، پھر میں نے اس کو منی میں دیکھا اور وہ دعا کررہا تھا اے اللہ میرے گناہ معاف فرما تمام لوگوں نے اپنے جانور قربان کرلئے اور سب کے پاس اپنی اپنی قربانیاں بھیجدیں میرے پاس سوائے اپنی جان کے تیرے پاس بھیجنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے اسی کوقبول فرما پھر اس نے ایک چیخ ماری اور مرگیا، معلوم ہوا کوئی اللہ کا دیوانہ تھا (روح البیان/ص:۳۱۳/ج:۱)۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ وَاِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡهَا حِیۡنَ یُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَكُمۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهَا وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ۝ (سورۂ مائدہ آیت:۱۰۱)۔

اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانۂ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کردی جائیں سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردئے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔

فائدہ: حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ گذشتہ دورکوع کا حاصل احکام الٰہیہ میں غلو اور تساہل دونوں سے روکنا تھا، یعنی طیبات خدا تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو

اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ اور جو چیزیں خبیث اور حرام ہیں خواہ دائمی طور پر یا خاص احوال واوقات میں ان سے پوری طرح اجتناب کرو، ان آیات میں تنبیہ فرمادی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحا بیان نہیں کی ان سے متعلق فضول سوالات نہ کرو جس طرح تحلیل وتحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے اسی طرح ان کا سکوت بھی رحمت وسہولت ہے، خدا تعالیٰ نے جس کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کردیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس سے سکوت اختیار کیا اس میں گنجائش وتوسیع ہے، مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا عمل کرنے والا اس فعل وترک میں آزاد ہے ممکن ہے تمہارے سوالات کے جواب میں ایسے احکام نازل ہوجائیں کہ تمہاری یہ آزادی اور گنجائش اجتہاد کی باقی نہ رہے پھر سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کرلی ہے اس کو نبھا نہ سکیں، سنۃ اللہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملہ میں بکثرت سوالات اور کھود وکرید کی جاتی ہے تو اللہ پاک کی طرف سے سختی برتی جاتی ہے جیسے بنی اسرائیل کے قصہ ذبح بقرہ میں ہوا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ حج کے تعلق سے بیان فرما رہے تھے ایک صاحب نے پوچھا کہ حج ہر سال فرض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب وفرض ہوجاتا پھر تم اس کو ادا نہ کرسکتے جس چیز میں تم کو آزاد چھوڑ دیں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو تم سے پہلے والے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء پر بکثرت سوالات کئے اور ان سے اختلاف کیا جب

میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو مان لو اور منع کروں تو باز رہو (روح البیان رص:۴۴۹رج:۲)۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی ،تفسیر بغوی رص:۶۹ر میں فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک بار لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ سوالات کئے آپ ﷺ کچھ ناراض ہو گئے اور منبر پر تشریف لائے اور ناراضگی میں فرمایا کہ آج جو بھی تم مجھ سے سوال کرو میں ضرور اس کا جواب دوں گا ، لوگ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کو محسوس کرنے لگے اور ہر شخص اپنے سر پر کپڑا ڈالے رو رہا تھا ایک شخص نے جس کو لوگ اس کے باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کرکے بلایا کرتے تھے جو اس کو بہت برا لگتا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کون ہیں فرمایا حذافہ (بخاری رص:۶۶۵رج:۲)۔

پھر حضرت عمرؓ اٹھے اور کہا **رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا نعوذ باللہ من الفتن** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج جیسا کہ خیر وشر میں میں نے کوئی بھی دن نہیں دیکھا جنت جہنم کی تصویریں میرے سامنے آگئیں اس قدر قریب گویا اس دیوار کے پیچھے ہوں ،حضرت قتادہ قدس سرہ اس حدیث کو بیان فرماتے تو ضرور یہ آیت پڑھتے تھے: **یا یھا الذین اٰمنوا لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** الایہ۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بطور استہزاء اور مذاق سوالات کرتے تھے کوئی کہتا میرا باپ کون ہے کوئی

کہتا میری اونٹنی گم ہوگئی وہ کہاں ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بخاری ص: ۶۶۵ ج: ۲)۔

اور حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب ایک شخص نے حج کے بارے میں سوال کیا حج ہر سال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بغوی ص: ۷۰ ج: ۲)۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل اسی لئے تباہ و ہلاک ہوئے کہ سوالات کئے اور پھر نہ مانا، یہی حال قومِ ثمود کا ہوا، یہی حال قوم عیسیٰ کا ہوا مائدہ کا سوال کیا پھر ناقدری کی، اس آیت کے نزول کے بعد حضرات صحابہؓ نے بہت کم سوالات کئے، قرآن کریم میں یسئلونک کہہ کر جو سوالات مذکور ہیں ان کی تعداد تقریباً ۱۷ ہے یہ ان کی احتیاط کا معاملہ تھا بلکہ اس انتظار میں رہا کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آجائے اور کچھ سوال کرے اور کچھ پتہ چل جائے۔

بعض احادیث شریفہ میں بھی کثرت سوالات کی مخالفت ہے ان آیات واحادیث میں اس وقت بے جا سوالات کی ممانعت فرمائی گئی ہے جب کہ ایسا خطرہ تھا کہ کوئی چیز سوال کی وجہ سے حرام ہو جائے یعنی رسول اللہ ﷺ کے وقت میں نزول قرآن کریم کے زمانہ میں آپ ﷺ کے بعد ضرورت کے وقت احکام شرعیہ جاننے کیلئے علماء کرام مفتیان عظام سے سوالات کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ حکم ہے اللہ پاک نے فرمایا **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** کہ علماء سے پوچھو اگر تم کو معلوم نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سی پریشانیوں کا حل سوال ہے **انما شفاء العی السوال** بلکہ بہترین انداز کے سوال کو علماء نے نصف علم فرمایا ہے۔

صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ ابوثعلبہ نے کہا کہ اللہ پاک نے کچھ فرائض

مقرر فرمائے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور کچھ چیزوں سے منع کیا ہے ان کی حرمت پامال نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو معاف کیا ہے ان کی تحقیق وکرید میں مت پڑو۔

لطیفہ: ایک شخص امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں آتا تھا اور دیر دیر تک خاموش رہتا تھا ایک بار حضرت امامؒ نے اس سے فرمایا کہ تم بات نہیں کرتے اور نہ کچھ پوچھتے ہو، کہنے لگا مجھے بتائیں کہ صائم کو کب افطار کرنا چاہئے، فرمایا جب غروب شمس ہو جائے کہنے لگا کہ اگر سورج آدھی شب تک غروب ہی نہ ہو، حضرت امام بہت ہنسے اور ایک شعر پڑھا ''جس کا حاصل یہ تھا کہ بے وقوف آدمی کیلئے سکوت ہی مناسب ہے'' ان دونوں آیتوں میں اشارہ ہے کہ اہل ایمان کو علوم دینیہ اور حقائق اشیاء صرف سوال وجواب کیلئے نہ سیکھنے چاہئیں بلکہ اپنانے اور عمل کرنے کیلئے سیکھنے چاہئیں (روح البیان رص:۴۵۰رج:۲)۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! اپنی فکر کرو
عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ	جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی	رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں
اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا	اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے وہ تم
فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo	سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب
(سورۂ مائدہ آیت:۱۰۵)۔	کیا کرتے تھے۔

فائدہ: یعنی اگر کفار رسوم شرکیہ اور اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید کے باوجود اس قدر نصیحت اور سمجھانے سے باز نہیں آتے ہیں تو تم لوگ زیادہ اس غم میں مت پڑو اور حسرت نہ کرو جیسا مروی ہے کہ حضرات صحابہ کفار کے ایمان نہ لانے پر بہت غم وافسوس کرتے تھے اور ان کے ایمان وہدایت کی تمنائیں کرتے تھے (روح البیان رص:۴۵۳ رج:۲)۔

کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر ہو اور صراط مستقیم پر گامزن ہو اور وہ ایمان وتقویٰ ہے خود برائی سے رکے اور دوسروں کو روکنے کی ممکن بھر کوشش کرے اس کے باوجود لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہے اس آیت سے یہ سمجھنا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ترک کی رخصت ہے حالانکہ استطاعت ہو اور قدرت ہو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ فرمایا کہ جب تم ہدایت پر آجاؤ اور ہدایت پر آنے میں یہ بھی داخل ہے کہ منکر پر نکیر کی جائے جہاں تک استطاعت ہو، حدیث شریف میں ہے جو تم سے منکر دیکھے اگر موقع ہو ان سے اس کا علاج کرے جب کہ ہاتھ سے اصلاح کرسکتا ہو اگر ہاتھ سے اس کی اصلاح کرنے کی ہمت وطاقت نہ ہو تو زبان سے اس پر نکیر کرے اور اگر زبان سے نکیر کرنے کی ہمت نہ ہو تو قلب سے اس کی اصلاح کی فکر کرے اور اس تدبیر میں لگ جائے کہ کیسے اس کی اصلاح کرنی ہے۔

ایک دن حضرت صدیق اکبرؓ نے منبر پر یہ آیت پڑھی اور فرمایا اے لوگو تم جو یہ آیت پڑھتے ہو **یایھا الذین اٰمنوا لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم** کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کا غلط مطلب سمجھو اور مغالطہ میں رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ لوگ جب منکر کو دیکھیں گے اور اس پر نکیر نہ کریں گے تو اللہ پاک سب کو اپنے

عذاب میں گرفتار کرلیں گے، لہذا امر بالمعروف کرو اور منکر سے روکو اور اس سے دھوکہ میں نہ پڑو کہ بس میرے لئے اپنی اصلاح کافی ہے امر بالمعروف کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو ورنہ اللہ پاک تم پر اشرار لوگوں کو مسلط کریں گے جو تم کو بڑا عذاب چکھائیں گے پھر تم دعائیں کرو گے وہ قبول نہ ہوں گی۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جب لوگ ظالم کو اس کے ظلم سے نہیں روکیں گے تو اللہ پاک ان کو عام عذاب دیں گے۔

حضرت ثعلبہ خشنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق ایک عالم سے پوچھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو یہاں تک کہ تم دیکھو بخل اور حرص کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور خواہشات باطلہ کے تابعدار ہو چکے ہیں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر خوش اور مغرور ہے اس وقت خاص اپنے آپ کو سنبھالنے کا وقت ہے نہ کہ عوام کو اس کے بعد ایسے دن آئیں گے کہ انہیں دین پر قائم رہنا آگ کے انگارہ کو ہاتھ میں لینا جیسا ہوگا ان ایام میں دین پر عمل کرنے والے کیلئے ۵۰/افراد کے برابر ثواب ہوگا، میں نے پوچھا پچاس افراد ان میں سے، فرمایا نہیں بلکہ تم لوگوں میں سے (ترمذی/ص:۱۳۶/ج:۲)۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر ایسا فرض ہے جو صرف اس سے عاجز ہونے پر ہی ساقط ہوتا ہے اور یہ اشخاص، احوال، اوقات کے اعتبار سے ضروری ہوتا ہے کہ کس کو کس موقع اور کیسے نصیحت کرنی ہے، لہذا عاقل انسان پر اس موقع اور محل اور وقت کا لحاظ بھی ضروری ہے (روح البیان/ص:۴۵۳/ج:۲)۔

عالمگیری رص:۳۵۳رج:۵رمیں ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر طاقت کے ساتھ کرنا ہاتھ وغیرہ سے یہ امراء اور سلاطین کی ذمہ داری ہے زبان سے کرنا علماء کرام کی اور قلب سے عوام الناس کی ذمہ داری ہے اور لکھا ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر کیلئے پانچ اشیاء شرط ہیں (۱) علم کیونکہ جاہل امر بالمعروف نہی عن المنکر صحیح طور پر نہیں کرسکتا ہے (۲) اس سے مقصود رضاء الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ ہو (۳) اس کو کہہ رہا ہے اس پر شفقت کرتا ہو نرمی ولطف کے ساتھ کہے ذلیل کرنے کیلئے نہ کہے (۴) صبر وتحمل کرنا کیونکہ بعض دفعہ جس کو کہہ رہا ہے اس کی جانب سے تکلیف دہ بات بھی ہوسکتی ہے (۵) اس بات پر خود عامل ہو ورنہ اللہ پاک کے ارشاد لم تقولون مالا تفعلون تم ایسی بات دوسروں کو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے ،اس کا مصداق نہ بن جائے اور عوام الناس میں کسی عامی شخص کیلئے عالم، قاضی، مفتی کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اس کو نصیحت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ بے ادبی ہے ہوسکتا ہے کہ اس کی کچھ مجبوری ہو جو اس عامی شخص کو معلوم نہ ہو۔

یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! تمہارے آپس
شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَاحَضَرَ	میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ	میں سے کسی کو موت آنے لگے جب
الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَاعَدْلٍ	وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے
مِّنْكُمْ اَوْاٰخَرَانِ مِنْ غَیْرِكُمْ	ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا
اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ	غیر قوم کے دو شخص ہوں اور اگر تم کہیں

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ م بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَانَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَO (سورۂ مائدہ آیت:۱۰۶)۔

سفر میں گئے ہوں پھر واقعہ موت کا پڑ جائے اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگر چہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گنہگار رہوں گے (بیان القرآن)۔

فائدہ: ان آیات میں وصیت کا عمدہ طریقہ تلقین فرمایا گیا ہے یعنی مسلمان اگر مرتے وقت کسی کو اپنا مال وغیرہ حوالہ کرے تو بہتر یہ ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالیں اگر مسلمان دو گواہ نہ ملیں جیسے سفر وغیرہ میں اتفاق ہو جاتا ہے تو دو کافر شخصوں کو ہی وصی بنالے پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑ جائے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپا لیا ہے اور وارث لوگ دعوی کر دیں مگر دعویٰ کے ساتھ ان کے پاس دو گواہ موجود نہ ہوں تو وہ دونوں شخص جن کو مال حوالہ کیا گیا ہے قسم کھائیں کہ ہم نے اس میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا ہے اور جھوٹ نہیں بول رہے ہیں اگر ایسا کریں تو گنہگار رہوں گے۔

امام بغوی رص:۳۷/رج:۲/ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت پاک کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ تمیم بن اوس داری اور عدی بن زید مدینہ طیبہ سے ملک شام بغرض تجارت نکلے اس وقت تک وہ دونوں نصرانی تھے ان کے ساتھ جدیل بن ابی مریم بنو سہم کے آزاد کردہ غلام بھی تھے جو مسلمان تھے جب یہ سب لوگ ملک شام آگئے

اتفاق یہ ہوا کہ جدیل بیمار ہو گئے اورانہوں نے یہ سمجھداری کی کہ ایک پرچہ جس میں ان کے سامان کی مکمل فہرست تھی لکھ کر ایک ایسی جگہ سامان میں رکھ دیا کہ ان کے ساتھیوں کو خبر نہ ہو چونکہ ان کو اپنے بارے میں موت کا خوف ہو گیا تھا، جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں تمیم داری اور عدی کو وصیت کی کہ ان کا سامان مدینہ لوٹنے پر ان کے وارثوں کو پہنچادیں پھر کچھ وقت کے بعد جدیل کا انتقال ہو گیا ان دونوں نے ان کا سامان خوب اچھی طرح دیکھا اوراس میں سے ایک قیمتی چاندی کا پیالہ جس پر سونے کا کام ہوا تھا تقریباً تین سو مثقال چاندی کا نکالا اوراس کے بارے میں ان دونوں کی نیت خراب ہو گئی اوراس کو غائب کر دیا پھر اپنا مقصد پورا کر کے جب مدینہ لوٹے سارا سامان ان کے وارثوں کے حوالہ کر دیا سوائے اس پیالہ کے جس کو چھپایا تھا ان کے مال میں سب سے قیمتی چیز تھی اور تجارت کا محور تھا کہ اس کو اچھی قیمت سے بیچ کر فائدہ اٹھایا جائے گا مگر وہ بیمار انتقال کر گئے تھے (کذافی روایۃ الترمذی رص:۱۳۶ روِمعہ جام من فضۃٍ)۔

یرید به الملک وهو عظم تجارته فمرض فاوصی الیهما وارثوں کے سامان میں ایک پرچہ ملا جس میں سب سامان کی فہرست تھی سب کچھ ٹھیک تھا مگر وہ چاندی کا قیمتی پیالہ غائب تھا وہ لوگ تمیم اورعدی کے پاس آئے اور پوچھا کیا جدیل نے اس میں سے کچھ مال فروخت تو نہیں کیا تھا انہوں نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہے یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچہ ہوا ہوان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا، آخر کار معاملہ نبی پاک ﷺ کی عدالت عالیہ میں پیش ہوا چونکہ وارثین کے پاس گواہ نہ تھے تو ان

دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ کوئی چیز اسکی چھپائی آخران کی قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے گلہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا جب سوال ہوا کہنے لگے کہ ہم نے میت سے یہ پیالہ خریدا تھا چونکہ خریداری پر کوئی گواہ نہ تھا اس لئے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا مبادا ہماری تکذیب کردی جائے میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں مرافعہ کیا اور اپنا قضیہ پیش کیا اب پہلی صورت کے برعکس وہ دونوں (تمیم اور عدی) نصرانی خریداری کے مدعی تھے اور میت کے وارثین منکر تھے گواہی موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں کے دو شخصوں نے جو میت کے قریب تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور ان دونوں شخصوں نے جو قسم کھائی ہے وہ جھوٹی ہے، چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا ایک ہزار درہم وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ وصی لوگ جھوٹی قسم کھالیں تو ان کے جھوٹ پر دلائل کے ساتھ واقعیت حاصل ہو جائے تو وارثین کے متعلقین قسم کھائیں کہ انہوں نے غلط قسم کھا کر ہماری چیز رکھدی تھی اور یہ ثبوت موجود ہے۔

چنانچہ جب آیت نازل ہوئی جس میں وارثین کے متعلقین کو قسم کھانے کے بارے میں کہا گیا تو وارثین میں عمرو بن العاص سہمی مطلب بن وداعہ سہمی نے قسم کھائی نمازِ عصر کے بعد اور ان کے حق میں فیصلہ ہوا بعد میں حضرت تمیم کو اللہ پاک نے اسلام کی توفیق دی اور پکے سچے مؤمن بن گئے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اور ان کے رسول برحق ہیں

میں نے اور میرے ساتھی نے اس کو بیچا تھا اور آدھی آدھی قیمت آپس میں تقسیم کر لی تھی میں اللہ پاک سے توبہ واستغفار کرتا ہوں اور انہوں نے میت رشتہ داروں کو صاف صاف بتلا دیا اور قیمت جوان کے پاس تھی ادا کر دی اور دوسرے ساتھی نے ۵۰۰/درہم جوان کے پاس تھے ادا کر دئے۔

ترمذی شریف کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تمیم داریؓ نے اسلام لانے کے بعد خدا کے خوف سے خود ہی یہ سارا میت کے متعلقین کو بتایا اور رقومات بھی دیدی تھیں (ترمذی شریف/ص:۱۳۶/ج:۲)۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ० وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ० (سورۂ انفال آیت:۱۵،۱۶)۔	اے ایمان والو! جب تم کافروں سے روبرو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقعہ پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنٰی ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں ایمان کو یہ بتایا جا رہا ہے اگر کفار سے مقابلہ ہو جائے وہ ایک اچھی تعداد میں جمع ہو جائیں تو تم بھی اچھی خاصی تعداد میں جمع ہو کر مقابلہ کرو مقابلہ کے میدان سے بھاگنا اور لڑائی کے موقعہ سے الگ ہو جانا بہت سخت گناہ ہے بلکہ

اکبرالکبائر میں سے ایک ہے، اگر کفار تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے ہوں اسوقت تک فقہاء کرام نے پیٹھ پھرانے کی اجازت نہیں دی مگر یہ پسپائی اور پیچھے ہٹ جانا کسی جنگی مصلحت سے ہو کہ پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کا ارادہ ہو دشمن سے چال کر رہا ہو کہ وہ یہ سمجھے یہ پیچھے ہٹ گیا ہے مگر یہ دوبارہ سے حملہ کا پروگرام تیار کر رہا ہو کہ بعض دفعہ یہ پینترابازی زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے اوراس طرح کی تدبیر اپنانا جنگ کے اصولوں میں سے ہے، اسی کو حدیث شریف میں فرمایا گیا **الحرب خدعة** کہ جنگ دھوکہ دینے کا نام ہے، ہٹنا پھر پلٹنا اور جھپٹنا مجاہدین کا ایک طریقہ ہے یا اس وجہ سے پیچھے ہٹ جائے تاکہ اپنے مرکز سے مل کر دوبارہ حملہ کرے، کبھی کوئی فوجی یا جماعت یہ بھی کرتی ہے ان کا منشا راہ فرار اختیار کرنا نہیں ہوتا بلکہ ایک نئی قوت وطاقت اور جماعت کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے اس کی اجازت ہے جو فرد یا جماعت اس نیت وجذبہ کے علاوہ بزدلی کی وجہ سے راہ فرار اختیار کرے اس کیلئے آیت پاک میں سخت وعید آئی ہے کہ وہ اللہ پاک کے غضب کے ساتھ لوٹے گا اوراس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ان کیلئے میدان جنگ سے ہٹ جانا جائز نہ تھا کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ ساتھ تھے ان کا مرکز رسول اللہ ﷺ کی ذات خود وہاں موجود تھی اگر وہ راہ فرار اختیار کرتے تو کہاں کرتے اور گناہ کبیرہ ہوتا یزید بن حبیب فرماتے ہیں کہ میدان بدر میں بھاگنے والوں کے لئے سخت عذاب تھا جس کا ذکر ہوا اور جمنے والے حضرات کیلئے بشارت بھی بہت بڑی تھی، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے میدان بدر میں جمنے والوں کیلئے جنت کو

واجب قرار دیا ہے اور اعلان کر دیا گیا اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم کہ تم جو چاہے کرو میں نے تم کو معاف کر دیا (رواہ البخاری)۔

فضائل بدریین

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا	اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو
اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا	اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے
تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ o	سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا	ہو اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو
سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ o	دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ
(سورۂ انفال آیت: ۲۰، ۲۱)۔	وہ سنتے سناتے کچھ نہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ پاک ایمان والوں کے ساتھ ہیں اب ایمان والوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ ان کا معاملہ اللہ اور ان کے رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے جس سے وہ خدائے پاک کی نصرت وحمایت کے مستحق ہوسکیں سو بتلا دیا کہ ایک مؤمن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار ہو احوال اور حوادث خواہ کتنا ہی اس کا رخ پھیرنا چاہیں مگر وہ خدائے پاک کی باتوں کو سن چکا اور مان چکا ہے تو قولاً وفعلاً کسی حال میں ان سے منہ نہ پھیرے اور مشرکین اور منافقین کی طرح ہرگز ہرگز نہ بنے کہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ سنتے اور مانتے نہیں ہیں سننا تو اس کا نام ہے کہ مان جائے یہ نافرمان لوگ جانوروں سے بدتر ہیں۔

عن معاذبن رفاعة بن رافع الزرقیؓ عن أبیه وکان أبوه من أهل بدر قال جاء جبرئیل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ماتعدون أهل بدر فیکم قال من أفضل المسلمین أو کلمة نحوها قال وکذلک من شهد بدرامن الملائکة (بخاری شریف،ص:۵٦۹،ج:۲)۔

حضرت معاذ ابن رفاعہ ابن رافع زرقی اپنے والدرفاعہ سے جو بدر میں شریک تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر دریافت کیا کہ آپ بدر والوں کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل یا ایسا ہی کوئی دوسرا کلمہ فرمایا، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

عن جابرؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لن یدخل النار رجل شهد بدرا والحدیبیة (سبل الہدی والرشاد،ص:۸۸،ج:۷)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہنم میں ہرگز وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی۔

عن أنسؓ قال أصیب حارثة یوم بدر وهو غلام فجاء ت أمه إلی

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حارثہ ابن سراقہ بدر کے دن شہید ہوئے وہ لڑکے تھے ان کی والدہ

النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یارسول الله قد عرفت منزلة حارثة منی فان یک فی الجنة أصبرُ وأحتسب وإن تک الاخری تری ما أصنع فقال ویحک أو هبلت اوجنة واحدة هی أنها جنان کثیرة وأنه فی جنة الفردوس (بخاری/ص:٥٦٧/ج:٢)۔

حضرت انسؓ کی پھوپی حضورﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ حارثہ سے مجھ کو کیسی محبت تھی اب اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید کروں اور اگر کسی برے حال میں ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ میں کیسا ہی رو رہی ہوں حضورﷺ نے فرمایا افسوس کیا تو دیوانی ہوگئی ہے اور کیا اللہ کی ایک ہی جنت سمجھی ہے جنتیں بہت سی ہیں اور تیرا بیٹا حارثہ تو جنت الفردوس میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے سامنے جمع ہونا ہے اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں

مِنكُمْ خَآصَّةً وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (سورۂ انفال آیت:۲۴،۲۵)۔

پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: یعنی اللہ اور رسول کی جانب سے تم کو جس کام کی دعوت دی جائے اس میں تمہارے لئے عزت واطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا ورسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں جس وقت بلائیں اور جدھر بلائیں سب کام واشتغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں دیر نہ کریں شاید تھوڑی دیر کے بعد دل ایسا نہ رہے اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں رہتا بلکہ دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھرادیں اللہ پاک ابتداً اپنی رحمت کا کسی کا دل نہیں روکتے جب انسان سستی وکاہلی کرتا ہے تو ہدایت اور حق سے ہٹا دیا جاتا ہے، خدا کی پناہ۔

امام بغویؒ نے سدی مفسرؒ سے نقل کیا ہے: لما یحییکم کی تفسیر میں کہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (سورۂ انفال آیت:۲۷،۲۸)۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابلِ حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم جانتے ہو اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: مذکورہ بالا آیات میں رب العزت والجلال نے فرمایا کہ ایمان والا اللہ اوران کے رسول کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔

خیانت کی اقسام

جاننا چاہئے کہ خیانت کی چند قسمیں ہیں جس طرح امانت کی اقسام ہیں:
فرائض وسنن اوراحکام الٰہی یہ اللہ پاک کی امانت ہیں جن پراللہ پاک نے اپنے بندوں کوامین بنایا ہے تا کہ وہ ان کی ادائیگی پران کے اوقات کے اندران کی حدود وقیود کی رعایت کے ساتھ محافظت کریں لہذا جوشخص ان کو ضائع کرے گا وہ خائن ہوگا اللہ پاک کے ساتھ، خودانسان کا وجوداس کی حیات، اس کے اعضاء اس کے قُوٰی اللہ پاک کی امانات ہیں اس کے اہل وعیال اولاد اموال لوگوں کے اموال، خدام عہدے، ذمہ داریاں، سلطنت، وزارت، امارت، قضاء درس وتدریس، انتظام، مساجد ومدارس سب امانتیں ہیں اللہ پاک کی ان میں غلط تصرفات کرنا ان کی خیانت ہے یہ آیت سب کوشامل ہے (روح البیان ص:۳۳۶ رج:۳)۔

خدا اوراس کے رسول کی خیانت یہ ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے زبان سے اپنے آپ کومسلمان کہیں اورکام کفار جیسے کریں یعنی حقوق اللہ اورحقوق العباد میں خیانت کرنے سے سخت احتیاط برتو یہ ایمان کا تقاضہ ہے اسی کوحدیث پاک میں فرمایا گیا **الإيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له** (رواہ البیہقی ص:۱۵ رج:۱)۔

یعنی اس کا ایمان مکمل نہیں جس کے اندر امانت داری نہیں اورامانت داری کا تعلق خودانسان کے اپنے نفس، مال، اہل خانہ سے ہے اورجس کے اندرعہد یعنی اپنے

قول وقرار وعدہ ومیثاق پر جملہ معاملات کے بارے میں لحاظ اور پاس داری نہ ہو اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا اسی دور میں بہت سے لوگوں کا حال ہے کہ خود وعدہ، قول وقرار بلکہ تحریری طور پر کئے گئے وعدہ کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو اس حدیث پاک کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے بلکہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم کوئی وعظ اور خطاب رسول پاک ﷺ کا ایسا ہوا ہوگا جس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ امانت کی پاس داری اور عہد کا لحاظ رکھنا اور اس کو پورا کرنا کس قدر اہم ہے اللہ اور ان کے رسول کی نظر میں۔

بغوی رص: ۲۴۲ رج: ۲ ر پر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کے تعلق سے نازل ہوئی، ہوا یہ تھا کہ یہود بنو قریظہ کی غداری کی بنا پر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا محاصرہ فرمایا اور محاصرہ اکیس روز جاری رہا آخر کار انہوں نے صلح کی درخواست کی اور اس بات کی کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو بنو نضیر کے یہودیوں کے ساتھ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو یہ حق دیتا ہوں کہ تم سعد بن معاذ کو حکم بنالو وہ جو فیصلہ کریں اس کو منظور کرو اس پر انہوں نے حضرت ابولبابہ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم سعد کو حکم بنانا منظور کریں یا نہ کریں انہوں نے اپنے حلق سے اشارہ کرکے بتایا کہ اگر ایسا کیا تو ذبح کردئے جاؤگے ابولبابہ اشارہ تو کرگذرے مگر فوراً تنبہ ہوا کہ اللہ اور ان کے رسول کے ساتھ خیانت ہوگئی واپس آکر انہوں نے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا کہ حیات دینے والی

شئے ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ جیسا ہے اللہ پاک ایمان دیکراس کو زندہ کر دیتے ہیں اورحضرت قتادہؒ نے فرمایا حیات دینے والی شئے قرآن کریم ہے جس کے ذریعہ نجات دارین وابستہ ہے امام مجاہدؒ نے فرمایا حق مراد ہے جو ضلالت کی ضد ہے محمد بن اسحاقؒ نے فرمایا جہاد مراد ہے اس کے ذریعہ مسلمانوں کی عزت وابستہ ہے ترک میں ذلت ہے قتیبی نے فرمایا شہادت فی سبیل مراد ہے، اللہ پاک نے شہداء کے بارے میں فرمایا کہ وہ زندہ ہیں ان کو منجانب اللہ رزق ملتا ہے نیز روایات میں ہے کہ ایک بار حضرت ابی بن کعب کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گذرے وہ نماز پڑھ رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا انہوں نے نماز پوری کی اور آئے جس میں کچھ دیر ہوگئی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ فوراً کیوں نہیں آئے بلائے جانے کے باوجود عرض کیا نماز میں تھا فرمایا نہیں دیکھتے کہ اللہ پاک نے فرمایا **یایھا الذین اٰمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لمایحییکم** عرض کیا اب سے ایسا ہی کیا کروں گا جب بھی آپ یاد فرمائیں گے فوراً حاضر ہو جاؤں گا چاہے نماز میں ہی کیوں نہ ہوں (بغوی رص:۲۴۱)۔

اور یہ بھی فرمایا کہ کیا تم کو ایسی سورت نہ سکھاؤں کہ اس جیسی سورت نہ خود قرآن میں اتری اور نہ دوسری کتابوں میں، مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے، پھر ہاتھ پکڑ کر گھومتے رہے جب مسجد سے نکلے تو اس سورت کے سلسلہ میں یاد دلایا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا تو فرمایا وہ سورۂ فاتحہ ہے وہ سبع مثانی ہے یعنی سات آیات والی پڑھی جانے والی سورت۔

اور آیت میں جو یہ فرمایا **ان الله یحول بین المرء وقلبه** اللہ پاک

انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر وبیشتر یہ دعا پڑھتے رہتے تھے **یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے جو آپ اللہ پاک کی طرف سے لیکر آئے ہیں کیا پھر بھی ہم پر کوئی خطرہ ہے جو یہ دعا پڑھتے ہیں کہ اے اللہ جو میرے قلوب کے بدلنے والے ہیں (مالک ہیں) میرے قلب کو دین پر ثابت رکھ جب اپنے متعلق پڑھتے ہیں تو اسی سے صحابہ کرامؓ نے سمجھ لیا کہ ہمارا کیا حال ہوگا اس لئے یہ عرض کیا فرمایا کہ جی ہاں تمام انسانوں کے قلوب اللہ پاک کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح چاہے پلٹ دیں (بغوی رص:۲۴۱رج:۲)۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ کسی داعی کی پکار پر نماز کو توڑنا کیسا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا دوسرے کی پکار پر فوراً نماز توڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز توڑنا اس کو باطل کرنا ہے اور یہ ممنوع و ناجائز ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ مصلی کیلئے نماز کا توڑنا کسی کی پکار پر اس وقت جائز ہے جبکہ اس معاملہ میں تاخیر کا موقعہ نہ ہو تاخیر کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہو جیسا کہ کسی کے اوپر چھت گرے گی، یا چھت کے اوپر سے گرنے کا اندیشہ ہو یا آگ میں گرنے کا یا پانی میں ڈوبنے کا اور وہ پکارے یا کسی نابینا کے گڑھے میں گر جانے کا خطرہ ہو اور وہ پکارے اگرچہ نماز فرض ہی کیوں نہ ہو (کما فی غنیۃ الفتاویٰ) اور نفل نماز میں ماں کی پکار پر لبیک کہنا اور جانا چاہئے نہ کہ باپ کی آواز پر بلکہ نماز پوری کرکے جائے کیوں کہ ماں کا حق زیادہ ہے باپ کے حق سے اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے، یعنی ان کے

سامنے تواضع سے پیش آنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے (روح البیان ص:۲۳۲،ج:۳)۔

تقویٰ کی برکت

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى	اور اگر ان بستیوں کے رہنے
اٰمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ	والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ	تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا	دیتے لیکن انہوں نے تو تکذیب کی تو
فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا	ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو
يَكْسِبُوْنَ ○ (سورۂ اعراف آیت:۹۶)۔	پکڑ لیا (بیان القرآن)۔

فائدہ: اللہ پاک نے ان آیات سے پہلے کفار ومشرکین کے ہلاک وتباہ کرنے کو بیان فرمایا جب انہوں نے انبیاء ومرسلین کی تکذیب کی اوران کے ساتھ گستاخانہ رویہ اپنایا تباہ کردئے گئے ،اب ان آیات میں یہ فرماتے ہیں کہ ہم کو ان بندوں سے کوئی ضد نہ تھی اگر وہ لوگ ایمان اورتقویٰ اختیار کرتے تو آسمانوں اورزمین کی برکات سے مالا مال کردئے جاتے اورعذاب میں گرفتار نہ ہوتے ،یعنی تقویٰ کی برکت سے آسمانی اورزمینی نعمتوں کے دروازے ان پر کھل جاتے اورمزے کرتے۔

چست تقویٰ ترک شبہات وحرام   ازلباس،ازطعام وازشراب

زبردست نصیحت

فائد: اللہ پاک نے اپنے ایک محبوب پیغمبر حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی

اے موسیٰ پانچ باتیں یادرکھو جو دین کی بنیاد ہیں (۱) جہاں تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ میرا ملک ختم ہونے والا ہے میری اطاعت ترک مت کرو (۲) جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ میرے خزانے ختم ہونے والے ہیں رزق کی فکر نہ کرو (۳) جہاں تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تمہارا دشمن شیطان مرگیا ہے میری مناجات اوراس کے ساتھ جنگ سے غافل نہ ہو (۴) جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے گنہگاروں پر کبھی عیب نہ لگاؤ نہ ان کو برا سمجھو رحم کھاؤ (۵) جب تک تم میری جنت میں داخل نہ ہوجاؤ میرے فکر وتدبیر سے بے خوف مت ہوجاؤ، لہذا ہر عاقل پرضروری ہے کہ زندگی کے آخری لمحات تک کوشش میں لگا رہے تاکہ اللہ پاک اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں اوراس کو اپنے انوار جمال میں جگہ عطا فرمائیں، بلاشبہ اس نے کہا اے فقیر تم کو اس محل کا مالک بلا رہا ہے کچھ بات کریں گے اس نے کہا **بسم اللہ وباللہ وتوکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** اور یہ کہہ کر ساتھ ہوگیا اور محل میں داخل ہوگیا جب اس نے دیکھا تو اس نے مجھے سلام کیا میں نے اس کا جواب دے دیا اور بیٹھنے کیلئے کہا جب اطمینان سے بیٹھ گیا میں نے کہا اے فقیر تم نے سوکھی روٹی بڑے اطمینان سے پانی میں بھگو کر کھائی یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا اور پھر خوب اچھی طرح پانی پیا جس سے سیراب ہوگیا اورعمدہ طریقہ سے بے خوف وخطر سوگیا، ہر بات وہ ہاں ہاں کرتا رہا اوراللہ کا شکر بجالایا اور چلا گیا اس سے مجھے بڑی عبرت ہوئی میں اپنے نفس پرعتاب کرتا رہا کہ اس قدر دنیا کا کیا کروں گا اس بیچارہ نے اسی پر اکتفاء کیا ہوا ہے میں نے اسی وقت

موٹے کپڑے کی ایک ٹوپی اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور برہنہ پاؤں یادِ خدا میں جنگلات کی طرف نکل گیا اور یہ سب چھوڑ چھاڑ دیا (روح البیان ص:۳۳۸، ج:۳)۔

تقویٰ کے فوائد

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝ (سورۂ انفال آیت:۲۹)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: اس آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کو تقویٰ کا حکم فرمایا ہے اور اس کے فوائد بتائے گئے ہیں (۱) تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک تمہارے لئے فرقان بنادیں گے یعنی ایسی زبردست محبت اور ہدایت جس کی بدولت حق و باطل کا فیصلہ ہوجائے گا یعنی تمہارے اور مخالفین کے درمیان واضح اور صاف نتیجہ ظاہر ہوجائے جس سے ان کو ذلت اور رسوائی اور تم کو دنیا میں ہی عزت و شرافت حاصل ہوگی جیسا کہ اللہ پاک نے بدر کے دن کو یوم الفرقان فرمایا کہ اس دن اللہ پاک نے کفار و مشرکین کو زبردست رسوا اور ذلیل کیا اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو سربلندی عطا فرمائی اور آخرت میں بھی تم نعیم دائم میں رہو گے اور کفار کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور **وامتازوا الیوم ایھا المجرمون** اے مجرمو! تم آج الگ ہوجاؤ کا اعلان ہوگا اس دن کو یوم الفصل بھی کہا گیا ہے فیصلہ کا دن سے، یوم الدین حساب کا دن، یہ سب برکت تقویٰ کی ہے کہ

تمہارے دلوں میں اللہ پاک ایک نور ڈال دیں گے جس سے تم ذوقاً وجداناً حق و باطل اور نیک وبد کا فیصلہ کرسکو گے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ پاک تمہاری غلطیاں معاف فرمادیں گے سیئات وذنوب کا کفارہ تقویٰ کی برکت سے ہوجائے گا۔

امام بغویؒ نے رص:۲۴۳ر پر فرقاناً کی تفسیر فرمائی **مخرجا فی الدنیا و الأخرة** یعنی دنیا وآخرت میں مخرج پریشانیوں اور گناہوں سے نجات کا راستہ اور یہ تفسیر امام مجاہدؒ سے مروی ہے، حضرت مقاتلؒ نے فرمایا **مخرجا فی الدین من الشبهات** دین کے اندر شکوک وشبہات کی حالت میں صاف اور واضح طریقہ پر عمل، حضرت عکرمہؒ نے فرمایا نجات کا راستہ جس سے تمہارے اور دشمنوں کے درمیان فرق واضح ہوجائے، ابن اسحاقؒ نے فرمایا فیصلہ حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا مراد ہے۔

صاحبِ روح البیانؒ لکھتے ہیں کہ تقویٰ مرتبہ شریعت میں وہ ہے جس کو فرمایا **فاتقوا الله ماستطعتم** جہاں تک ممکن ہو اللہ سے ڈرو اور مرتبہ حقیقت میں وہ ہے جس کو فرمایا **و اتقوا الله حق تقاته** اللہ پاک سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنا چاہئے، عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے پوچھا کہ حقیقی لوگ کون ہیں، فرمایا علماء میں نے پوچھا اشراف کون حضرات ہیں فرمایا مفتی حضرات میں نے معلوم کیا کہ بادشاہ لوگ کون ہیں فرمایا دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے حضرات، میں نے پوچھا گھٹیا لوگ کون ہیں، فرمایا ظلم کرنے والے اور بے کار لوگ کون ہیں فرمایا باتیں بنا کر لوگوں کا مال کھانے والے لوگ۔

حکایت

احمد بن عبداللہ مقدسی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس بیٹھا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے معاملہ کی شروعات کہاں سے ہوئی جو اللہ کے ملک فانی سے ملک باقی کی طرف منتقل ہوگئے ، فرمایا ایک دن میں اپنے شاندار محل کے اندر تھا اور خدام ونوکر میرے پاس کھڑے تھے میں نے اوپر سے دیکھا کہ ایک فقیر محل کے نیچے بیٹھا ہے اوراس نے سوکھی روٹی نکالی اور پانی میں بھگائی اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور آرام وراحت سے سوگیا اس وقت مجھے اللہ پاک نے دنیا کے معاملہ میں غور وفکر کی توفیق بخشی تو میں نے ایک غلام سے کہا کہ اس کو بلا کر لاؤ۔

دشمن سے مقابلہ کے وقت ذکر اللہ

یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا	اے ایمان والو! جب تم کو کسی
اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا	جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو
وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ	ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے
تُفْلِحُوْنَo وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ	ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو اور اللہ
وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا	اوراس کے رسول کی اطاعت کیا کرواور نزاع
فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ	مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری
وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ	ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ
الصّٰبِرِیْنَo (سورۂ انفال آیت: ۴۶)۔	صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ذکر اللہ کا حکم دیا جارہا ہے اس جگہ نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر مراد ہے کیونکہ ذکر اللہ کی خاص تاثیر یہ ہے کہ اس سے دل مضبوط ہوتا ہے اور اطمینان وتسلی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا **الا بذکر الله تطمئن القلوب** اور ان سب چیزوں کی ایسے موقع پر بہت ضرورت پڑتی ہے اور دوسری چیز جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہے آپس کا اتفاق واتحاد، کیونکہ اختلاف سے بزدلی آتی ہے اور ہوا نکل جاتی ہے، یعنی رعب ودبدبہ جو دشمن پر ہوتا ہے وہ ختم ہوجاتا ہے اور تیسری چیز جو نہایت اہم ہے وہ ہے میدان مقابلہ میں جمنا صبر کرنا اور استقامت سے حالات کا مقابلہ کرنا اور اس درمیان میں ایک اور چیز بیان ہوئی ہے وہ اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت یعنی تقویٰ امتثال امر جس پر مدار ہی ہے اور اللہ کے رسول کے بعد اپنے سرداروں اور امیروں کی اطاعت ہے، الغرض اس آیت کریمہ میں فتح ونصرت کی کنجیاں بتائی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ دولتِ لشکر، افراد کی کثرت ہتھیاروں کی زیادتی، ظاہری تیاری تو ضروری ہے مگر اصل روح وہ اشیاء ہیں جو اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں **وتذهب ريحكم** تمہاری ہوا چلی جائے گی، امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ ریح سے مراد نصرت ہے سدیؒ نے فرمایا جرأت وہمت ہے، نضر بن شمیلؒ نے فرمایا قوت ہے (بغوی رص:۲۵۳ رج:۲)۔

اس آیت پاک میں اس پر تنبیہ ہے کہ بندۂ مؤمن کو شدائد وتکالیف وحالات کے موقع پر ذکر اللہ سے غافل نہ ہونا چاہئے بلکہ اور زیادہ لگنا چاہئے، نمازوں کا اہتمام

اور امر الٰہیہ کی ادائیگی ممنوعات سے اجتناب ضروری ہے اور یہ کہ بالکلیہ دل کی گہرائی کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہونا چاہئے اور بھروسہ کرنا چاہئے کہ لطف الٰہی اور فضل باری اس سے جدا نہیں ہے کسی بھی حال میں اللہ پاک اس کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پریشانیوں کے دفعیہ کیلئے ذکر اللہ کی تاثیر عظیم مسلّم ہے اور فوائد کا حصول اس کے ذریعہ یقینی ہے ؎

یک نفس غافل مباش از ذکر رب تو بہر حالے کہ باشی روز و شب
در خوشی ذکر تو شکر نعمت است در بلا ہا التجا با حضر تست

بعض حکماء نے فرمایا کہ دنیا کے اندر بھی اللہ پاک نے جنت رکھی ہے وہ ہیں مجالس ذکر اللہ جو ان میں داخل ہو جاتا ہے خوش عیش اور خوش وقت اور خوش طبیعت خوش مزاج ہو جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ذکر اللہ کے حلقے فرشتے تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں پاتے ہیں بیٹھ جاتے ہیں اور وہ شخص جو ویسے ہی ذکر اللہ کے حلقوں میں بیٹھتا تھا وہ بھی رحمت الٰہی سے فیض یاب ہوا اور اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ ایسی مقدس قوم ہے ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا **ھم القوم لا یشقی جلیسھم** اسی لئے انوار المشارق میں فرمایا ہے جیسے ذکر اللہ مستحب ہے ذکر کے حلقے بھی مستحب ہیں اور ان کے اندر بھی بیٹھنا مستحب ہے اور یہی تمام شہروں میں ہمیشہ مشائخ اولیاء اللہ کی عادت رہی ہے بلکہ ایسی مجلسوں سے ممانعت آئی ہے جہاں ذکر الٰہی نہ ہو وہ حسرت ومعصیت ہوگی بروز قیامت (روح البیان ص:۳۵۳ ج:۳)۔

یَـآ اَیُّهَـا الَّـذِیْـن اٰمَـنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَ کُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَـحَبُّـوا الْـکُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَـنْ یَّتَـوَلَّهُـمْ مِـنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَO (سورۂ توبہ آیت:۲۳)۔	اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور جو شخص تم میں سے ان کے رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: گذشتہ آیات میں ہجرت و جہاد کے تعلق سے بتلایا گیا تھا جو بہت بڑے اعمال ہیں اور ان کے فضائل بھی کثیر ہیں جو سابق میں گذر چکے ہیں، بسا اوقات ان دونوں اعمال میں خویش اقارب کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں اس وجہ سے فرمایا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے اور وہ کفر وشرک کو بمقابلہ ایمان پسند کرتے ہیں اور اسی پر برقرار رہنا چاہتے ہیں ایک مومن ان کو کیسے عزیز رکھ سکتا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد و ہجرت جیسے اعمال سے مانع بن جائیں، ایسا کرنے والے گنہگار بن کر اپنے نفوس پر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ اوپر یہ واضح کر دیا گیا کہ کفار و مشرکین کو جب بھی موقع ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے سلسلہ میں لحاظ نہیں کرتے نہ کسی قرابت داری کا خیال کرتے ہیں نہ ہی تعلقات قدیمہ سامنے رکھتے ہیں انکے دلوں میں اصل ایمان سے جو نفرت اور بغض بھرا ہوتا ہے وہ فوراً سامنے آجاتا ہے، امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابن عباسؓ اور حضرت طلحہؓ حضرت حاجب کعبہ کے قصہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ ہجرت سے رک گئے، حضرت عباسؓ نے حاجیوں کے پانی پلانے کا عذر کیا اور حضرت طلحہ بن عثمان الحجبی

نے کعبۃ اللہ کی خدمت اور ربانی کا عذر کیا جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا ان کے متعلقین نے روکا اوران کے دل نرم پڑ گئے، حضرت امام مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ العیاذ باللہ تعالیٰ مرتد ہوکر واپس چلے گئے مکہ مکرمہ اس وقت فتح نہیں ہوا تھا دارالکفر تھا وہاں ان کے رشتہ دار موجود تھے اللہ پاک نے ان کی دوستی سے ممانعت فرمائی کہ ایمان والو اپنے ایسے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو جگری دوست نہ بنائیں ورنہ تمہارے راز معلوم کر کے تمہارے خلاف کام کریں گے اور نقصان پہنچائیں گے، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ایمان کی قبولیت کیلئے ہجرت ضروری تھی (بغوی رص:۲۷۷رج:۲)۔

صاحب روح البیان تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اس میں اپنے کافر ومشرک رشتہ داروں سے اظہار بیزاری اور دوستی کے ترک کی تعلیم دی گئی ہے (بغوی رص:۴۰۳رج:۳)۔

امام ابن الجوزیؒ نے زادالمسیر میں رص:۳۱۲رج:۳رمیں پانچ اقوال نقل کئے ہیں (۱) ایک تو وہی ہے جو گذرا ہے کہ قصہ حضرت عباسؓ وطلحہ، دوسرے مرتدین کا معاملہ (۳) رشتہ داروں کے تعلق سے ہجرت کے ترک کا معاملہ (۴) ہجرت کے حکم کے بعد بعض مسلمانوں نے تجارت کے خراب ہونے کا خوف ظاہر کیا اور اپنے گھروں کے برباد ہوجانے کا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۵) جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کی نصرت کی تیاری کا حکم دیا اس پر بعض حضرات نے یہ کہا کہ ہم قریش کے خلاف جو ہماری قوم وبرادری ہے دوسروں کا کیسے تعاون کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ ایمان واسلام کو پیش نظر رکھیں نہ کہ رشتہ داری کو، ایک دوسری آیت میں صاف طور پر فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُ كُمْ وَاَبْنَـآءُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْـرَتُكُمْ وَاَمْـوَالُ نِ اقْتَـرَفْتُمُوْهَـا وَتِـجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ o

(سورۂ توبہ آیت:۲۴)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا (بیان القرآن)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o

(سورۂ توبہ آیت:۲۸)۔

اے ایمان والو! مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے پاس نہ آپائیں اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: جب حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل وکرم سے اور اپنی قدرت کاملہ سے کفر وشرک کی قوت کوتوڑ دیا اور جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ معظّمہ) کو فتح کرادیا اور قبائل عرب جوق در جوق اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے اور ۹ ھ میں اعلان عام کروادیا گیا کہ آج کے بعد کوئی بھی مشرک وکافر حدود حرم میں داخل نہ ہونے پائے، کیونکہ ان کے قلوب کفر وشرک کی نجاست سے اس قدر پلید وناپاک اور گندے ہیں کہ سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز ایمان وتوحید میں داخل ہونے کے لائق نہیں ہیں اور رسول کریم ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا اس آخری وصیت میں کہ جزیرۂ عرب کو مشرکین اور یہود ونصاریٰ سے خالی کردیا جائے تاکہ وہاں کفر وشرک کی نجاست کسی بھی جگہ نظر نہ آئے، جملہ ایمان والوں پر جزیرۃ العرب کی تطہیر ایک فریضہ ہے خاص طور پر وہاں کے ذمہ داروں پر تو یہ فریضہ بہت ہی اہم ہے کہ کسی کافر ومشرک کو وہاں نہ آنے دیں کیونکہ یہ وہاں آکر صرف تخریب دین اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کام ہی کریں گے اس اعلان کے لئے رسول کریم ﷺ نے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا اور دونوں بزرگ صحابہ کرامؓ نے متعدد مقامات پر یہ اعلان فرمایا کہ آج کے بعد کوئی کافر ومشرک حج وعمرہ کرنے کے لئے نہ آئے اور نہ کسی غرض سے یہاں آئے اور ان کے رسول کا ذمہ ہر مشرک سے بری ہے، چند ماہ گھومنے کی اجازت ہے اور بس کوئی بھی شخص برہنہ حالت میں طواف نہ کرے اور جنت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہ ہوگا، حضرت علیؓ اعلانات فرماتے اور جب وہ تھک جاتے حضرت صدیق اکبرؓ اعلان کرتے۔

عـن ابن عباسؓ قال
بـعـث النبی صلی الله علیه
وسـلـم أبـابـكر وأمره أن
يـنادی بهؤلاء الكلمات ثم
اتبـعـه عليا فبينا أبوبكر فی
بعض الطريق إذ سمع رغاء
نـاقة رسول الله صلی علیه
وسـلـم الـقـصـواء فخـرج
أبوبكر فزعافظن أنه رسول
الـلـه صلی علیه وسلم فإذا
هـو عـلـی فدفع إليه كتاب
رسـول الله صلی الله علیه
وسـلـم وأمر عليا أن ينادی
بهـؤلاء الـكـمـات فانطلقا
فـحـجّـا فـقـام علـی أيـام
التشـريـق فـنادی ذمة الـلـه
ورسـولــه بــريـئة مـن كل

حضرت ابن عباسؓ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ کو براءت کے کلمات
دیکر بھیجا اور حکم دیا کہ حج کے موقعہ پر
ان کلمات کو پڑھ کر سنا دیں پھر حضرت
علی کو ان کے پیچھے بھیجا، ابھی ابوبکر
راستہ ہی میں تھے کہ انہوں نے حضور
ﷺ کی اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی
تو یہ سمجھ کر اچانک نکلے کہ حضور ﷺ
تشریف لائے ہیں لیکن دیکھا تو وہ
حضرت علیؓ تھے انہوں نے ابوبکر کو
حضور ﷺ کا خط دیا ان میں حکم تھا کہ
ان کلمات کا اعلان کریں پھر وہ دونوں
نکلے اور حج کیا ایام تشریق میں حضرت
علی کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ
ہر مشرک سے اللہ اور اس کے رسول
بری الذمہ ہیں اور تمہارے لئے چار

مشــــرک فسیـــحـو ا فـــی الأرض أربـــعة أشهـــر ولا یـحـجـن بعد العام مشرک ولا یـطـوفـن بـالبیت عریان ولا یـدخـل الـجنة إلا مؤمن وکـان علی ینادی فإذا عیی قـام أبـوبـکـر فنادی بها (ترمذی شریف رص:۱۳۵ رج:۲)۔

ماہ کی مدت ہے کہ اس مدت میں اس زمین پر گھوم پھر لو اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی شخص عریاں ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے، نیز جنت میں مؤمنین ہی داخل ہوں گے، حضرت علیؓ اس کا اعلان کرتے اور جب تھک جاتے تو ابوبکر اس کا اعلان کرتے۔

حدود حرم میں کفار ومشرکین کی تو آمد ورفت بند کردینے سے مسلمانوں کو تجارت وغیرہ کا نقصان کا اندیشہ ہوا چونکہ یہ لوگ مختلف دیار سے سامان تجارت لاتے تھے اور خرید وفروخت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، جیسا کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی برکت سے جو وہاں آتے ہیں یہ سب منافع ہوتے ہیں دینی اور دنیوی اور سب فیضیاب ہوتے ہیں اس لئے اللہ پاک نے تسلی فرمادی کہ اس سے مت گھبراؤ تم کو غنا عطا فرمانا محض ان کی مشیت پر موقوف ہے، چنانچہ سارے عالم نے اس کا مشاہدہ کرلیا ہے کہ سارا عرب ہی مسلمان ہوگیا اور دنیا کے کونہ کونہ سے پچاس لاکھ انسان شوق وذوق سے وہاں حاضری دیتے ہیں صرف امسال ۱۴۴۱ھ میں کرونا وائرس کی وجہ سے صرف دس ہزار افراد نے حج کیا اللہ پاک پھر ٹھیک ٹھاک کردیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بلاد اسلام فی حق الکافرین علی ثلاثۃ اقسام

اس آیت کریمہ میں مشرکوں کو ناپاک کیوں فرمایا گیا جواب ان کے اعتقاد فاسد کی وجہ سے کفر وشرک کی نجاست وغلاظت کی وجہ سے وہ ناپاک ہیں (۲) ان کے ابدان بھی ناپاک ہیں، چونکہ یہ غسل جنابت اور استنجا نہیں کرتے ہیں اس وجہ سے ناپاک ہیں، یعنی ظاہری طور پر بھی ناپاک ہیں اور باطنی طور پر بھی، جنہوں نے صرف ظاہری بدن کے طور پر ناپاک قرار دیا انہوں نے مسجد حرام اور دیگر مساجد میں ان کے داخلہ کو ممنوع وناجائز فرمایا جیسا کہ امام شافعیؒ ومالک واحمد وغیرہ ہیں اور جنہوں نے اعتقادی طور پر ناپاک قرار دیا انہوں نے ان کا عارضی آنا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں جائز قرار دیا ہے جیسا امام اعظمؒ ہیں مگر مسجد حرام میں حج وعمرہ کیلئے ممنوع ہے اور رہا حجاز میں آنا ذمہ داروں کی اجازت سے جائز ہے لیکن وہاں تین دن سے زائد قیام کی اجازت نہیں ہوگی اور حجاز مقدس کے علاوہ دیگر بلاد اسلامیہ میں ذمہ کے طور پر امان ویزہ کے ساتھ قیام جائز ہوگا (بغوی رص:۲۸۲رج:۲)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ	اے ایمان والو! اکثر احبار
كَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَیَاۡكُلُوۡنَ	اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع
اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ	طریقہ سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ
سَبِیۡلِ اللّٰهِ (سورۂ توبہ آیت:۳۴)۔	سے باز رکھتے ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: گذشتہ آیات میں اللہ پاک نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جنہوں نے اپنے عالموں اور بزرگوں کو خدا بنالیا اللہ پاک کو چھوڑ کر اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا

بنالیا، حالانکہ ان سب کو ایک اللہ پاک کی عبادت کا حکم تھا اللہ پاک ان لوگوں کے شرکیہ اعمال سے جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا احبار ورہبان کو تو اب کوئی نہیں مانتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے علماء مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے ہیں خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے ہیں اسی کو سند سمجھ لیتے ہیں کہ بس خدا کے یہاں چھٹکارا ہوگیا کتب سماویہ سے مطلب نہ تھا، معلوم ہوا کہ عالم وشیخ کا قول وہ سند ہے جو شریعت مقدسہ کے مطابق ہو ورنہ وہ قول مردود ہے، یہ منصب تو شارع کا ہے کہ ان کی حلال کردہ شئے حلال ہے اور حرام کردہ حرام اس میں ترمیم وتغیر کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

عن عدی بن حاتم قال أتيت النبی صلی الله عليه وسلم وفی عنقی صليب من ذهب فقال يا عدی اطرح منک هذاالوثن وسمعته يقرأ فی سورة برأة اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال اما أنهم لم يكونوا يعبدونهم	حضرت عدی ابن حاتم فرماتے ہیں کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا دراں حالانکہ میری گردن میں سونے کا صلیبی نشان تھا، تو فرمایا عدی اس بت کو اپنے سے دور کردو پھر میں نے آپ کو سورۂ برأت کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا الخ (یعنی ان لوگوں نے دینی علماء کو اللہ کے علاوہ معبود ٹھہرانا شروع کردیا تھا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی

ولکنهم کانوا إذا احلوا	عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ ان
لهم شیئا استحلوه وإذا	کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ
حرموا علیهم شیئا	بھی اسے حلال سمجھتے اوراسی طرح ان کی
حرموه (ترمذی رص:۱۴۰ ارج:۲)۔	طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے۔

ان آیات میں ان اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کی مذمت میں یہ فرمایا کہ روپیہ لیکر احکام شرعیہ میں تغیر وتبدل کرتے ہیں ادھر عوام نے انہیں پہلے خدائی کا درجہ ومرتبہ دے رکھا تھا جو کچھ غلط سلط کہدیں وہی ان کے نزدیک حجت ہے اسی طرح یہ علماء ومشائخ اپنی سیادت اور ریاست قائم رکھنے کیلئے ان کو دین اسلام سے روکتے ہیں تاکہ ان کے ہدایا وتحائف بند نہ ہوجائیں یہ حال مسلمانوں کو سنایا جارہا ہے کہ متنبہ ہوجائیں کہ امتوں کی خرابی وبگاڑنے میں چند گروہوں کا بہت دخل ہے، علماء ومشائخ اغنیاء ومالدار لوگ اولیاء وسلاطین وقت بلکہ اس میں قیادت کرنے والے اور جہاد کرنے والے گروہ بھی ہیں جب علماء ومشائخ دین کی غلط تشریح کریں اور مسائل دین کو لوگوں کی چاہتوں کے مطابق بیان کریں یا فقرے دیں اغنیاء کا طبقہ زکوۃ وغیرہ نہ دے اور ذاتی عیش وعشرت میں انتہائی وجہ سے اسراف کریں اور اس کے دور کے حکام وسلاطین امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کریں خود فسق وفجور کا شکار ہوجائیں گے تجارت کرنے والے جھوٹ کے ساتھ تجارت کریں اور جہاد کرنے والے جہاد کی جگہ فساد وتخریب کاری کریں تو عالم کا خدا ہی حافظ ہے اسی لئے بعض علماء نے فرمایا عالم کا مدار ان افراد پر ہے آیت میں سبیل اللہ سے مراد دین اسلام ہے (بغوی رص:۲۸۷رج:۲رروح البیان رص:۴۱۶رج:۳)۔

وَالْـمُـؤْمِـنُـوْنَ
وَالْـمُـؤْمِـنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَـعْـضٍ يَـاْمُـرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَـنْهَـوْنَ عَـنِ الْـمُـنْـكَـرِ
وَيُـقِيْـمُـوْنَ الـصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
الـزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُـوْلَـهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ
الـلّٰـهُ اِنَّ الـلّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o
(سورۂ توبہ آیت:۷۱)۔

اورمسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اورنماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اوراللہ اوراس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر اللہ ضرور رحمت کرے گا ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر ہے حکمت والا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: ابتداء رکوع میں منافقین کے اوصاف مذمومہ مذکور ہوئے کہ وہ لوگ بھلائی سے روکتے ہیں اور برائی کی ترغیب دیتے ہیں اور منافقین کی مٹھی بند رہتی ہے یعنی بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے ہیں ان کے مقابلہ میں ایمان والے لوگ ہیں ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم کرتے ہیں یعنی ایمان وتقویٰ کا ، برائی سے روکتے ہیں یعنی شرک ومعصیت وبدعت سے اور اپنے اموال میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور دیگر بہت سے مواقع پر سخاوت سے کام لیتے ہیں صدقات نافلہ اور حقوق مسلمین کا خیال رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں جن میں پانچ وقت اپنے رب کو یاد کرنے کا موقع ملتا ہے،، بدنی عبادات ، مالی عبادات کے ساتھ ساتھ دیگر اپنے معاملات میں بھی اللہ اوران کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ضروری سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے یہ حضرات اللہ پاک کی خصوصی رحمت کے مستحق بنتے ہیں۔

بخلاف کفار ومشرکین اور منافقین کے وہ ان تمام خیر وبھلائی کی باتوں سے دور ہیں وہ تو شیطان کی عبادت اور اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اللہ اوران کے رسول کے احکامات سے ان کو کچھ سروکار نہیں ہے ایسے اعمال کرنے والوں کیلئے اللہ پاک نے جنت کے وعدے فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جوان کوسیراب کریں گے اور لطف کا سامان باندھے گی اور عمدہ عمدہ مکانات ہوں گے اور اللہ پاک کی رضامندی اور یہی فوز عظیم ہے جوان کو ملے گی سبحان اللہ العظیم، یہ بشارتیں ہیں ایمان والوں کے لئے جوامر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہیں اور معروف کا سب سے بڑا فرد ایمان ہے تقویٰ ہے اور منکر کا سب سے بڑا فرد کفروشرک پھر معصیت وبدعت ہے اور نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا اور اطاعت رسول کریم کرنا، ان کا شعار ہے یہ اعمال ہیں جوموجب رحمت خداوندی ہیں۔

يَـٓـاَ يُّهَـــا الَّــذِيْــنَ	اے ایمان والو! تم لوگوں کو
اٰمَـنُـوا مَــالَـكُـمْ اِذَا قِيْـلَ لَكُمُ	کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ
انْـفِـرُوْا فِـىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ	اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے
اِلَـى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ	جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض
الـدُّنْيَـا مِـنَ الْاٰخِـرَةِ فَمَا مَتَا عُ	دنیوی زندگی پر قناعت کرلی سو دنیوی
الْـحَيٰـوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا	زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل
قَـلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَـنْـفِـرُوْا يُـعَـذِّبْكُمْ	ہے اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت
عَـذَابًـا اَلِيْـمًـا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا	سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَّاللّٰهُ	قوم پیدا کردے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (سورۂ توبہ آیت: ۳۸،۳۹)۔ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (بیان القرآن)۔

فائد: امام بغویؒ رص:۲۹۲رج:۲ر پر فرماتے ہیں کہ یہ آیات غزوۂ تبوک کی ترغیب وتحریض کے سلسلہ میں نازل ہوئی پہلے یہ اسی انداز کا کلام چلا آرہا ہے جس میں جہاد وقتال کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر وہ تم سے سب مل کر مقابلہ کریں تم بھی سب مل کر ان سے مقابلہ کرو جیسے جیسے وہ ایمان والوں سے مقابلہ اور معرکہ آزماہوں ایمان والوں کو پیچھے نہ ہٹنا چاہئے اللہ پاک متقی حضرات کے ساتھ ہیں، اب غزوۂ تبوک کی ترغیب دی جاتی ہے کہ یہ معرکہ فتح مکہ اور غزوہ حنین کے بعد ۹ھ میں پیش آیا سبب یہ ہوا کہ نبی کریمﷺ کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ غسّان قیصر روم کی مدد سے مدینہ پاک پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے اس کو کسی نے بتلایا ہے کہ عرب میں لوگ بھوک وقحط سے مر رہے ہیں لوگ بہت پریشانی کے عالم میں ہیں یہ اچھا موقع ہے ان پر کاروائی کا، حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ عرب کے نصاریٰ نے اس کو اطلاع دی تھی اور اس پر ابھارا تھا جیسا کہ سبل الہدیٰ والرشاد رص:۴۲۳رج:۵ر میں ہے۔

یہ اطلاع ملنے پر سرور عالمﷺ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کریں گرمی سخت تھی قحط سالی کا زمانہ تھا کھجور کی فصل پک رہی تھی سایہ خوش گوار تھا پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا اور یہ صرف ملک غسّان بلکہ قیصر روم کی باقاعدہ اور سروسامان سے آراستہ افواج سے مقابلہ کرنا کوئی کھیل تماشہ نہ تھا اس مہم میں مؤمنین مخلصین کے سواء کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا تھا، چنانچہ منافقین نے جھوٹے حیلے بہانے تراشے اور

کھسکنے لگے بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل ودشوار ترین سفر سے کترا رہے تھے اکثر وبیشتر صحابہ کرامؓ ایک بڑی تعداد میں تیار ہو گئے چند ہی لوگ تھے جو کسی اور سستی کی وجہ سے اس شرف عظیم سے محروم رہے تقریباً تیس یا چالیس ہزار افراد رسول کریم ﷺ کے ساتھ حدود شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈالدئے ادھر قیصر روم کے نام نامِ مبارک لکھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی حضور ﷺ کی صداقت سے اس کا دل متأثر ہوا مگر اس کی قوم نے اس کی موافقت نہیں کی اس لئے وہ قبول اسلام سے محروم رہا شام والوں کو جب حضور پاک ﷺ کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصر روم سے ظاہر کیا اس نے مدد نہ کی ادھر یہ سب دیکھ کر شام والوں نے اطاعت قبول کر لی مگر اسلام نہ لائے۔

سبل الہدی والرشاد ص: ۴۵۷ ؍ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو یہ خط قیصر کے پاس لے جائے اور اسکو جنت ملے، ایک شخص نے عرض کیا چاہے وہ خط قبول نہ بھی کرے فرمایا اگر چہ وہ قبول نہ بھی کرے یہ سن کر ایک شخص اٹھا اور والا نامہ رسول اللہ ﷺ کا اس کے پاس پہنچایا اس نے اپنی قوم کے قسیس اور بطارقہ مذہبی لوگوں اور ذمہ داروں کو بلوایا اور دروازہ بند کر دیا اور خط کا مضمون سنوایا کہ یہ شخص یہ خط لایا ہے اس میں تین باتیں ہیں (۱) میں ان کے دین کی اتباع کرلوں (۲) فدیہ دوں اور زمین ہماری ہی رہے گی (۳) جنگ کے لئے تیار ہو جاؤں، کہنے لگے تم ہمیں یہ بتا رہے ہو کہ ہم نصرانیت چھوڑ دیں اور اس دیہاتی کے جو حجاز سے آیا ہے غلام بن جائیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے، ان لوگوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا کہنے لگا کہ میں تو تم کو آزما رہا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو کہا کہ تم جاؤ اپنے نبی کو بتاؤ کہ میں تو آپ کی اتباع کیلئے تیار تھا لیکن میں اپنی حکومت وملک نہیں چھوڑ

سکتا ہوں اور میرے لوگ میری مخالفت کر رہے ہیں اوراس نے کچھ ہدایا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ نے آ کر یہ سب باتیں بتائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیصر روم جھوٹا ہے اوراس کے دنانیر وغیرہ لوگوں میں تقسیم کردئے، اس آیت مبارکہ کا سبق یہ ہے کہ جب دینی کاموں کیلئے بلایا جائے تو شرکت ضرور کی جائے بلاعذر شرعی حاضر نہ ہونا اپنے آپ کو فضیلت وسعادت سے محروم رکھنا ہے فضیلت وبرکت تو شریک ہونے والوں کو حاصل ہوگی چاہے کوئی بھی دینی پروگرام ہو جیسا کہ فرمایا **لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر** جو حضرات صحابہ کرامؓ صبر وہمت جذبہ وشوق اورایمان سے لبریز ہوکر اپنے محبوب ﷺ کی معیت میں اس غزوہ میں یا دوسرے غزوات میں ساتھ گئے اور ساتھ ساتھ رہے ان کیلئے بشارت سناتے ہوئے قرآن کریم یوں فرماتا ہے۔

بشارت کبریٰ

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ	ہاں لیکن رسول اور آپ کی
اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ	ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے اپنے
وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ	مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کیلئے
الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ	ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب
الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ	جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور
الْعَظِيْمُ ۝ (سورۂ توبہ ۸۸، ۸۹)۔	یہ بڑی کامیابی ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: یہ بشارت ان حضرات کیلئے وارد ہوئی ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ہر ہر موقع پر ساتھ دیا اور مال وجان سے دینی جذبات جہاد وغیرہ میں حصہ لیا ایسوں کیلئے خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔

ایمان اور سچ کے حصول کا طریقہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ o (سورۃ توبہ آیت:۱۱۹)۔	اے ایمان والو اللہ پاک سے ڈرو اور سچے انسانوں کے ساتھ رہو۔

حضرت نافع فرماتے ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ابوبکر وعمرؓ کے ساتھ رہنا مراد ہے، ابن جریجؒ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کے ساتھ رہو اور ایک مقام پر ان کو اللہ پاک نے سچے انسانوں کا گروہ قرار دیا ہے، فرمایا **اولئک هم الصادقون**، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا یعنی ان کے ساتھ رہو جن کے ارادے سچے اور پاکیزہ ہیں اور ان کے قلوب میں استقامت ہے اور ان کے اعمال مطابق شریعت وسنت ہیں اور وہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اخلاص کے ساتھ تبوک کی جانب نکلے تھے، اور کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ رہو جنہوں نے سچا اعتراف کیا بالکل صحیح صحیح بتادیا جھوٹے اعذار نہیں گھڑے اور یہ تین اشخاص تھے، حضرت کعب بن مالک، ہلال ابن امیہ اور مرارہ بن ربیع جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہولت اختیار کرنے کی وجہ سے بدون عذر شرعی غزوہ تبوک کی شرکت سے محروم رہے جب حضور پاک ﷺ تشریف لائے اور

ان حضرات نے نہ تو منافقین کی طرح جھوٹے اعذار پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح ستونوں سے اپنے آپ کو باندھا جو واقعہ تھا صاف صاف دربارنبوی ﷺ میں عرض کر دیا اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا علانیۂ اعتراف کرلیا، نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین اور کاذبین کی طرف سے بظاہر اعراض اور چشم پوشی کی گئی اوران کے اندر کے حالات کو اللہ پاک کے سپرد کر دیا گیا بعد میں ان کے سلسلہ میں وضاحت نازل ہوئی:

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo (سورۂ توبہ آیت:۹۴)۔	یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم تم کو کبھی سچا نہ سمجھیں گے اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اورآئندہ بھی اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول تمہاری کارگذاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے (بیان القرآن)۔

یعنی جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے تھے جب تم مدینہ واپس آ ؤ گے اس وقت بھی یہ لوگ اعذار پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا ارادہ مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع اور رکاوٹیں پیش آ گئی جس کی وجہ سے مجبور تھے آپ کہہ

دیجئے کہ جھوٹی باتیں نہ بناؤ ان جھوٹے اعذار سے کچھ فائدہ نہیں، تمہارے سب اعذار لغو اور بے کار ہیں ہم کو حق تعالیٰ نے تمہارے کذب ونفاق پر مطلع کر دیا ہے پھر کس طرح ہم تمہاری ان جھوٹی باتوں پر یقین کر سکتے ہیں، اب پچھلے قصہ کو رہنے دو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعویٰ کو کہاں تک نبھاتے ہو سب سچ جھوٹ ظاہر ہو جائے گا اور بہر حال تم کو اللہ پاک کے سامنے جانا ہے جس سے کوئی راز اور کوئی نیت پوشیدہ نہیں ہے اسی اعتبار سے وہاں بدلہ دیا جائے گا، یہ تو ہوا جھوٹے لوگوں کا قصہ اور جن تین نے سچ بولا تھا ان تینوں کا معاملہ تا دیبا کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا پچاس دن گذر جانے کے بعد جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو ان کو بشارت سنائی گئی ان تین میں سے حضرت کعب بن مالکؓ نے اپنا قصہ نہایت تفصیل کے ساتھ خود سنایا ہے جس کو امام بخاری نے رج:۲ر پر روایت کیا اسی آیت کی تفسیر میں جو یہاں زیر گفتگو ہے یہاں اس قصہ کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ سخت اور دشوار تھی جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تیاری کا عام حکم دیا لوگ اپنی اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً تیار ہو کر ساتھ چلا جاؤں گا، کیونکہ اللہ کے فضل وکرم سے اس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا ایک چھوڑ دو دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں، میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا ادھر نبی کریم ﷺ نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دیا مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ روانہ ہو گئے تو کیا ہے اگلی منزل پر آپ سے جاملوں گا آج چلوں کل چلوں اسی امروز وفردا میں وقت

نکل گیا، حضورﷺ نے تبوک پہنچ کرفرمایا **مافعل کعب بن مالک** ،کعب بن مالک کو کیا ہوا، یعنی وہ آئے یا نہیں بنوسلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ اس کی عیش پسند اوراعجاب وغرور نے اس کو نکلنے کی اجازت نہیں دی، معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے میری بات کہی خدا کی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سواء کچھ نہیں دیکھا، حضور پاکﷺ یہ گفتگو سن کر خاموش رہے کعب کہتے ہیں کہ آپﷺ کی تشریف بری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس بات سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں پکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا اور کوئی دکھائی نہ پڑتا تھا۔

بہرحال اب دل میں طرح طرح کے منصوبے بنانے شروع کئے آپﷺ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچالوں گا مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر وعافیت کے ساتھ واپس تشریف لا چکے ہیں دل سے سارے حیلے بہانے اور منصوبے محو ہو گئے اور طے کیا کہ سچ کے سوائے کوئی چیز اس بارگاہ قدسی میں نجات دلانے والی نہیں ہے، رسول اللہﷺ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے اصحاب کا مجمع تھا منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے جب میں حضورﷺ کے سامنے آیا میرے سلام کرنے پر آپﷺ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس وقت میں دنیا والوں میں کسی کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح کی زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کر کے اپنے کو صاف بچالیتا مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی مقدس ذات ہے جس سے جھوٹ بول کر اگر

میں راضی بھی کرلوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا کی طرف سے اس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کردے گا، برخلاف اس کے کہ سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر کیلئے آپ کی ناراضگی برداشت کرنی پڑے گی لیکن امید کرتا ہوں کہ اس کا انجام بہتر ہوگا اور آخر سچ بولنا ہی مجھے خدا اور اس کے رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا، یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی معقول عذر نہیں ہے جس وقت میں آپ کی ہمرکابی کا شرف سے محروم ہوا اس وقت سے زیادہ فراخی اور وسعت وقت مجھے کبھی بھی حاصل نہ ہوئی تھی میں مجرم ہوں آپ کو اختیار ہے جو چاہیں میرے حق میں فیصلہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو میں اٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع یہ دو شخص بھی میرے جیسے ہی ہیں ہم تینوں کے متعلق آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے سب علیحدہ رہیں، چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے شب و روز گھر میں ہر وقت گریہ و بکاء میں رہتے تھے۔

میں ذرا سخت اور قوی تھا مسجد میں نماز کیلئے حاضر ہوتا آپ ﷺ کو سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں جب میں حضور ﷺ کو دیکھتا آپ ﷺ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے اور جب میں نہ دیکھتا تو آپ ﷺ دیکھتے تھے عجیب وغریب منظر تھا مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے چالیس دن گذرنے کے بعد بارگاہِ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی

علیحدہ رہوں، چنانچہ اپنی بیوی کو کہد یا کہ اپنے گھر چلی جاؤ اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہو سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اس حالت میں موت آ گئی تو حضور ﷺ میرا جنازہ نہ پڑھیں گے اور فرض کیجئے ان دنوں میں آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمان ہمیشہ کیلئے یہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئے گا، غرض پچاس دن اسی حالت میں گذرے کہ خدا کی زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی، بلکہ عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی کہ یکا یک جبل سلع سے آواز آئی **یا کعب بن مالک ابشر** اے کعب بن کعب مالک خوش ہو جاؤ میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ تمہاری توبہ مقبول ہے آپ نے نماز فجر کے بعد صحابہ کرامؓ کو اس سے مطلع فرمایا ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت سنائے مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے پکارا اس کی آواز سوار سے پہلے میرے کان میں پہنچی میں نے بدن کے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دئے پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لوگ جوق در جوق آئے اور مجھے مبارکباد دی میں نے عرض کیا کہ اس کو خوشی میں اپنا تمام مال و جائداد صدقہ کرنا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کچھ اپنے لئے بھی روکنا چاہئے اور کچھ صدقہ کر دو، چونکہ سچ بولنے کی وجہ سے نجات ملی تھی اس لئے میں نے آئندہ بھی طے کر لیا کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا اس واقعہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہ ہوئی تھی کہ ایمان و اخلاص پر قائم رہے نفاق سے محفوظ رہے توبہ نصوح کی توفیق ہوئی اور تمام کوتاہیاں معاف کر دی گئیں:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ	اوران تین شخصوں کے حال پر بھی
الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا	جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ	کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر
بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ	تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ
عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا	آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں
اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ	پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف
اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ	رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ
لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ	فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۂ توبہ آیت:۱۱۸)۔	بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے رحم کرنے والے ہیں (بیان القرآن)۔

صاحب روح البیان نے فرمایا کہ حضرت کعب بن مالکؓ نے فرمایا مجھے بشارت دینے کے لئے حمزہ بن عمرو الاوسی آئے تھے اور ہلال بن امیہ کے پاس اسعد بن سعد اور مرارہ کے پاس سلکان بن سلامہ پہنچے تھے، فتح الباری رص:۵۲۹رج:۳ر پر سعد بن زید ذکر کیا ہے کہا سعد کی جگہ ابوبکر وراقؒ سے پوچھا گیا کہ توبہ نصوح کسے کہتے ہیں، فرمایا کہ توبہ کرنے والے پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہوجائے اور خود اس کی ذات بھی اس پر تنگ ہوجائے جیسے حضرت کعب بن مالکؓ وغیرہم کا حال تھا (فتح الباری رص:۱۲۳رج:۵)۔

توبہ کردم حقیقت با خدا   نشکنم تا جان شدن از تن جدا

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کی وجہ سے کسی سے ترک تعلقات کرنا جبکہ اس میں اس کی صلاح وفلاح ہو ممنوع نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ اس گناہ سے تائب ہو جائے اور اس کی توبہ ظاہر ہو جائے کیونکہ یہ ترک تعلقات حق تعالیٰ شانہ کیلئے ہے اگر دین کے تحفظ کے لئے ایسا کیا جائے تو تین دن سے زائد بھی ترک تعلقات جائز ہیں دنیوی معاملات میں تین دن سے زیادہ ممنوع ہے (روح البیان/ص:۵۳۰/ج:۳)۔

نیز یہ آیت صدق کی فضیلت پر اور اس کے علو درجہ اور مقام رفیع ہونے پر واضح دلیل ہے اور اس پر ایمان والوں کو ابھارنے والی ہے، بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اس سے وقتی فرض بھی قبول نہیں ہوتا پوچھا گیا کہ فرض دائم کیا ہے، فرمایا وہ ہے سچ بولنا۔

سچ کی برکت سے تجارت کرنے والے کو اللہ پاک نے بڑا مقام دیا، فرمایا گیا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سچے تاجر انبیاء وصدیقین شہداء کے ساتھ ہوں گے، حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مومن لوگ ان گھاٹیوں کو جو قرب الٰہی کے درمیان رکھی گئی ہیں ستر سال میں اور بعض بیس سال میں اور بعض دس سال کے عرصہ میں اور بعض ایک سال کے عرصہ میں اور بعض حضرات ایک ماہ میں اور بعض ایک ہفتہ میں اور بعض بعض ایک ساعت میں جیسے ساحران موسیٰ تھے طے کرتے ہیں۔

حکایت

رابعہ بصریہ ایک بوڑھی باندی تھی جو بصرہ کے بازار میں لے جائی جاتی تھی کہ کوئی خرید لے، مگر کوئی ان کو خریدنے کی رغبت نہ رکھتا تھا عمر کی زیادتی کی وجہ سے بعض

تاجروں نے ان پر رحم کھایا اور ۱۰۰/ درہم میں خرید لیا اور ان کو آزاد کر دیا انہوں نے یہ مبارک راستہ اللہ کے عشق و معرفت محبت و عبادت کا اختیار کیا ابھی ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ علماء بصرہ اور عوام و خواص ان کی زیارت اور دعا حاصل کیلئے مشتاق ہو گئے اور ان کی عظمت کے معترف ہوئے اور ساری دنیا ان کا احترام کرنے لگی (روح البیان /ص:۵۳۱/ ج:۲)۔

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری /ص:۱۲۳/ ج:۸/ میں اس واقعہ کے چند فوائد لکھے ہیں (۱) امام وقت نے جب جہاد کیلئے تمام لوگوں سے نکلنے کے لئے کہا ہو تو بعض کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان پر ملامت ہوگی چونکہ نفر عام کے موقع پر سب کا خروج ضروری ہے اگر چہ نفس جہاد فرض کفایہ ہے مگر ایسے موقعوں پر فرض عین ہو جاتا ہے اس وجہ سے ان حضرات پر عتاب ہوا۔

علامہ سہیلیؒ نے فرمایا کہ انصار کے حق میں خاص طور پر جہاد فرض عین کا درجہ رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے اسی پر بیعت کی تھی اس لئے یہ عتاب ہوا، غزوہ خندق کے موقعہ پر ان کے اشعار میں اس کا اظہار تھا ؎

نحن الذین بایعوا محمداً   علی الجهاد مابقینا ابداً

لہذا اس غزوہ سے پیچھے رہ جانا گناہ کبیرہ ہوا اور بیعت توڑنے کے مترادف ہوا ایسا ہی علامہ ابن بطالؒ نے فرمایا ہے، علامہ سہیلی فرماتے ہیں مجھے تو اس کے علاوہ دوسری وجہ معلوم نہیں ہوتی، حضرات شوافع کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں پر فرض عین تھا اس لئے یہ عتاب ہوا۔

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بالکل عاجز ہو خود نکلنے سے اور نہ مال سے

تعاون کرسکتا ہواس پر کوئی ملامت نہیں ہے، نیز معلوم ہوا کہ اتنی بات پر اس قدر اللہ اوران کے رسول کی ناراضگی کا ظہور ہوا کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے نہ انہوں نے حرام مال کھایا تھا نہ ہی کسی کا ناحق خون بہایا تھا نہ زمین میں کوئی فساد طوفان برپا کیا تھا اس کے باوجود اتنا عتاب ہوا کہ زمین تنگ ہوگئی تو وہ لوگ بکثرت فواحش اور کبائر کا ارتکاب کرتے پھرتے ہیں ان پر اللہ کے غصہ کا کیا حال ہوگا حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اس سے یہ نکتہ نکلا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خود آدمی اپنی غلطی اوراس کا اعتراف کرسکتا ہے اوراس کا سبب بتا سکتا ہے دوسروں کی خیر خواہی کیلئے، نیز معلوم ہوا کہ جب طاعت الٰہی کی فرصت ہوتو تاخیر نہ کرے مبادا اس سے محروم نہ ہوجائے سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں حاضر ہو وہاں دو رکعت پڑھے اور کچھ بیٹھے لوگوں کی ملاقات کیلئے تاکہ سب کو سہولت ہوجائے، آنے والے کو سلام کرنا اوراس کا استقبال کرنا مستحب ہے۔

فیصلہ ظاہر پر کیا جائے گا اور باطنی معاملات کو اللہ پاک کے حوالہ کردیا جائے گا گناہ گار سے ترک سلام گناہ کی وجہ سے جائز ہے تین دن سے زائد ترک تعلقات گناہ کی وجہ سے جائز ہے، تبسم کبھی غضب کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ تعجب کی وجہ سے ہوتا ہے بڑا آدمی اپنے چھوٹوں پر گرفت پوچھ تاچھ کرسکتا ہے سچائی کا فائدہ اور کذب کی نحوست معلوم ہوگی۔

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتے ہیں تو دنیا ہی میں اس کو سزا دیتے ہیں اور جب شر کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کی سزا دنیا میں روک لیتے ہیں آخرت میں پوری پوری دیدیتے ہیں ایسا

ہی یہاں پر بھی ہوا اوران کے حق میں ایسا اس وجہ سے بھی ہوا کہ انہوں نے ایک واجب شرعی کو بلا عذر چھوڑا نیز جس شخص کو سزا کے ترک چھوڑ دیا گیا وہ اگر جماعت میں نہ آئے تو عذر ہے کیونکہ مرارہ اور ہلال ابن امیہ جماعت کی نماز میں اس مدت کے درمیان شریک نہ ہوئے نیز ایسا شخص اگر کسی کو سلام کرے اور وہ جواب نہ دے تو جائز ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص دوست کے مکان میں جانا جب اس کی رضامندی معلوم ہو اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے نماز میں گوشۂ چشم سے دیکھنا اس کی صحت میں خلل نہیں ڈالتا، نیز معلوم ہوا کہ اللہ اوران کے رسول کی اطاعت کو ترجیح دینا چاہئے اپنی رشتہ داریوں پر جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا سجدۂ شکر مشروع ہے اور کسی کو بشارت سنانے کے لئے دوڑنا جائز ہے اور بشارت سنانے والے کو انعام دینا جائز ہے اور جس کو کوئی نعمت حاصل ہو اس کو مبارکباد دینا درست ہے اور اس کیلئے قیام کرنا درست ہے اور جس خیر سے انسان کو فائدہ پہنچے اس کو ہمیشہ اختیار کرنا چاہئے توبہ کے وقت صدقہ وخیرات کرنا افضل ہے۔

اگر کوئی شخص تمام مال کے صدقہ کی نذر مانے تو سب مال خرچ کرنا لازم نہیں ہے (فتح الباری رص:۱۲۴رج:۸)۔

علامی عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل معصیت کی طرح اہل بدعت سے ترک تعلقات کرنا بھی درست ہے اور امام اور ذمہ دار اپنے بعض اصحاب سے ادب سکھانے کیلئے ترک سلام وکلام کرے تو یہ بھی جائز ہے، اور اپنے افعال پر رونا بھی درست ہے کنایہ الفاظ سے بغیر ارادہ ونیت کے طلاق

واقع نہ ہوگی کیونکہ حضرت کعب نے بیوی صاحبہ کو فرمایا گھر چلی جاؤ اور وہیں رہنا جب تک میں نہ بلاؤں غم وافسوس کے ازالہ کے وقت صدقہ وخیرات بھی مستحب ہے اور امام سب کچھ صدقہ وخیرات کرنے سے ممانعت کرے یہ بھی درست ہے جس کے بارے میں بے صبری کا اندیشہ ہو آنے والے سے کھڑے ہو کر مصافحہ کرنا چاہئے جب وہ اس کا اہل ہو کسی شخص کی خوبی کی بنا پر اس کی تعریف وتوصیف کرنا درست ہے جبکہ فتنہ سے امن ہو، دوسرے شخص کو بھی اس جیسی پریشانی ومصیبت میں دیکھ کر تسلی حاصل کرنا درست ہے کسی شخص کا یہ کہنا اللہ ورسولہ اعلم کلام نہیں ہے اگر اس نے قسم کھائی تھی کسی سے کلام نہ کرے جبکہ اس سے کلام کا ارادہ نہ ہو عاریۃً وغیرہ کوئی شے لینا جائز ہے (عمدۃ القاری رص:۵٦ رج:۱۸)۔

اس حدیث پاک سے ان تین حضرات کی فضیلت وکرامت بھی ثابت ہوتی ہے جن کا یہاں تذکرہ ہے ان کے نام لفظ مکہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں: میم سے مرارہ ابن ربیع، ک سے کعب بن مالک، ہ سے ہلال ابن امیہؓ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات اپنی غلطی پر کس قدر نادم اور تائب ہوئے اور صاف صاف بتانے میں معاشرہ کی رسوائی اور ذلت کا خیال نہ کیا بلکہ اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا خیال کیا اور آخرت کی رسوائی وذلت وہاں کے عذاب کا خوف مدنظر رہا، اس سے بچنے کی فکر کی یہ ان حضرات کی کمال ایمان اور یقین کی پختگی کی دلیل ہے اور دوسروں کے کہنے میں نہ آئے بلکہ دوسروں نے ان کو کہا بھی کہ یہاں آجاؤ ہم تم کو بہت سی سہولیات دیں گے جیسا کہ ملک غسان نے خود خط لکھ کر بتلایا

تھا(سبل الہدی والرشاد رص:۴۸۱رج:۵)۔

آج ہمارا ایمان دیکھئے کس طرح ضعیف ہو چکا ہے کہ تھوڑی اور معمولی رقم پر فروخت کررہے ہیں اور ایک دوسرے کی شکایت پر تھانوں کے دلال بنے ہوئے ہیں حالانکہ اس کی ممانعت قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے۔

صاحب روح البیان رص:۵۲۱رج:۳ر پر لکھتے ہیں، ایک بزرگ نے اپنے خطوط میں جوان کے اصحاب کے نام تھے لکھا ہے ہمیشہ صدق کو لازم پکڑ و نیت میں بھی اور عمل وکردار میں بھی تا کہ تمہیں مکمل اخلاص حاصل ہو اور بندہ کے اندر کوئی نفس کا باعث اور داعیہ نہ رہے اور جملہ حرکات وسکنات اللہ وحدہ لاشریک لہ کیلئے ہو جائیں کیونکہ نفس کی شمولیت سے صدق واخلاص زائل ہوجاتے ہیں یعنی جب اعمال نفس کیلئے ہوتے ہیں تو صدق واخلاص رخصت ہوجاتے ہیں اور انسان جھوٹا پڑ جاتا ہے اور اس کے درجات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور بندہ کبھی بعض کاموں میں سچا ہوتا ہے اور بعض کاموں میں نہیں ہوتا پس جب وہ تمام امور میں سچا ہوجاتا ہے تو اس کو صدیق کہتے ہیں اور صادق مخلص کہتے ہیں جب وہ نفس اور اس کے دواعی واسباب سے اپنی عبادات میں نجات وتخلص پالیتا ہے تب جا کر مخلص صادق بنتا ہے اور جب اس کے عروج وکمال پر جا پہنچتا ہے تب مخلص بنتا ہے جیسا کہ انبیاء کرامؑ کا حال ہوتا ہے ان کے بارے میں قرآن کریم نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے اسی صدق وخلوص کو حاصل کرنے کے لئے دوسرا حکم جو وارد ہوا ہے وکونوا مع الصدقین ہے کیونکہ صادقین مخلصین کی صحبت وتعلق

سے ہی یہ کیفیت قلب میں راسخ ہوتی ہے کیونکہ طبیعت بھی ایک چور ہے جو دوسری طبیعتوں کے اثرات چراتی ہے، اسی کیفیت کو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اور تابعین عظام نے صحابہ کرامؓ کی صحبتوں سے اور ان کے بعد والوں نے اپنے بڑوں سے حاصل کیا ہے، یہی سلسلہ چلتا رہا جس طرح حدیث، تفسیر، فقہ اور قرأت و تجوید میں یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے ایسے ہی صدق و خلوص عشق و معرفت کے حاصل کرنے کے لئے اسلاف نے بہت وقت صرف کیا تب جا کر یہ چیز ان کو حاصل ہوئی، چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حمیدی امام بخاریؒ کے استاذ جلیل ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سفیان بن عیینہؒ کی خدمت میں طلب حدیث کے لئے گیارہ سال گذارے ہیں (سید المحدثین ؒص:۱۴۷)۔

حضرت امام مالکؒ حضرت امام محمد بن المنکدر ؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کے دیکھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے جب میں اپنے قلب میں قساوت محسوس کرتا ہوں تو جا کر محمد بن المنکدر ؒ کو دیکھتا ہوں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ چند دنوں تک نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا ہے (اقوال سلف ؒص:۴۰؍ج:۲)۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ کو یہ عظیم ترین شرف محبت اور محبت رسول اللہ ﷺ کی برکت سے حاصل ہوا کہ رضی اللہ عنہم رضوا عنہ عظیم الشان بشارت کے مستحق ہوئے، جس کو جتنا وقت ملا اس نے صحبت نبوی میں گذارا اپنی سعادت تصور کیا اور اس اونچے مقام پر فائز ہوئے، صدیق اکبر کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا: **اذیقول لصاحبہ لا**

تحزن ان اللہ معناالخ۔

حضرت مولانا شاہ غلام علی نقشبندیؒ اپنے شیخ کی خدمت میں مسلسل پندرہ سال تک حاضر حلقہ ومراقبہ رہے (مشائخ نقشبندیہ ص:۱۶۵)۔

حضرت شاہ ابوسعید دہلویؒ اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں بھی تقریباً ۱۵ر سال تک حاضر باش رہے اور ذکر وفکر مراقبہ ومشاہدہ مجاہدہ ومحنت وریاضت ومشقت میں گذارے (سالار مشائخ نقشبندیہ ص:۱۶۹)۔

ان کے بعد آپ ہی ان کی خانقاہ کے جانشین بنے اور طالبین حق کو فیض یاب فرمایا، حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے واقعات میں ہے کہ آپ نے تلاش بسیار کے بعد جب حضرت خواجہ دوست محمد قندھارویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس کے بعد سے تمام عمر اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں گذار دی اپنے پیر ومرشد سے بے پناہ محبت تھی اور اپنے آپ کو خانقاہ کے کاموں میں مشغول رکھا کرتے تھے (سالار مشائخ نقشبندیہ ص:۱۷۲)۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس حضرت سلمان فارسیؓ نے وقت لگایا اور روحانی علم سیکھا، حضرت قاسم بن محمد ابی بکر نے حضرت سلمان فارسی سے اپنے نانا جان کی امانت روحانیت حاصل کی اور اس کے لئے وقت صرف کیا اور تصوف کے ساتھ فقہ حدیث تفسیر کے بھی امام تھے مدینہ پاک کے مشہور فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔

خلیفہ ارشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے علمی واخلاقی کمالات کے اس قدر معترف

تھے فرمایا کہ اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو ان کو خلیفہ بنادیتا (اقوالِ سلف رص:۹۸رج:۲)۔

حضرت جعفر صادقؒ نے خاندان نبوت کے عظیم الشان عظیم المرتبت بزرگ ہیں اپنے نانا جان امام قاسم بن محمد بن ابی بکر اور اپنے جدامجد حضرت امام زین العابدین سے روحانی فیض حاصل کیا آپ ننہال کی طرف سے حضرت صدیق اکبر سے ڈبل قرابت رکھتے ہیں اسی لئے فرمایا کرتے ولدنی ابوبکر مرتین (ابوبکر سے میں دو دفعہ پیدا ہوں) اپنی والدہ کی طرف سے جسمانی طور پر اور اپنے نانا حضرت امام قاسم کی روحانی تربیت کی وجہ سے دوسری بار روحانی اور عرفانی طور پر سبحان اللہ العظیم ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ فاطمہ بنت محمد بن ابی بکر تھیں، خاندان نبوت کے حضرات شیخین کے اس قدر زبردست تعلقات تھے اور بے ہودہ شیعہ ان حضرات میں تفریق ونفرت کا خمار دل میں بھر کر رکھتے ہیں، توبہ۔

آپ چودہ سال اپنے دادا حضرت امام زین العابدین، چونتیس سال اپنے والد ماجد امام باقرؒ اور ستائیس سال اپنے نانا حضرت امام قاسمؒ کے زیر سایہ روحانی وعلمی تربیت میں رہے اس طرح آپ کو ان تینوں سرچشموں سے سیراب ہونے کا خوب خوب موقع میسر آیا (تاریخ مشائخ نقشبندیہ رص:۱۵۴)۔

یہی وجہ تھی حضرت سفیان ثوریؒ جیسا کہ امام زمانہ علم الہدی والتقویٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نصیحت کے طالب ہوتے پھر ان نصیحتوں کو بیان کرتے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے آپ کے پاس علم وروحانیت کے دروس حاصل کئے اور کئی سال کا وقت گذارا اور برملا اس کا اظہار فرمایا **لولا السنتان لهلک النعمان** اگر

ابوحنیفہ کا دوسال کا عرصہ حضرت امام جعفر صادق کے پاس نہ لگتا وہ تو ہلاک ہو جاتا، معلوم ہوا کہ ان ائمہ فقہ کو بھی علم روحانیت سے بہت تعلق تھا ایسا سمجھنا کہ ان حضرات کو سلوک و روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا غلط ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ مشہور محدث وفقیہ اور مسلم الثبوت امام ہیں حضرت بشر حافی کی خدمت اقدس میں بارہا جایا کرتے اور کچھ لوگوں کو اس پر اعتراض بھی فرماتے ہمیں وہاں جا کر جو فائدہ ہوتا ہے تم اس کو نہیں سمجھتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! اللہ اور رسول
تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ	سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا
عَلِیْمٌ O (سورۂ حجرات آیت:۱)۔	جاننے والا ہے (بیان القرآن)۔

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور ان کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

یعنی اللہ ورسول ﷺ کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اسی وقت میسر ہو سکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو اگر دل میں ڈر نہیں تو بظاہر دعوئے اسلام کو نباہنے کیلئے اللہ اور ان کے رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر ان کے احکام کو آگے رکھے گا لیکن فی الحقیقت اپنی اندرونی خواہشات واغراض کی تفصیل کیلئے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا سو یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ پاک اس کو سنتا ہے اور جو دل میں ہے اسے جانتے ہے پھر اس کے سامنے یہ فریب کیسے چل جائے گا چاہئے کہ آدمی اللہ سے ڈر کے کام کرے۔

یعنی جس طرح معاملہ میں اللہ اوران کے رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہوتو اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کرو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو جس وقت پیغمبرﷺ کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو ان کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت وہمت نہ کرو چونکہ ادھر سے اس پر بے چون وچرا اور بلا پس وپیش عامل بن جاؤ اور اپنی اغراض اور خواہشات کو ان احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات اور خدمات کو احکام سماوی کے تابع بناؤ اس سورت مقدسہ میں مسلمانوں کو نبی پاکﷺ کے آداب اور حقوق اور اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے سکھلائے ہیں (فوائد عثمانیہ)۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ اس کا تعلق عیدالاضحیٰ کے دن ذبح نہیں ہے یعنی حضور پاکﷺ سے قبل ذبح نہ کرو کچھ حضرات نے نماز سے قبل جانور ذبح کر لئے ان کو دوبارہ قربانی کا حکم دیا گیا۔

یٰۤاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ (سورۂ حجرات آیت:۲)۔	اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہیں کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (بیان القرآن)۔

بخاری شریف رص:۱۸۷ رج:۲ رحضرت ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے کہ دو بہترین اشخاص ابوبکر وعمرؓ ہلاک ہوجاتے، ہوا یہ تھا کہ بنوتمیم کا ایک وفد حضورﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تھا ۹ ھ میں انہوں نے سوال کیا کہ یارسول اللہﷺ ان میں سے کسی کو ان پر امیر وحاکم مقرر فرمادیں وہاں یہ دونوں حضرات بیٹھے تھے ان میں ایک نے کہا کہ اقرع بن حابس کو ان کا امیر بنادیا جائے یہ کہنے والے عمر تھے اس پر صدیق اکبر نے فرمایا نہیں بلکہ قعقاع بن معید کو امیر بنادیا جائے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم تو میرے خلاف ہی رائے دیتے ہو فرمایا میرا مقصود تمہاری مخالفت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خیرخواہی کیلئے میں قعقاع کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اس وجہ سے میں نے ان کے تعلق سے رائے دی ہے، اس گفتگو کے دوران دونوں بزرگوں کی آواز سید عالمﷺ کی مجلس میں بلند ہوگئی یہ ادب نبوی کے خلاف تھا، اس پر تنبیہ کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں کہ اپنی آواز کو نبیﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو یہ خلاف ادب ہے، آپﷺ کے مشورہ طلب کرنے پر اپنا مشورہ دینا ادب کے خلاف نہیں ہے ہاں زور زور سے باتیں کرنا درست عمل نہیں ہے، اس کے بعد ان بزرگوں کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ کے سامنے آہستہ بات کرتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات معلوم کرنا پڑتا تھا کہ یہ کیا کہا ہے، اور ایک صحابی رسول تو گھر میں بیٹھ گئے کیونکہ ان کی آواز قدرتی بلند تھی کہیں ان کی گفتگو اور آواز رسول کریمﷺ کی آواز سے بلند نہ ہوجائے اور ان کے تمام اعمال حبط اور بے کار نہ ہوجائیں۔

چنانچہ بخاری شریف ص:۱۸۷ج:۱ میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو اپنی مجلس میں متعدد بار موجود نہ پایا اوران کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آرہے ہیں، کیونکہ ان سے خاص تعلق تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب بھی تھے، متعدد وفود اور قافلوں کے آنے پر ان کے مقابلہ میں خطبہ بھی دیا کرتے تھے،ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ان کی خبر لاتا ہوں وہ ان کے پاس آئے اوران کو اپنے گھر میں سر جھکا بیٹھا پایا پوچھا کیا بات ہے؟ ثابت بن قیس خیریت تو ہے فرمایانہیں جو اپنی آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند کرکے بات کرے گا اس کی کہاں خیریت، میری آواز تو بلند ہے ایسا انسان تو عین اہل النار ہوگا یہ ڈر مجھے ستا رہا ہے، وہ شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں آیا اورآپ ﷺ کوان کی اس بات کی اطلاع دی، حضور پاک ﷺ نے فرمایاان کو جا کرکہوتم تومن **اهل الجنة** ہونہ کہ **من اهل النار**،اس شخص نے ان کو یہ بشارت عظیمہ سنائی اوروہ رسول کریم ﷺ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہونے لگے،معلوم ہوا کہ عشرہ مبشرہ کے علاوہ اورحضرات کوبھی جنت کی بشارت حاصل ہوئی ہے ہاں چونکہ ان حضرات کوایک ہی مجلس میں بشارت ملی تھی اس لئے زبانوں پرعشرہ مبشرہ کے نام سے وہ ہی مشہور ہیں۔اس پر یہ سب آیات نازل ہوئیں ہیں شروع سورت سے۔

باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! اپنی آوازیں
تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ	پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ
النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ	ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس
کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ	میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے
تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا	ہیں کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں
تَشْعُرُوْنَO(سورۂ حجرات آیت:۲)۔	اور تم کو خبر بھی نہ ہو (بیان القرآن)۔

صاحبِ روح البیان رص:۶۲/ پر فرماتے ہیں کہ لا تقدموا کا مفعول محذوف رکھا گیا تا کہ سامع کا ذہن ہر اس شئی کی طرف جائے جس کی تقدیم ممکن ہے، قول ہو یا فعل مثلاً جب رسول کریم ﷺ کی مجلس مبارک ہو رہی ہو اور سوالات کئے جا رہے ہوں تو تم میں سے کوئی بھی جواب دینے میں پہل نہ کرے بلکہ جواب حضور ﷺ ہی کو دینے دو اور تم سنو تا کہ تم کو اس سوال کا صحیح جواب معلوم ہو جائے اور جب کھانا حاضر ہو تو کوئی رسول اللہ ﷺ سے قبل کھانا شروع نہ کرے اور جب سب کہیں جا رہے ہوں اور رسول کریم ﷺ ساتھ ہوں تو آپ ﷺ سے آگے مت چلو مگر یہ کہ کوئی حکمت و مصلحت ہو جس کی وجہ سے آگے جانا ضروری ہو، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں پر تقدیم کرنا ادب کے خلاف ہے، مگر تین جگہوں میں (۱) جب رات کو سفر ہو (۲) یا کوئی لشکر سامنے آ رہا ہو (۳) یا پانی کا سیلاب ہو اور اس میں داخل ہونے کا مرحلہ ہو یہ سب ادب کی باتیں ہیں جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ کو رسول کریم ﷺ کے آداب کی رعایت کا

حکم اور تعلیم دی گئی ہے اسی طرح مریدین کو اولیاء اللہ کے سامنے آداب کی بجا آوری کی تعلیم دی گئی ہے وہ آداب بھی یہیں سے ماخوذ ہیں، پھر جس طرح رسول کریم ﷺ کے آداب کی رعایت اور لحاظ حیات شریف میں ضروری تھا بعد وفات بھی ضروری ہے۔

اسی وجہ سے علماء نے قبر اقدس ﷺ کے قریب بھی آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں باحیات ہیں، اسی طرح جملہ انبیاء و رسل کا حال ہے، روایت میں صراحت مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اللہ پاک نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاءؑ کے جسموں کو کھائے، اسی طرح مجلس حدیث میں ہنسنا بھی خلاف ادب ہے، سلیمان بن حرب جو امام بخاری کے استاذ و شیخ ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت حماد بن زید حدیث بیان فرما رہے تھے ایک شخص ہنسا آپ اس پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا یہ بھی ممنوع ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی مجلس کا ادب و احترام ضروری تھا اسی طرح مجلس حدیث کا حال ہے، اگر سلف صالحین آج کل کی مجلسوں کا حال دیکھتے اور وہاں کے منکرات کا تو ایک ساعت بھی نہ ٹھہرتے، اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا کہ جو آداب کو چھوڑتا ہے دروازے سے روک دیا جاتا ہے، ابلیس علیہ اللعنہ کی ہزاروں سال کی عبادت ایک بے ادبی سے ضائع ہوگئی

نگاہ دار ادب در طریق عشق و نیاز   که گفته اند طریقت تمام آداب ست

اللہ پاک ہمیں آداب سے مزین فرمائے آمین۔

پھر باری تعالیٰ شانہ نے ان حضرات کی مدح و توصیف بیان فرمائی جنہوں نے

ان آداب کا خیال ولحاظ رکھا اور پورا پورا عمل کر کے دکھایا، فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ	بیشک جولوگ اپنی آوازوں کو
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ
اُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ	لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ نے تقویٰ
قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ	کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے
وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌO (سورۂ حجرات آیت:۳)۔	لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے (بیان القرآن)۔

بیشک جولوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ پاک نے تقویٰ وطہارت کیلئے اور ان کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے، یعنی جولوگ نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں تواضع اور ادب وتعظیم سے بولتے ہیں اور نبی ﷺ کی آواز کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کے قلوب کو اللہ پاک نے ادب کی تخم ریزی کے لئے پرکھ لیا ہے اور مانجھ کر خالص تقویٰ وطہارت کے واسطے تیار کر دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر میں سے ہیں، قرآن کریم پیغمبر ﷺ، کعبہ شریف، اور نماز اور ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہوگا، **من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب** یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب حضور پاک ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ ﷺ کے ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ گناہ کی بات ہے (فوائد عثمانیہ)۔

صاحبِ روح البیان رص:۷۶رج:۹رپر فرماتے ہیں **امتحن الله قلوبهم** کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کے قلوب کو ایمان وتقویٰ اخلاص وللّٰہیت کے لئے کھول دیا ہے اور وسیع وکشادہ کردیا ہے، حضرت فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ ان سے غلط شہوات وغیر مناسب خواہشات کو دور کردیا ہے ان چیزوں کی محبت نکال دی ہے اور برے اخلاق واوصاف سے ان کو صاف کردیا ہے اور مکارم اخلاق سے مزین کردیا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اپنے مشائخ کے سامنے ان کے متعلقین اور مریدین کو آواز پست رکھنی چاہئے کیونکہ وہ حضرات بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کے نائب اور خلیفہ ہیں اور جو ارباب سکینت ووقار ہوتے ہیں ان کو یہ حال وکیفیت نصیب ہوتی ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ پاک جس کسی شخص کے قلب کو تقویٰ وایمان کے ساتھ مزین فرماتے ہیں اور یہ کیفیت عطا فرماتے ہیں اس کا شعار قرآن کریم کو بنادیتے ہیں اور ایمانی کاموں میں اشتغال عطا فرماتے ہیں اور تفکر اس کا سراج ہوتا ہے اور تقویٰ کے اعمال اس کا حال ہوتے ہیں تو بہ اس کی طہارت ہوتی ہے حلال اعمال اس کی نظافت ہوتے ہیں اور ورع اس کی زینت اور آخرت کیلئے اس کا عمل اور اللہ پاک کے ساتھ اس کا خاص ربط ہوتا ہے اللہ پاک ہمیں بھی یہ چیزیں نصیب فرمائیں آمین یارب العالمین۔

نوٹ: اس آیت میں حضرت ابوبکر وعمرؓ کی کس قدر عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے

اوران جملہ حضرات کی جنہوں نے ان آداب کا خیال رکھا ہے۔

یٰۤاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ	اے ایمان والو! اگر کوئی شریر
جَآءَ کُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ	آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو
تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا	خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی
عَلٰی مَافَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ ○(سورۃ حجرات آیت:٦)۔	سے کوئی ضرر نہ پہنچادو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے(بیان القرآن)۔

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار یہ خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو کہیں تم نادانی سے کسی قوم پر جا نہ پڑو اور پھر تم اپنے کئے ہوئے پر شرمندہ نہ ہو جاؤ۔

فائدہ: اکثر و بیشتر نزاعات اور اختلافات کی ابتدا جھوٹی چیزوں سے ہوتی ہے اور لوگ اپنے مخالفین کے بارے میں جھوٹی خبریں بے دریغ اور خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر پھیلایا کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کا مخالف بنایا کرتے ہیں اور اس کے لئے جھوٹے پروپگنڈے کیا کرتے ہیں اور اپنے کو اچھا اور مظلوم ظاہر کرتے پھرتے ہیں پھر جب اللہ پاک وقت گذرنے پر حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں اور سچ اور حق سامنے آتا ہے تو لوگ جو ان کے جھوٹ اور غلط بیانیوں کا شکار ہوئے تھے کف افسوس ملتے ہیں مگر بعد میں حقیقت سے واقفیت کے باوجود اس نقصان کا جو ان کے ذریعہ کیا کرایا جاتا ہے کچھ تدارک نہیں ہوتا ہے اور ظالم لوگ اپنے مقصد کو پورا کرلیتے ہیں اس فساد اور فتنہ کی جڑ کو ختم کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے یہاں ایمان والوں کو خبروں کی تحقیق اور چھان بین کا حکم فرمایا اور یہ حکم دیا کہ کسی خبر کو خاص طور پر جب کہ اس کا تعلق کسی اختلافی او

رنزاعی امر سے ہو یوں ہی بے تحقیق ہرگز قبول نہ کرو، فرض کیجئے کہ ایک بے راہ رو انسان نے اپنے کسی غلط خیال اور غلط جذبہ سے بے قابو ہوکر کسی قوم کی شکایت کی اور تم نے محض اس کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے اس قوم پر چڑھائی کردی بعد میں ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا اس وقت تم کو کس قدر پچھتانا پڑے گا اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کیسا خراب ظاہر ہوگا (فوائد عثمانیہ)۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس کو رسول اللہ ﷺ نے بنوالمصطلق کے پاس بھیجا صدقہ وغیرہ وصول کرنے کے لئے اس کے اور ان کے درمیان دور جاہلیت میں کچھ عداوت و رنجش تھی مگر اس کے باوجود لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ان کا پرتپاک استقبال کیا، شیطان نے یہ اڑادیا کہ یہ لوگ ان کو قتل کرنے کے لئے پروگرام بنا رہے ہیں ان کو خوف و خطرہ پیدا ہوگیا اور وہ راستہ سے ہی واپس چلے آئے اور آ کر یہ بیان کردیا کہ بنوالمصطلق کے لوگوں نے تو میرے قتل کا پروگرام بنالیا تھا، رسول اللہ ﷺ کو یہ سن کر اس قوم پر غصہ آیا اور ان سے جہاد کا ارادہ فرمایا جب لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ واپس چلے گئے تو وہ خود رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے سنا تھا کہ آپ کا نمائندہ ہمارے پاس پہنچنے والا تھا ہم اس کے استقبال اور تعظیم و تکریم کی خاطر نکلے اور اللہ پاک کا حق اس کو دینے کا پورا ارادہ سب نے کرلیا تھا مگر معلوم نہیں وہ کیوں واپس ہوگئے ہمیں خوف ہوا کہ کہیں آپ کے حکم کی وجہ سے وہ واپس نہ آ گئے ہوں اور آپ ہم پر ناراض ہوں ہم لوگ اللہ پاک اور ان کے رسول کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے چپکے سے ان کی قوم کے پاس حضرت خالد

بن الولیدؓ کو بھیجا کہ دیکھو اگر واقعی یہ لوگ ایمان والے ہیں تو ان سے ان کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرو ورنہ جو تم کفار کے ساتھ کرتے ہو ویسا ہی کرو، حضرت خالد بن الولیدؓ ان کی قوم کے پاس تشریف لائے وہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ لوگ واقعۃً ایمان والے حضرات ہیں مغرب اور عشاء کی اذان سنی اور ان کو نمازی پایا ان سے زکوٰۃ وصدقات وصول کئے اور ان کی جانب سے سوائے خیر اور اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کے کچھ اور نہ پایا اور لوٹ کر دربار نبوی میں ان کے حالات بیان کئے اور صحیح صورتِ حال عرض کی ان حضرات کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی (بغوی ص:۱۳۱۳ ج:۳)۔

ان آیات مبارکہ میں ایک اصولی بات بیان ہوئی ہے جس کی برکت سے انسان بہت سی دشواریوں سے بچ سکتا ہے، مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ ہیں، سنی سنائی غلط باتوں پر یقین کرنے والے زیادہ ہیں حتیٰ کہ اہل علم بھی بہت سے ایسے ہی ہیں جو غلط باتوں پر بلا تحقیق یقین کر لیتے ہیں جیسا کہ مدارس ومساجد اور اداروں کے اختلافی احوال کے موقع پر اس کا خوب تجربہ ہوا ہے۔

آگے فرمایا کہ جان لو تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ تمہاری بہت سی باتیں مان لیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے اللہ پاک نے تمہارے دل میں ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے قلوب میں مزین کر دیا ہے اور اسی کی برکت ہے کہ تمہارے دل میں کفر وفسق اور عصیان کی نفرت ڈال دی ہے ایسے ہی حضرات ہدایت یافتہ ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو
یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ	مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ
یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ	ان سے بہتر ہو اور نہ عورتوں کو عورتوں پر
مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا	ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے
مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ	بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ	اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے
الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ	پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کے کام
وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	کرنا برا ہے اور جو باز نہ آئیں گے وہ ظلم
الظّٰلِمُوْنَ○(سورۂ حجرات آیت:۱۱)۔	کرنے والے ہیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: پہلے مسلمانوں میں آپس کے اختلافات ونزاع کو روکنے کی تدابیر بتلائی تھیں یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ اگر واقعی نزاع واختلاف ختم کرنا چاہو تو ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر اور بے ہودہ مذاق دل آزاری سے سخت پرہیز کرو کہ اس سے قلوب میں تکدر اور انقباض نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے کہ کوئی فرد دوسرے فرد سے یہ کام کرے یہ جماعت دوسری جماعت اور گروہ سے یہ کام کرے نہ مرد کریں نہ عورتیں یہ سب کام کریں ایسا مذاق جو دل آزاری پر مشتمل ہو اور دوسروں کو ذلیل کرنے والا ہو ممنوع ہے، ہاں دوسرے کا دل خوش کرنے کے لئے مزاح کرنا اور اس کا انقباض وتکدر دور کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے اور رسول پاک ﷺ سے ثابت ہے، ایک صحابی کو آپ ﷺ نے محبت میں فرمایا اودو کان والے واقعی ہر انسان کے

دو کان ہوتے ہیں ایک صحابی کو جنہوں نے حضور ﷺ سے اونٹنی کا سوال کیا تھا سواری کرنے کے لئے فرمایا ٹھیک ہے تجھے اونٹنی کا بچہ دیدوں گا کہنے لگے اونٹنی کے بچہ کا میں کیا کروں گا ارشاد فرمایا ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے (شمائل ترمذی)۔

ایک بوڑھی عورت کو آقائے نامدار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی وہ رونے لگی فرمایا اللہ پاک جنت میں داخلہ کے وقت بوڑھی عورتوں کو بھی جوان بنادیں گے اور آیت تلاوت فرمائی ثم انشئناھن انشاء الخ۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں فرمایا میں مزاح میں بھی حق بات ہی کہتا ہوں اور یہ مزاح و مذاق افراد امت سے اس مصلحت کی وجہ سے تھا کہ ان کو قریب کرنا تھا تا کہ ان کو فیض پہنچانا آسان ہو جائے اس سے لوگوں نے جان لیا کہ آپ کس قدر عمدہ اخلاق رکھنے والے پیغمبر خدا ہیں کہ ہم رفیق نہایت شفیق و مہربان ہیں جن کی مہربانیاں اور شفقتیں والدین سے بھی بڑھ کر ہیں بعض صحابہ کرامؓ نے بعض دوسرے حضرات کو مذاق و تمسخر میں کچھ ناگوار باتیں کہدی تھیں اس طرح بعض ازواج مطہرات نے دوسری بعض ازواج کو کچھ باتیں ایسی کہدی تھیں جوان کو ناگوار خاطر ہوئی اس کی ممانعت کرنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں جس میں سب کو سبق مل گیا ان واقعات کو امام بغویؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ عکرمہ ابوجہل کے بیٹے جب فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو کے مدینہ پاک آئے تو ان کو دیکھ کر بعض مسلمانوں نے کہا کہ اس امت کے فرعون ابوجہل کا بیٹا ہے اس امر کی شکایت انہوں نے رسول ﷺ سے کی رسول خدا ﷺ نے فرمایا مُردوں

کے برے کارناموں کی وجہ سے ان کے زندہ متعلقین کو جو مسلمان ہیں تکلیف نہ دو اوران جیسے واقعات کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی (روح البیان/ص:۸۰/ج:۲)۔

امام ابواللیث سمرقندیؒ نے فرمایا ہے کہ آیت عام ہے تمام مردوں اور عورتوں کے حق میں، لہذا کسی کوکسی کا تمسخرومذاق جس سے اس کوتکلیف ہوجائز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بلائیں اور آفات بُرے کلام کی وجہ سے ہوتی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں کسی کتے کا بھی مذاق اڑاؤں کہ کتا نہ بنادیا جاؤں یہ اس وجہ سے کہ مومن انسان کے لئے اللہ پاک کی کسی مخلوق کے مذاق وتمسخراوراسکونظر حقارت سے دیکھنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ یہ سب خالق تعالیٰ کی جانب لوٹتا ہے، کیونکہ بنایا تو انہوں نے ہی ہے، کسی بے ہودہ شخص نے حضرت لقمانؑ کو کہد یا کہ کتنا قبیح چہرہ ہے، فرمایا یہ کہہ کر تم نے نقش پرعیب لگایا یا نقاش پر کیونکہ یہ نقش تو انہوں نے ہی بنایا ہے اس میں میرا کیا دخل ہے، اللہ پاک ہمیں ہر طرح کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور اپنے قہر وغضب سے بچائے آمین۔

پھر آگے آیت مقدسہ میں دوسروں کوعیب لگانے اور برے ناموں سے یاد کرنے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ اس عمل سے بھی آپس میں بغض وعداوت نفرت وانقباض پیدا ہوتا ہے جو بڑے بڑے اختلاف اور جھگڑوں کا سبب بن جاتا ہے اور دوسروں کو برے القاب اور ناموں سے یاد کرنے کے سبب اورعیب لگانے کے سبب خود ایسا شخص اللہ کی نظر میں بڑا بن جاتا ہے، جس کوعیب لگایا اسے واقع میں عیب لگا یا نہیں یہ تو بعد کی چیز ہے اور جو شخص ایسی قبیح حرکات سے توبہ نہ کرے وہ ظالم و گنہگار رہے۔

امام بغویؒ حضرت عکرمہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ تنابز بالالقاب یہ ہے کہ

کسی کو یا کافر یا منافق یا فاسق کہا جائے اور جیسا کہ بعض لوگ ایمان لانے کے باوجود کسی کو یہودی یا عیسائی نصرانی کہہ دیا کرتے تھے حالانکہ جب وہ مومن ہوگیا تو اب اس کو ایسا کہنا ناجائز وممنوع ہے اور ایسے شخص مومن کی سخت دل آزاری ہے حالانکہ وہ تو اپنے ایمان کی برکت سے دوہرے اجر وثواب کا مستحق ہوجاتا ہے ایک پہلے نبی پر ایمان لانے کا اور ایک بعد کے نبی پر ایمان لانے کا وہ تعریف کے لائق ہے اور زیادہ دلداری ومحبت کا مستحق ہے، الحمدللہ مسلمان حضرات نئے مسلمان کا کافی خیال کرتے ہیں اور اس کو قریب لگاتے ہیں اور ساتھ دیتے ہیں یہ ان کا بہترین وصف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ حجرات آیت:۱۲)۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سوراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: فوائد عثمانیہ میں ہے کہ اختلاف وتفریق باہمی کے بڑھانے میں ان امور کو خاص دخل ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہوجاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا، مخالف کی کوئی بات ہو اس کا محل اپنے خلاف نکالتا ہے اس کی بات میں

ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو ہمیشہ اس کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اسی برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دیکر فریق مقابل پر تہمت اور الزام لگانا شروع کردے گا پھر نہ صرف یہی کہ ایک بات جس اتفاق بدگمانی سے اس کو غلط معنیٰ پہنا دئے گئے اسی جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیہ چڑھائیں اور اس کی غیبت ہی سے اپنی مجلس گرم کریں۔

ان تمام خرافات سے اللہ پاک نے اپنے مقدس کلام میں منع فرمایا ہے، اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو جو اختلافات بدقسمتی سے پیش آجاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور ان کے ضرر ونقصان سے محفوظ ہوجائیں بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام ونشان باقی نہ رہے، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں الزام لگانا اور بھید ٹٹولنا اور پیچھے برا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو وہاں اجازت ہے، جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح وتعدیل نے کلام فرمایا ہے کیونکہ اس کے بغیر دین کی حفاظت مشکل ہے، اسی طرح فرق باطلہ اور ضالہ کے مقتدا لوگوں کے غلط حالات اور خیالات اور ان کے بیان میں واقع ہونے والی غلطیوں سے پردہ اٹھانا اور اصلی دقیقت کو ظاہر کرنا ضروری ہے بلکہ قرآن وحدیث کے خلاف باطل نظریات اور غلط خیالات اور گمراہ عقائد کا عروج ہوجائے بلکہ ایسی جماعت اور گروہ کے حق میں بشارت نبوی ہے جو باطل نظریات اور غلط عقائد کو واضح کریں گے اور احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیں گے، فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت قیامت تک باقی رہے گی جو حق پر جمی رہے گی اور کسی

کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں گے نہ کسی کی مخالفت سے ان کو کوئی نقصان ہوگا۔

عن ثوبانؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تزال طائفة من امتي على الحق منصورين لايضرهم من خالفهم حتى يأتي امر الله عزوجل (ابن ماجہ،ص:۳،ج:۱)۔	حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی جن کی مدد ہوتی رہے گی ان کو مخالفین نقصان نہیں پہنچا پائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

اور کہیں ارشاد فرمایا:

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين (مشکوۃ شریف)۔	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس علم حدیث کو بعد میں آنے والے لوگوں میں ایک عادل طبقہ حاصل کرے گا جو علم حاصل کرنے کے بعد غلو کرنے والوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط استدلال اور جاہلوں کے غلط مطلب کی تردید کریں گے۔

اس حدیث میں محقق علماء کے تین کام بتائے گئے ہیں جوان کو کرنے ہوں گے اور یہ ان کا ایک فریضہ ہوگا (۱) غلو کرنے والوں کی تحریف کا رد کرنا، معلوم ہوا کہ وہ طبقہ جو دین کے بارے میں غلو کا شکار ہوگا تو ضرور تحریف نصوص کا مرتکب ہوگا تحریف لفظی کرنا تو مشکل ہے کہ

لوگ پکڑلیں گے،تحریف معنوی کوسمجھنااوراس کی گرفت کرناہرکسی کے بس کی بات نہیں ہے یہ کام بالغ النظر عالم ہی کے بس میں ہے، جونصوص قرآنی اوراحادیث شریفہ اورعقائدصحیحہ کی معرفت رکھتاہوگاوہی سمجھے گا کہ کونسی بات کس آیت اورحدیث اورعقیدہ مسلمہ کے خلاف ہے، اب ان کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بلاخوف لومۃ لائم حق کااظہارکریں گےاوردوسروں کوسمجھائیں، الحمدللہ علماءحقانیین اپنے وظیفے سےغافل نہیں ہیں ہردورمیں ایساہوتارہاہے۔

(۲) دوسری بات انتحال المبطلین یعنی اہل باطل کےغلط استعمال کوسمجھنا یہ کام بھی ہرکسی کے بس میں نہیں ہے بلکہ سرسری علم رکھنے والا آج کے مولوی کے بھی بس کا نہیں ہے، اہل باطل بھی اپنااستدلال قرآن وحدیث سے ہی پیش کرتے ہیں اب اس کو سمجھنااوراس کاردکرنااورصحیح استدلال پیش کرکےاس کوساکت کرنامحقق عالم کے ہی بس میں ہےاورگہرےعلم کامتقاضی ہے، اس پربھی ہمارےعلماءنےمحنت کی ہےاورباطل فرقوں کےغلط دلائل کےصحیح دلائل سےجوابات دئے ہیں۔

(۳) تیسری چیزوہ ہےتاویل جاہلین، جاہل لوگوں کوجوآیات اوراحادیث کا غلط مطلب ان کے مقتداؤں نےسمجھایاہےاوروہ طوطےکی طرح اس کورٹ کرلوگوں کےسامنے بیان کرتے ہیں اوران جیسے جاہل لوگ جہالت اورعلماءحقانیین سےدوری کی وجہ سےاس کوصحیح سمجھتے ہیں ان کوصحیح صحیح معنیٰ اورمطلب سمجھنایہ بھی محنت طلب کام ہے اس کے لئے پہلے توان کےغلط سمجھے ہوئے مطلب کی تردیدکرناضروری ہوگااوریہ بھی جاہل ہٹ دھرم لوگوں کےسامنےآسان نہیں، پھرصحیح مطلب کی وضاحت کرنااوربھی اہم ہےاس کیلئےبھی تحقیقی علم درکارہےاوراخلاص وللّٰہیت درکارہے۔

بہر حال اہل باطل کی تردید اوران کی خرافات کا اظہار اس مذموم غیبت میں شامل نہیں جس کی آیت میں ممانعت ہے۔

دوسری بات آیت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے ، کیا کوئی انسان اس کو پسند کرے گا، بس سمجھ لو کہ غیبت اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے، غیبت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم کسی کا اس کے غائبانہ میں برائی کے ساتھ تذکرہ کرو، پوچھا گیا کہ اگر واقعی وہ برائی اس کے اندر موجود ہو ارشاد فرمایا تب ہی تو غیبت ہے اوراگر وہ برائی واقعی اس کے اندر موجود نہ ہو تو بہتان تراشی ہے کہ تم نے ایسی برائی کا ذکر کیا اس پر الزام لگایا جو واقع میں اس کے اندر نہیں ہے (رواہ الترمذی)۔

غیبت کی شناعت اور قباحت کو سمجھانے کیلئے اللہ پاک نے جو مثال بیان فرمائی وہ نہایت ہی قبیح اور غلیظ ہے کہ اول تو مردہ انسان کا گوشت کھانا ہی کس قدر قبیح تھا پھر وہ بھی اپنا حقیقی بھائی کا یہ اور بھی قبیح ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان کے دل کو اس امر سے سخت تکلیف ہوتی ہے جب کوئی اس کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کرتا ہے جیسا کہ اس وقت کسی کو تکلیف ہوتی ہے جب کوئی اس کے جسم کا حصہ کاٹتا ہے ایسے اس شخص نے اس کی عزت کو تراشا ہے جو اس کے لئے سخت تکلیف دہ ہوتا ہے، بلکہ انسان کی عزت اس کو اپنے لحم اور دم وشحم کے مجموعہ یعنی جسم سے زیادہ عزیز ہوتی ہے بس جب کوئی سمجھ دار انسان مردہ انسانوں کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا ہے تو کسی کی عزت کو تراشنا بھی اس کو پسندیدہ

نہ ہونا چاہئے ، بالخصوص مردہ انسان کے گوشت کی شناعت نفوس بشریہ میں انتہائی درجہ موجود ہے اور سلیم طبیعتیں اس چیز سے سخت نفرت کرتی ہیں ، اس تشبیہ غلیظ سے باری عز اسمہ نے ظاہر کر دیا کہ غیبت اللہ پاک کے نزدیک بری اور خطرناک چیز ہے۔

ایک حدیث شریف میں غیبت کو زنا سے زیادہ سخت عمل فرمایا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ زنا کرنے والا زنا کے عمل کو برا جانتا ہے شرمندہ ہو کر توبہ واستغفار کی طرف آتا ہے اور غیبت کرنے والا اس عمل کو نہ برا سمجھتا ہے اور نہ اپنے آپ کو کوئی مجرم جانتا ہے نہ توبہ واستغفار کی طرف آنے کی اس کو توفیق میسر آتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ غیبت انسانی کتوں کا سالن ہے، ایک شخص ہمیشہ کچھ لوگوں کی غیبت کرتا تھا اس کو کہا گیا کب تک تم اپنی روٹی کو لوگوں کے گوشت سے کھاتے رہو گے اسپر وہ شرمندہ ہو گیا اور دوبارہ اس نے یہ کام نہ کیا (روح البیان ص:۸۹ ج:۹)۔

حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں ایسی قوم کے پاس سے گذرا جو پیتل کے ناخون سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کے سلسلہ میں بلا وجہ کلام کرتے تھے، سب سے پہلے شیطان نے حضرت آدمؑ کی غیبت کی ، حضرت محمد بن سیرین نے اپنے اوپر ایک دینار کا صدقہ کرنا واجب کر رکھا تھا جب کسی کی غیبت ہو جاتی ایک دینار صدقہ فرماتے۔

جس طرح غیبت کرنے والا گنہگار ہے اسی طرح سننے والا بھی گنہگار ہے، لہذا اس پر ضروری ہے کہ وہ اس شخص کا دفاع کرے جس کی غیبت کی جارہی ہے۔

من ردّ عن عرضِ أخيه ردّالله عن وجهه النار يوم القيامة(رواہ الترمذی)۔	رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی جانب سے دفاع کرے گا یعنی اس کی عزت پر آنے والی برائی کو دور کرے گا اللہ پاک اس سے جہنم کو دور فرمائیں گے۔

اسی لئے آیا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں برابر شریک ہیں ، حضرت میمون سے منقول ہے کہ ان کے خواب میں ایک مردار شخص کا جیفہ (بدن) لایا گیا اور کہا جارہا ہے اس میں سے کھاؤ میں نے کہا کیوں کہا جارہا ہے اس لئے کہ تم نے فلاں غلام کی غیبت سنی تھی اور اس پر تم راضی رہے تھے اس وجہ سے حضرت میمون نہ تو خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ سنتے تھے (روح البیان رص:۸۹رج:۹)۔

کسی قوم کے تعلق سے کسی برائی کا اظہار جو ان کے اندر موجود ہو بغیر کسی فرد وانسان کا نام لئے درست ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ دوسرے اور خود وہ لوگ جو اس برائی میں مبتلا ہیں ایسی برائی سے باز رہیں۔

مقاصد حسنہ میں ہے کہ تین اشخاص کی غیبت جائز ہے، امام ظالم، فاسق معلن یعنی علی الاعلان فسق وفجور کرنے والا اور وہ بدعتی جو لوگوں کو غلط اور گمراہ عقیدوں کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ فاسق وفاجر شخص کی کوئی عزت نہیں، ایسے ہی وہ شخص جس نے حیاء کا پردہ اتار پھینکا ہو اس کی بھی غیبت درست ہے تا کہ لوگوں کو اس چیز سے بچایا جاسکے جو اس کے اندر ہے۔

امام بغویؒ رص:۲۱۵رج:۴ر پر فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ ایک سفر کے موقع پر رسول کریمﷺ نے دو صاحب حیثیت وثروت شخصوں کے ساتھ ایک ایک غریب محتاج انسان کو رہنے سہنے کا حکم دیا تھا اور اکثر آپﷺ ایسا فرمایا کرتے تھے حضرت سلمان فارسیؓ کو بھی دو شخصوں کے ساتھ ضم کردیا ملا دیا ساتھ کردیا ان دونوں انسانوں کو کھانے وغیرہ تیار کرنے کی ذمہ داری دے رکھی تھی اسی درمیان حضرت سلمان فارسیؓ گئے منزل کی طرف جلد پہنچ جاتے ایک دن اسی معمول کے مطابق گئے اور سو گئے کھانا وغیرہ ساتھیوں کے لئے تیار نہ کرسکے جب ساتھیوں نے معلوم کیا کہ کچھ ہے،فرمایا میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا ان دونوں نے کہا رسول اللہﷺ کے پاس جاؤ اوران سے کھانا طلب کرو،حضرت سلمانؓ رسول کریمﷺ کے پاس آئے اورطعام طلب کیا آپﷺ نے فرمایا کہ تم اسامہ بن زید کے پاس جاؤ اوران سے کہو اگر تمہارے پاس کچھ کھانا ہوتو دیدیں،حضرت اسامہ بن زید سفر میں رسول کریمﷺ کے کھانے وغیرہ کے معاملات کے ذمہ دار ہوتے تھے،جب وہ ان کے پاس آئے اور کہنے کے مطابق ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے بھی معذرت ظاہر کی کہ میرے پاس اگر کچھ ہوتو میں تم کو دیتا،حضرت سلمانؓ نے واپس لوٹ کران دونوں کو بتایا انہوں نے کہا کہ اسامہ کے پاس کھانا تھا مگر انہوں نے بخل سے کام لیا ہے دیانہیں ہے اورحضرت سلمان کو دوسرے حضرات کے پاس بھیجا مگر وہاں بھی کسی کے پاس کچھ نہ پایا، پھر وہ دونوں خود اسامہ کے پاس اس تجسس کے لئے آئے کہ کیا اسامہ کے پاس وہ کچھ موجود ہے جو ان کے بارے میں رسول

کریمﷺ نے فرمایا تھا، پھر وہاں سے حضورﷺ کی خدمت میں آئے رسول کریمﷺ نے دیکھ کر فرمایا تمہارے دانتوں میں گوشت کے اثرات محسوس ہورہے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نے تو گوشت نہیں کھایا، فرمایا تم نے سلمان اور اسامہ کا گوشت کھایا ہے، اس واقعہ کے موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایمان دراصل دل کی کیفیت کا نام ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (سورۂ حجرات آیت:۱۴)۔

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہوگئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا بیشک اللہ غفور رحیم ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: یہاں سے یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان ویقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہوجائے اور جڑ پکڑ جائے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہوجاتی ہیں جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو سمجھ لو کہ ابھی تک ایمان اس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے:

یــا مـعشـر مـن	اے وہ لوگو جو صرف اپنی زبان
أسـلـم بـلسانه ولـم يفض	کی حد تک مسلمان ہوئے ہو اورابھی
الإيــمــان إلـى قـلبــه لا	ایمان کی حرارت ان کے دل تک نہیں پہنچی
تـغتـابـوا الـمسلمين ولا	ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کرواور نہ ان کے
تتبعوا عوراتهم۔	رازوں کے پیچھے پڑو۔

ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین اسلام ہم نے قبول کیا ہے مگر اس کا ذائقہ اوراس کی لذت اس کا یقین قلب کی گہرائی میں نہیں اترا ہے اگر ایسا ہوتا تو اس کے اثرات اس کے اندر محسوس ہوتے اوراس کے عمل سے واضح ہوتے محض زبانی دعویٰ ایمان کا اسلام کا تو کوئی بھی کرسکتا ہے بلکہ جو شخص حقیقت میں متصف ہوگا وہ دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ عمل کر کے اس کا ثبوت پیش کرے گا اور اللہ پاک سے ڈرے گا اس سے اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر ہوجاتا ہے، یہی بات شروع میں بھی لکھی گئی ہے جہاں اس سلسلہ میں گفتگو کی گئی تھی اگر تم فرمانبرداری کا راستہ اختیار کروگے اللہ پاک کی اطاعت اور رحمت دوعالم ﷺ کی اطاعت کروگے اور گذشتہ کی کمزوریوں کی وجہ سے اللہ پاک تمہارے کسی عمل کے ثواب میں کمی نہیں کریں گے یہ اللہ پاک کا فضل عظیم ہے یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ مغفرت کرنے والے ہیں اور محبت کرنے والے ہیں، صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ بحرالعلوم میں ہے کہ آیت اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی ہے کہ فقط زبان سے اس کا اظہار ہے اوراقرارلسانی اجراءاحکام کے لئے ضروری ہے اس لئے دو چیزوں کا نام ہوا تصدیق قلبی اقرارلسانی بلکہ ایمان ایک نور ہے جو قلوب کی گہرائی میں

راسخ ہوجاتا ہے تو قلب میں وسعت اور انشراح کی کیفیت آجاتی ہے جیسا کہ ایک موقع پر یہ سب لکھا گیا ہے کہ اس کی تین علامات ہیں (۱) **تجافی عن دار الغرور** (۲) **انابة الی دار الخلود** (۳) **استعداد للموت قبل نزوله**، پھر آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ شیخ ابومنصور ماتریدی اور امام اعظم کا مسلک ہے۔

سچے ایمان والے کون ہیں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ	ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جو اللہ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ	پاک اور ان کے رسول پر پختہ یقین رکھتے
يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ	ہیں اور پھر کسی شک وشبہ میں نہیں پڑتے اور
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اپنے مال اور جان کے ذریعہ اللہ کی راہ میں
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ○ (سورۂ	جہاد ومجاہدہ کرتے ہیں یہ لوگ بیشک سچے
حجرات آیت:۱۵)۔	لوگ ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ سچا ایمان والا یہ ہوتا ہے جو اللہ اور ان کے رسول پر پختہ ایمان ویقین رکھتے ہیں پھر اللہ کے دین کی اشاعت اور حفاظت کی خاطر اپنی جان اور اپنا مال خرچ کرے اس بات سے واضح ہوجائے گا کہ یہ سچا مومن ہے کیونکہ راہ خدا میں اپنی جان جو سب سے قیمتی اور عزیز شے ہے وہ صرف کرے گا جس کے دل میں سچائی ہوگی اور اس کا ایمان پختہ اور مضبوط ہوگا اور وہ لوگ جو دین کے عوض اور بدلہ میں متاع دنیا حاصل کر کے راضی ہورہے ہیں خسارہ میں ہیں **اللهم احفظنا منه**۔

اور دین تو اللہ پاک کا ایک عظیم ترین احسان ہے نہ یہ کہ ہم دین پر عمل کر کے یا اس کا کچھ کام کر کے اللہ پاک پر کوئی احسان کر رہے ہیں اللہ پاک تو ہر شئے کی حقیقت سے خوب واقف ہیں، فرماتے ہیں:

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (سورۂ حجرات آیت:١٦)۔

آپ اے نبی مکرم فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ اللہ کو اپنی دینداری جتلا رہے ہو حالانکہ اللہ پاک آسمانوں اور زمینوں کی تمام حقیقتیں جانتے ہیں اور اللہ پاک ہر شئے کے بارے میں مکمل باخبر ہیں۔

تمہارا مسلمان ہونا اللہ اوران کے رسول پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اللہ پاک کا تمہارے اوپر احسان عظیم ہے کہ تم کو ایمان واسلام کی ہدایت فرمائی ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (سورۂ حجرات آیت:١٧)۔

آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے ہیں آپ فرمادیجئے کہ مجھ پر یہ احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک نے تم پر ایمان واسلام کی توفیق دیکر احسان فرمایا ہے، اگر واقعی تم صحیح معنیٰ میں مؤمن اور مسلم ہو تو اپنے اوپر اللہ پاک کا احسان سمجھو گے نہ اپنا اللہ اوران کے رسول پر کوئی احسان۔

معلوم ہوا کہ دینی خدمات تبلیغ، درس وتدریس، مدارس اور مساجد کی خدمت یا وعظ و بیان کرنے کی توفیق یا تصنیف وتالیف کی خدمات یا جو بھی کوئی دینی خدمت ہو اس میں سچائی کے ساتھ مشغولیت ایک خاص احسان الٰہی اور توفیق یزدانی ہے، اپنا ذاتی اور شخصی کوئی کمال نہیں ہے، میرے والد ماجد حضرت اقدس مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کو جب کوئی کہہ دیتا کہ حضرت آپنے یہ کام کیا ہے مدرسہ بنایا اور محنت کی فرماتے بھائی یہ سب باری عزاسمہ کی توفیق اور احسان ہے اگر وہ قبول فرمالیں تو یہ بھی ان کا کرم ہے ورنہ قبولیت کے لائق کہاں ہے، آج ایک طبقہ کچھ دینی خدمت کر کے بڑا احسان جتا تا نظر آتا ہے جب کہ ہماری خدمات کن اغراض اور مقاصد کے لئے ہیں ہم بھی جانتے ہیں اور باری تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں ان سے تو کہاں کوئی شئے مخفی رہ سکتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ (سورۂ حجرات آیت:۱۸)۔	بیشک اللہ پاک تو آسمان اور زمین کی مغیبات کو جانتے ہیں اور اس کو بھی خوب دیکھتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

اللہ پاک سے کوئی حالت اور کوئی کیفیت اور کوئی بات کسی بھی شخص کی مخفی نہیں ہے، ہماری ساری مکاریاں وہاں سب فیل ہیں چاہے ہم دوسروں کے سامنے کیسے ہی بنتے ہوں اللہ پاک ہمیں صحیح عمل اور صحیح کیفیت ونیت عطا فرمائیں آمین۔

حاشیہ: اس قول کی تائید ان باتوں سے ہوتی ہے (۱) اللہ پاک نے فرمایا:

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان اللہ پاک نے ان کےقلوب میں ایمان کوراسخ کر دیا ہےاس آیت میں ایمان کی نسبت قلب کی طرف ہے۔

(۲)اللہ پاک نے فرمایا **وقلبہ مطمئن بالایمان** اوراس کا قلب مطمئن ہوں یہاں بھی نسبت قلب کی طرف ہے۔

(۳)**ولما یدخل الایمان فی قلوبکم** اورابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہی ہوا یہاں بھی نسبت ایمان قلوب کی طرف فرمائی گئی ہے۔

(۴)رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے **اللھم ثبت علی دینک۔**

(۵)اے اللہ ہمیں اپنے دین پر یعنی تصدیق وایمان پر ثابت فرمار کھئے۔

(۶) حضرت اسامہؓ کے ہاتھ سے جب جلدی میں ایک شخص مارا گیا تھا حالانکہ اس نے کلمۂ ایمان واسلام پڑھا تھا انہوں نے یہ سمجھا کہ اپنے بچاؤ کیلئے کلمہ پڑھتا ہے جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کومعلوم ہوئی فرمایا **ھلا شققت قلبہ** کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے، جمہور ائمہ ثلثہ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے دل سے تصدیق وایمان ، زبان سے اقرار واعتراف اور جوارح واعضا سے عمل کرنا یہ سب مجموعہ ایمان ہے یہ بھی قرآن وحدیث سے مکمل مؤید ہے کہ ایمان کی جملہ شاخیں بھی ایمان ہی کے اعمال ہیں اور درخت اپنی شاخوں کے بغیر کیسا لگتا ہےاوراگر جڑ ہی نہ ہوتو شاخیں کس پر لگیں گی اوران کا وجود کیسے ہوگا۔

جیسا کہ بالکل شروع میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کےکلام میں گذر چکا ہےاس کے بعدوالی آیت میں یہی مضمون وارد ہوا ہے کہ بغیرعمل جوارح کے دعویٰ ایمان ناقص ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ	ایمان والے تو وہ لوگ ہیں
اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ	جواللہ پاک اور ان کے رسول پر پختہ
یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ	یقین رکھتے ہیں اورپھر کسی شک وشبہ
وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	میں نہیں پڑتے اور اپنے مال اورجان
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○(سورۂ حجرات آیت:۱۵)۔	کے ذریعہ راہ میں جہاد ومجاہدہ کرتے ہیں یہ لوگ بیشک سچے لوگ ہیں۔

یعنی پوری طرح ایمان وتصدیق قلبی جس میں کوئی ریب وشک نہ ہوپھراس پر عمل بھی ہویعنی جان اور مال کی قربانی کے جذبات صحیح ہوں تب ایمان صادق ہوگا اس جگہ بڑی صاف وضاحت فرمائی گئی ہے کہ دعویٰ سے کام نہ چلے گا کہ ہم مسلمان ہیں دیندار ہیں اور ایسے ویسے ہیں ایسے دعویٰ تو کوئی بھی کرسکتا ہے، جاننا چاہئے کہ آیت کریمہ تمام ان قوتوں کے صحیح استعمال کا نام ہے جن کی اصلاح اور درستگی تہذیب وطہارت ضروری ہے جس پرفوز وفلاح سعادت دنیویہ اوراخرویہ ابدیہ کامدار ہےاور جس کواللہ پاک نے فرمایا کہ جس نے اس کوپاک وصاف کیاوہ کامیاب ہے قد افلح من زکّٰھا اوروہ قوتیں تین قسم کی ہیں قوت فکریہ قوت شہوانیہ قوۃ غضبانیہ جب یہ تین قوتیں درست ہوجاتی ہیں اور مضبوط بھی تب ہی وہ عدل وانصاف طبیعت اورمزاج میں آیا ہے جس سے آسمان وزمین کے درمیان اچھائی کاظہور ہوتا ہے کیونکہ یہی مکارم شریعیہ ہیں اورتزکیہ نفس اوراچھے اخلاق کاظہوراسی پرموقوف ہے اور بعد والی دونوں قوتیں یعنی قوت شہوانیہ اورغضبانیہ پہلی والی قوت کے صحیح ہونے پرموقوف ہے اس وجہ سے آیت

کریمہ میں اس کا بیان آیا ہے جس کا نام ہے اللہ اوران کے پیارے رسول پر ایسا صحیح ایمان جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو جس سے علم یقین اور حکمت حقیقیہ کا حصول ہو اور یہ بات جب حاصل ہوگی جبکہ قوت فکریہ درست ہوگی اور قوت فکریہ جب درست ہوگی جبکہ مجاہدہ ومحنت ہو، عفت نفس کے حصول کے لئے مال وجان کا استعمال کر کے جس سے قوت شہوانیہ کی اصلاح ہو سکے اور صحیح حلم وکرم حاصل ہو اور اس کے لئے صدق وفاء بالعہد حفاظت امانۃ لازم ہے جو انبیاءؑ کی اہم صفیں ہیں۔

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ انسانی تمام کمالات تین قوتوں میں منحصر ہیں (۱) عقل کا کمال علم ہے عفت کا کمال ورع وتقویٰ ہے اور شجاعت کا کمال مجاہدہ ومحنت ہے اور عدل کا کمال انصاف ہے اور یہ اصول دین ہیں، خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ خالی دعوے نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے بلکہ سچائی کو لازم پکڑو اگر کامیابی چاہتے ہو جس نے دعویٰ کیا وہ گمراہ ہو گیا اور جو سچا ہوگا وہ کامیاب ہوگا (روح البیان ص:۹۵ ج:۹)۔

لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے

حق تعالیٰ جل مجدہ فرماتے ہیں:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ	اورلوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو
اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْجَآءَ هُمُ	ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اوراپنے
الْهُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا	پروردگار سے مغفرت مانگنے سے اور کوئی
رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ	مانع نہیں رہا بجزاس کے کہ ان کواس کا انتظار

الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ (سورۃ کہف آیت:۵۵)۔

ہو کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب رودررواں کے سامنے آ کھڑا ہو (بیان القرآن)۔

فائدہ: یعنی ان کے ضد وعناد کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت کی کتاب پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں، آخر قبول میں اب کیا دیر ہے اور کس چیز کا انتظار ہے بجز اس کے پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو کلی طور پر تباہ کر ڈالے یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی ان کی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو جائے۔

یعنی اکثر کفار ومشرکین جو بعض کفار مکہ کی طرح کفر وشرک پر جمے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس قرآن کریم اور پیغمبر ﷺ کی شکل میں بہت بڑے ہدایت نامے آ چکے ہیں پھر بھی نہیں سمجھے اور ایمان واسلام اور قرآن کو قبول وتسلیم نہیں کرتے بلکہ دوسرے مؤمن لوگوں کیلئے بھی مشکلات کھڑی کرتے ہیں یہ اللہ پاک کے عذاب سے قبل ایمان لاتے نظر نہیں آتے اور جب عذاب الٰہی آ پہنچتا ہے تو کوئی موقع نہیں رہتا لہذا ان کو چاہئے اس کو سمجھیں اور ہدایت کو قبول کریں ورنہ ہلاکت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا چنانچہ بہت ضدی کفار ومشرکین پر بدر کے دن عذاب نازل ہوا اور بہت سے بعد کے معرکوں اور مختلف موقعوں پر ہلاک ہوئے اور بہت سے ایمان بھی لائے وہ دنیا وآخرت کی برکات سے مشرف ہوئے۔

قرآن اور پیغمبر کی سچائی کی ایک دلیل

اسی انداز کا مضمون ایک دوسری آیت میں وارد ہوا ہے حق جل مجدہ فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ o وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ o فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ o كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ o لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ o فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o (سورۂ شعراء آیت: ۱۹۷ تا ۲۰۲)۔

کیا ان لوگوں کیلئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کر دیتے پھر وہ ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا یہ لوگ تب بھی اس کو نہ مانتے ہم نے اسی طرح اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ سخت عذاب کو نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی (بیان القرآن)۔

فائدہ: یعنی علماء بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ یہ وہ ہی کتاب اور پیغمبر ہے جس کی پہلے سے آسمانی صحیفوں میں خبر دی گئی ہے، چنانچہ ان میں سے بعض نے علانیہ اور بعض نے اپنی خصوصی مجلسوں میں امر حق کا اقرار واعتراف کیا ہے اور بعض انصاف پسند اسی علم کی بنا پر مسلمان ہو گئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ، غرض ایک انصاف

پسند عقلمند انسان کیلئے جس کا دل اللہ پاک سے ڈرتا ہواس چیز میں بڑی نشانی ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اپنے دلوں میں قرآن کی اور رسول کریم ﷺ کی حقانیت کو سمجھتے ہیں گو کسی وجہ سے بعض اوقات اعلان اور اقرار کی جرأت نہ کرسکیں لیکن یہ کفار ومشرکین عرب صرف عناد اور ضد کی وجہ سے نہیں مان رہے ہیں جیسے ابولہب اور ابوجہل وغیرہ آپ تو عربی ہیں اور فصحاء عرب میں سے ہے اگر ہم اس کو غیر عربی پر اتار دیتے تو یہ کہاں ایمان لاتے جب کہ عربی ایمان میں اس قدر فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود نہیں مانتے بس یہ ایمان لانے کیلئے کس چیز کے منتظر ہیں وہ ہے اللہ پاک کا دردناک عذاب جس کے دیکھے بغیر یہ ماننے والے نہیں ہیں ایسے ہی اس زمانہ کے بہت سے کفار ومشرکین کا حال ہے وہ کوئی محیر العقول بات دیکھے بغیر اور عذاب الٰہی کے نازل ہوتے دیکھ کر تو ایمان لے آئیں تو الگ بات ہے اس سے قبل مشکل ہے وہ ہدایت پر آجائیں۔

پہلے تبلیغ کس کو

ایمان لانے والے کے سلسلہ میں اللہ پاک نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئیں، فرماتے ہیں:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (سورۂ شعراء آیت:۲۱۵)۔

اور آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرائیے اور ان لوگوں کے ساتھ فرتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں (بیان القرآن)۔

فائدہ: یعنی اوروں سے قبل اپنے اقارب کو تنبیہ کیجئے کہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی آدمی کی صداقت اور حقانیت اقارب کے معاملہ سے پرکھی جاتی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت رسول کریم ﷺ نے سارے قریش کو پکار کر سنایا اور اپنی پھوپی اور بیٹی اور چچا تک کو فرمایا کہ اللہ کے یہاں اپنی فکر کرو خدا تعالیٰ کے یہاں میں تمہارا کچھ نہیں کر سکتا، اور جملہ ایمان والوں پر شفقت و محبت کا معاملہ رکھئے اپنے عزیز و قریب ہوں یا غیر ہوں ایمان کے رشتہ سے قریب ترین ہو گئے ہیں (فوائد عثمانیہ)۔

امام المفسرین علامہ بغوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرمہ اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا اے علی اللہ پاک نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے رشتہ داروں کو ڈراؤں اور سمجھاؤں مگر میرے لئے یہ کام اتنا آسان بھی نہیں ہے اس وجہ سے میرا دل پریشانی میں ہے کہ کیسے یہ کام انجام دوں اگر ان کے سامنے کھلم کھلا یہ دعوت ایمان و اسلام پیش کروں تو مجھے ان کی جانب سے ناگوار حالات میں آنے اور ان کی جانب سے سخت رد عمل کا اندیشہ ہے اس لئے میں تردد میں ہوں کہ کیا کروں ادھر پروردگار کا حکم ہے اسی حالت میں تھا کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا اے محمد تم نے ابھی تک وہ کام نہیں کیا جس کا تم کو حکم ملا، کہیں رب تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں، لہذا آپ ایسا کیجئے کہ ایک دعوت کا پروگرام بنایئے اور سب کو بلوا بھیجئے عمدہ کھانا اور مشروبات ہوں میں نے ایسا ہی کیا پھر اپنے رشتہ داروں کو بلوایا چالیس افراد تھے تقریبا یا اس سے بھی زیادہ ان میں چچا ابو طالب، چچا حمزہ، چچا عباس، ابولہب وغیرہ سب تھے جب سب جمع ہو گئے کھانا کھلایا جو تیار کرایا گیا تھا اور فرمایا کھایئے اللہ کا نام لیکر

ان سب نے خوب کھایا پھر مشروبات کا دور چلایا گیا جب یہ سب دعوت کا پروگرام مکمل ہوگیا تو میں نے گفتگو کا آغاز کیا تا کہ ان کو ایمان وتوحید کی دعوت دوں فوراً ابولہب بولا کہ محمد نے تم پر جادو کیا ہے یہ سنتے ہی سب متفرق ہوگئے اور چلے گئے اور رسول اللہﷺ ان سے بات نہ کرسکے۔

پھر اگلے دن فرمایا اے علی آج پھر دعوت کا پروگرام بناؤ اس شخص نے میری گفتگو سے قبل ہی ان کو خراب کردیا اشارہ ابولہب کی طرف تھا میں نے پھر پروگرام بنایا اوران کی دعوت کی ، پروگرام کے بعد ان سے کلام کیا کہ اے میرے رشتہ داروں میں تمہارے پاس دنیاوآخرت کی خیر وبھلائی کا نسخہ لیکرآیا ہوں پس کون ہے جو میرا ساتھ دے اور میرا معاون وصدیق ہو اللہ پاک نے مجھے یہ سب پیغام ایمان وتوحید کا سنانے کے لئے فرمایا ہے، لہذا اس کو سنو اور مان جاؤ لوگ ہنستے مزاق کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کہہ رہے تھے کہ ابو طالب اپنے بیٹے عامی کی بات سنے اور مان لینے کو کہہ رہا ہے یہ مقصد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول کریمﷺ گھر سے نکل کر کوہ صفا پر چڑھے اور لوگوں کو آواز لگا کر جمع کیا لوگوں نے کہا دیکھو کون آواز لگا رہا ہے کافی لوگ جمع ہوگئے فرمایا اے لوگو اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے ہے تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا تم میری تصدیق کروگے؟ سب نے کہا بالکل تصدیق کریں گے ہم نے آپ پر کوئی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا ہمیشہ آپ کو سچ بولتے

پایا ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں جو قیامت سے قبل اترنے والا ہے اور یہ عذاب کفر وشرک اور نافرمانی پر اترے گا ابولہب نالائق بولا کیا تم ہمیشہ کے لئے رسوا ہو کیا اس کام کیلئے تم نے یہاں اکھٹا کیا اس پر سورۃ **تبت یدا ابی لھب الخ** نازل ہوئی کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہی ہلاک وتباہ ہو۔

نیز حضرت ابو ہریرۃؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور فرمایا **یا معشر قریش اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا** اے قریش کے گروہ اپنے آپ کو بچاؤ یعنی اللہ کے عذاب سے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے اگر کفر وشرک پر رہے تو اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپی اس خیال میں نہ رہو کہ تم ال رسول کی پھوپی ہو اپنے آپ کو خود سنبھالو ایمان وتقویٰ اعمال صالحہ اختیار کرو میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا، خالی میرے بھروسہ پر نہ بیٹھ جاؤ اے فاطمہ اللہ کے رسول کی بیٹی اس خیال میں نہ رہو کہ تم اللہ کے رسول کی بیٹی ہو ایمان وتقویٰ اعمال صالحہ اختیار کرو ان سب چیزوں کے بغیر میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔

حضرت عیاض المجاشعیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال نے مجھے حکم فرمایا کہ تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو تم نہیں جانتے ہو اور مجھے اللہ پاک نے سکھائی ہیں، سنو اللہ پاک نے فرمایا کہ جو مال ودولت میں نے بندوں کو دیا ہے صحیح طریقہ سے وہ ان کے لئے حلال ہے اور میں

نے اپنے بندوں کو فطرت سلیمہ پر اچھا اور سچا پیدا کیا شیطان ان کے پاس پہنچا اوران کو دین حق سے ہٹا کر گمراہی میں ڈال دیا میں نے ان کوحکم دیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں مگر انہوں نے بے دلیل اور بے جان چیزوں کو مجھے چھوڑ کر معبود بنایا اور گمراہ ہوئے اللہ پاک نے تمام روئے زمین کے لوگوں پر نظر ڈالی سب کو کفر وشرک اور معاصی میں مبتلا ہونے کے وجہ سے مبغوض اور برا سمجھا سوائے چند اہل کتاب کے کہ وہ اس زمانہ میں کچھ حد تک دین دار تھے اور کسی نہ کسی درجہ میں ایمان وتوحید رکھتے تھے (اسی وجہ سے متعدد نافرمانیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے ناز ونخرے برداشت کئے اوران پر کرم فرمائیاں جاری رہی) اوراللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کو ڈراؤں اور سمجھاؤں میں نے عرض کیا اس قدر اگر میں ایسا کرونگا تو یہ روٹی کیطرح مجھے بیل دیں گے اور روٹی بنا کر چھوڑ دیں گے اللہ پاک نے فرمایا میں تم کو مبعوث ہی اس وجہ سے کیا ہے کہ میں تمہیں آزماؤں اور میں خود تمہاری وجہ سے آزمایا جاؤں اور میں نے تم پر اپنی ایسی کتاب اتاری جس کو پانی سے صاف اور دھویا نہ جاسکے گا یعنی کبھی کوئی ختم نہ کر سکے گا تم اس کو سوتے جاگتے پڑھو گے اگر ضرورت پڑی تو تم ان سے جہاد کرو ہم تمہاری نصرت کریں گے تم خرچ کرو ہم دیں گے ، تم ان پر لشکر بھیجو ہم تمہاری پانچ لشکر کے ساتھ امداد کریں گے جو تمہاری دین پر اطاعت کرے اس کو ساتھ لیکر ان لوگوں سے لڑو جو تمہاری نافرمانی پر اتر آئیں (بغوی رص:۱۰۴ رج:۲)۔

اورایمان والوں کے ساتھ نرمی وخفت کا معاملہ فرمائیے:**واخفض جناحک لمن تبعک من المؤمنین** oایک دوسری جگہ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیکم ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین روف رحیم**o۔

صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے اپنے ایک پیغمبر جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے جن کو ارحیا کہا جاتا تھا فرمایا کہ اپنی قوم کو خبردو کہ میری معصیت سے باز رہیں اور صحیح راستہ پر آجائیں ورنہ ان کو ہلاک وتباہ کردوں گا انہوں نے عرض کیا یا اللہ تعالیٰ اگرچہ انبیاء ابراہیم واسحٰق ویعقوب کی اولاد ہو کیا آپ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہلاک کردو گے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے ان انبیاءؑ کو تو میں ایمان وتقویٰ اعمال صالحہ کی برکت سے اس مقام پر پہنچایا اوران کا اکرام واعزاز کیا اگروہ بھی نافرمانیاں کرتے تو ہلاک کئے جاتے خدا کی پناہ اوروں کی تو کیا ہستی۔

یہ کس قدر عبرت اورخوف کا مقام ہے ہم جیسوں کے لئے اوران سب کے لئے جو اپنے آپ کو بزرگوں اوراولیاء کے خاندانوں سے شمار کرتے ہیں اورشرکیہ باتوں اورمعصیتوں میں مبتلا رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان خرافات اور بدعات میں مشغول رکھتے ہیں، تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ آیت پاک **فلا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر فتکون من المعذبین** یعنی تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اورکی عبادت ہرگز نہ کرو ورنہ تم بھی ان لوگوں میں شامل ہوجاؤ گے جن کو عذاب دیا جائے گا میں اس طرف اشارہ ہے کہ غیراللہ کی عبادت عذاب خداوندی کا ذریعہ اورسبب ہے اور ہلاکت وتباہی تک پہنچانے والا عمل سوء ہے اوردل کی گہرائی کے ساتھ غیراللہ کو طلب کرنا اللہ پاک سے انسان کو دور کرنے والا کام

ہے، نیز فرماتے ہیں **وانذرعشیرتک الاقربین** کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے سب کو بلا کر خطاب کیا اور سمجھایا اس سے اس آیت کی تفسیر بھی سمجھ میں آ گئی جس میں فرمایا گیا **فلا انساب بینھم یومئذ** کہ اس دن انسانوں کے درمیان ان کی رشتہ داریاں اور نسبی رشتے کام نہ دیں گے، ہر حسب ونسب ختم ہو جائے گا سوائے رسول اللہ ﷺ کے حسب ونسب کے اور آپ ﷺ کا حسب ونسب ایمان وتقویٰ ہے فرمایا کہ ہر متقی مؤمن میری اولاد ہے اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ جس کے دل کا چراغ ایمان وتقویٰ کے نور سے منور ہوگا تو رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہوگا اور جس کے دل کا چراغ خاندانی بنیادوں اور باتوں سے روشن ہوگا اور اصل جوہر ایمان وتقویٰ سے خالی ہوگا وہ کیسے ساتھ ہوگا لہذا ایمان والوں کو محض شرافت نسبی پر بھروسہ کرنا ہرگز ہرگز روا نہیں اس لئے یہ سب بدون ایمان نافع نہیں، نوحؑ کا فرزند کنعان کفر کی وجہ سے باوجود پیغمبرزادہ ہونے کے کہاں پہنچا اور ابراہیمؑ کا باپ آزر اتنے بڑے پیغمبرؑ کا والد ہونے کے باوجود کہاں پہنچا اور کس حال میں ہوگا، اس میں عبرت پکڑنے والوں کے لئے بڑی زبردست عبرتیں موجود ہیں اور صحابہ کرام ایمان وتقویٰ اعمال صالحہ کی بنا پر کس مقام پر فائز ہوئے کہ قرآن پاک میں قیامت تک اعلان کر دیا گیا سنا دیا گیا اور جنت کے بہترین مقامات ان کے لئے مقرر اور موعود ہوئے، سبحان اللہ العظیم (روح البیان/ص:۳۱۱/ج:۲)۔